فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (القرآن)
اور پھوٹ نکلے اس سے بارہ چشمے

بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

National Book Council of Pakistan
LIBRARY
Date......
No. 843
LAHORE.

مکمل ۱۲ تقریریں
بارہ تقریریں مع خطبات

تالیف

خطیبِ پاکستان علامہ مولانا محمد شریف نوری قدس سرہٗ

ناشر
گنج شکر اکیڈمی 1242 اکبری منڈی لاہور

سٹاکسٹ: حامد اینڈ کمپنی مدینہ منزل ۳۸- اردو بازار لاہور

حسین رض

امام حسین - کرامات۔

تقاریر -

DATA ENTERED

Marfat.com

فانفجرت منه اثنتا عشرة عينا (القرآن)
اور پھوٹ نکلے اس سے بارہ چشمے

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

National Book Council of Pakistan
LIB
Date....
No. 843

۱۲ مکمل
بارہ تقریریں مع خطبات

تالیف

خطیب پاکستان علامہ مولانا محمد شریف نوری قدس سرہٗ

ناشر
گنج شکر اکیڈمی 1242 اکبری منڈی لاہور

سٹاکسٹ: حامد اینڈ کمپنی مدینہ منزل ۳۸-اردو بازار لاہور

Marfat.com

۲۹۷۶۴
۲.۸۴ با
27521
DATA ENTERED

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	بارہ ۱۲ تقریریں مع خطبات
مصنف	علامہ محمد شریف نوری رحمہ اللہ تعالیٰ
کاتب	محمد شریف گل
مصحح	محمد عالم مختار حق
بار اوّل	ایک ہزار
سنِ طباعت	۱۹۸۰ء
مطبع	العلامین پریس - لاہور
قیمت	۲۱ روپے

Marfat.com

فہرست

خطبات جمعہ، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ	۹
① ماہِ محرم کی تقریر	۲۴
نکتہ	۲۷
ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۲۸
جنت میں لذت نہیں	۳۰
شہادتِ عظمیٰ	۳۰
سواری کتنی اچھی ہے	۳۱
امام حسینؓ کے منہ میں لعابِ حضورؐ	۳۱
ایک غلام کا واقعہ	۳۲
علامہ اقبالؒ کا خراجِ عقیدت	۳۲
شہادت کی خبر	۳۳
مدینہ طیبہ سے جدائی	۳۴
کوفہ والوں کی دعوت	۳۵
امام مسلم کے یتیم بچے	۳۹
امامِ عالی مقام کی مکہ سے روانگی	۴۲
امام مسلم کی اٹھارہ سالہ بیٹی	۴۳
پہلی تقریر	۴۳
ابنِ زیاد کا آرڈر	۴۵
تین باتیں	۴۵
نہرفرات پر پہرہ	۴۶
عاشورہ کی رات	۴۶
ساتھیوں کا جواب	۴۶
حضور کی آمد	۴۸
خونی صبح	۴۹
لشکرِ اسلام کے نام	۴۹
کربلا میں امام حسین کی کرامتیں	۵۲
پہلی کرامت	۵۲
دوسری کرامت	۵۳
تیسری کرامت	۵۳
حضرت حُر کی جاں نثاری	۵۴
ایک نوجوان کا واقعہ	۵۵
علی اکبر کی شہادت	۵۹
علی اصغر کی شہادت	۶۱
امام حسین میدانِ کارزار میں	۶۲
صغریٰ کا خط	۶۳
خط کا جواب	۶۴
آخری خطبہ	۶۵
آسمان سرخ ہوگیا	۷۰
کوفیوں کا جشن	۷۱
ایک راہب	۷۲
لشکر کوفہ پہنچ گیا	۷۴
خولی بن یزید کی بیوی	۷۴

Marfat.com

ابن زیاد کا دربار ۷۵
سرِ اقدس کوفہ کے بازاروں میں ۷۶
دمشق کو روانگی ۷۶
واقعۂ شیریں ۷۶
یزید پریشان ہوگیا ۷۷
یزید کا دربار ۷۸
جامع مسجد دمشق ۸۰
مدینہ کو واپسی ۸۱
مدینۃ الرسول ۸۲
روضۂ رسول پر حاضری ۸۲
کربلا کا انتقام ۸۳
(۲) ماہِ صفر کی تقریر ۸۵
واقعۂ خضر و موسیٰ علیہما السلام ۸۷
سترہ باتیں ۹۱
تفصیل ۹۲
شہنشاہِ جیلاں اور ایک غوث ۹۲
سلطان الہندؒ کا اعتراف ۹۵
سبق ۹۶
عالم اور ولی ۹۶
فیض حاصل کرنا ۹۶
امام ابوحنیفہ کی قبر اور خضر ۹۷
داتا کے مزار پر حاضری ۹۸
ایک لطیفہ ۹۸
حکایت ۹۹
ایک واقعہ ۱۰۴
امام حسن بصری ۱۰۵
ایک مذموم تحریک ۱۰۶
شہنشاہِ بغداد کا ارشاد ۱۰۶
آصف بن برخیا ۱۰۷
حرفِ آخر ۱۰۷
مرتبۂ علم ۱۰۷
مرتبۂ ولایت کی مخالفت ۱۰۸
جانور کا مقدمہ ۱۰۸
باطنی نظام ۱۰۹
شاہ بوعلی قلندر ۱۱۱
اولیاءً کا پانی پر تصرف ۱۱۲
فاروقِ اعظم اور نیل ۱۱۳
دریائے دجلہ ۱۱۴
تشریعی اور تکوینی ولی ۱۱۶
غوث بہاءُ الحق زکریا ملتانی ۱۱۶
حضرت موسیٰ آہن گر ۱۱۸
حضرت مجدد الف ثانی ۱۱۸
قضاءِ مبرم ۱۱۸
ایک ہرن کا واقعہ ۱۱۹
میراں حسین زنجانی ۱۱۹
حضرت میاں شیر محمد صاحب ۱۲۰

Marfat.com

ایمان مقدم	۱۲۱
حضرت بلال رضی اللہ عنہ	۱۲۱
بلال ہنستے رہے	۱۲۱
علم ولی	۱۲۲
عبدالعزیز دباغ مغربی	۱۲۲
بعض اولیاء	۱۲۳
بابا بُلّھے شاہ	۱۲۳
ایک فقیر کا واقعہ	۱۲۴
(۲) ماہِ ربیع الاوّل کی تقریر	۱۲۷
حُبِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۸
احسانِ عظیم	۱۲۹
تشریح آیات	۱۲۹
تین مقام	۱۳۰
صفاتِ الٰہی	۱۳۲
اوّل و آخر	۱۳۲
حدیث شریف	۱۳۲
ایک شُبہ	۱۳۳
من نورہٖ	۱۳۴
بشریت	۱۳۴
عبدیت	۱۳۴
عبادتِ نور	۱۳۴
اُمت کے لیے استغفار	۱۳۴
خاکِ پاک	۱۳۵
نورآدم کے پاس	۱۳۶
انگوٹھے کا چُومنا	۱۳۶
عجیب درخت اور کاہنہ عورت	۱۳۹
حضرت عبداللہ کے پاس	۱۴۰
ستر یہودی	۱۴۰
امِ قتال	۱۴۱
نبیوں کی مبارکبادیاں	۱۴۱
ابرہہ کا حملہ	۱۴۲
ابرہہ کے ساتھی اور اونٹ	۱۴۲
ظہورِ نور	۱۴۴
سلام بحضور سید الانام	۱۴۵
اعلانِ الٰہی	۱۴۶
فضیلتِ شبِ ولادت کی تین وجوہ	۱۴۶
دُرِّ یتیم	۱۴۷
حلیمہ سعدیہ	۱۴۸
چاند کا رقص	۱۴۸
حضور کی تلاش	۱۴۹
حجرِ اسود کا نصب کرنا	۱۴۹
پتھروں کے سجدے	۱۴۹
اعلانِ نبوت	۱۵۰
ورقہ بن نوفل	۱۵۱
نزولِ قرآن	۱۵۱
دُوسری دلیل	۱۵۲

Marfat.com

پہلی محفلِ میلاد	۱۵۴
امام قسطلانی کی تصریح	۱۵۵
آمد سے پہلے اور بعد	۱۵۶
④ ماہِ ربیع الثانی کی تقریر	۱۵۷
تین بھائی	۱۵۷
ایک صحابی	۱۶۷
مولانا کافی علیہ الرحمۃ	۱۶۸
حضرت بلال	۱۶۸
عرس	۱۶۹
گیارھویں شریف	۱۷۰
شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۷۰
بدعت کی قسمیں	۱۷۱
⑤ ماہِ جمادی الاولیٰ کی تقریر	۱۷۴
محمد رسول اللہ	۱۷۹
نباتات کے رسول	۱۷۹
جمادات کے رسول	۱۸۰
حیوانات کے رسول	۱۸۰
پانچ صفات	۱۸۱
تفسیر ابنِ عباس	۱۸۱
تین چیزیں	۱۸۲
تلوار اٹھالی	۱۸۲
اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ	۱۸۳
رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ	۱۸۴
تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا	۱۸۴
⑥ ماہِ جمادی الاخریٰ کی تقریر	۱۸۶
خاتونِ جنت	۱۸۶
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عبادت کرنا	۱۸۷
صحابہ کی عبادت	۱۸۸
امام محمد غزالی، حامد غزالی	۱۸۸
واقعۂ مجنوں	۱۸۹
سورج لوٹ آیا	۱۹۰
امام اعظم رضی اللہ عنہ	۱۹۱
حضرت بشر حافی	۱۹۲
آٹھ سالہ بچہ	۱۹۳
شہنشاہِ بغداد	۱۹۴
چالیس تابعی	۱۹۵
سوال اور جواب	۱۹۵
بچہ بول اٹھا	۱۹۵
⑦ ماہِ رجب کی تقریر	۱۹۸
واقعۂ معراج	۲۰۲
براق پر سواری	۲۰۳
غزنی اور مصر	۲۰۴
اُمت کی یاد	۲۰۵
براق کی رفتار	۲۰۶
روانگی جلوس	۲۰۷
مدینہ منورہ	۲۰۹

Marfat.com

وادیِ یمن ۲۰۹
سُرخ ٹیلہ ۲۰۹
انبیاؑ کی امامت ۲۱۰
نماز کیوں پڑھاتی ۲۱۰
حبیب اور کلیم ۲۱۱
جسمانی اجتماع ۲۱۲
عروج ۲۱۳
نبیوں سے ملاقات ۲۱۳
سدرہ پر جبریلؑ کی عرض ۲۱۳
ایک یاد ۲۱۴
اُونٹوں کی قطاریں ۲۱۵
سدرہ کے آگے ۲۱۶
عرش نے دامن تھاما ۲۱۷
سلسلۂ حجابات ۲۱۷
اُدْنُ مِنّی ۲۱۸
مقامات ۲۱۸
اُمت کی یاد ۲۱۹
تین تحفے ۲۲۱
تصدیق ۲۲۲
قافلے ۲۲۲
⑧ ماہِ شعبان کی تقریر ۲۲۴
غلط رسمیں ۲۲۷
اُسوۂ حسنہ ۲۲۸
اداء اور اقتداء ۲۲۸
رحمتِ الٰہی ۲۳۰
⑨ ماہِ رمضان المبارک کی تقریر ۲۳۲
فلسفۂ روزہ ۲۳۳
روزہ کا انعام ۲۳۳
محمود اور ایاز ۲۳۳
حضرتِ ربیعہ ۲۳۴
روزہ کے فرض ہونے کی وجہ ۲۳۴
پہلی اُمتوں کے روزے ۲۳۵
ایمان پر پختگی ۲۳۵
لیلۃ القدر ۲۳۵
تطبیق ۲۳۶
دُو صیغے ۲۳۶
کثرتِ تلاوت ۲۳۶
ثوابِ تلاوت ۲۳۷
تلاوت اور شاہِ حبش ۲۳۷
قرآن اور عمر فاروقؓ ۲۳۹
بدر اور رمضان ۲۴۱
صحابہ کا جذبہ ۲۴۱
قومِ موسیٰ کا جواب ۲۴۲
بدر میں امدادِ الٰہی ۲۴۳
جبریل کا گھوڑا ۲۴۳
مسئلۂ کشمیر اور جہاد ۲۴۴

Marfat.com

تحریکِ آزادی	۲۴۴
پاکستان پر حملہ	۲۴۵
دو بچے	۲۴۶
رحمتِ عالم	۲۴۷
حضرت عباس کا ایمان لانا	۲۴۷
روزہ کی قسمیں	۲۴۹
تراویح	۲۵۰
(۱۰) ماہِ شوال کی تقریر	۲۵۱
حقیقی خوشی	۲۵۱
دوسری قوموں کی عیدیں	۲۵۲
ایک واقعہ	۲۵۳
معذور اور مسجد کوفہ	۲۵۴
فضولیات سے پرہیز	۲۵۴
لطیفہ	۲۵۵
حذیفہ اور حضور کا حکم	۲۵۶
خصائل نبوی	۲۵۸
(۱۱) ماہ ذوالقعدہ کی تقریر	۲۶۰
حضرت صدیق اکبرؓ	۲۶۱
ابو طلحہ انصاری	۲۶۲
حضرت عثمان غنی	۲۶۳
عبداللہ بن جعفر	۲۶۳
کربلا کی قربانیاں	۲۶۴
انصاری عورت	۲۶۵
عمارہ بن زیاد	۲۶۵
واقعہ کعب بن مالک	۲۶۶
دو آدمی	۲۶۹
(۱۲) ماہِ ذوالحج کی تقریر	۲۷۱
دو چیزیں	۲۷۲
اولاد	۲۷۳
دعا	۲۷۴
واقعہ مُلا طاہر لاہوری	۲۷۴
توشہ ختم ہو گیا	۲۷۵
قافلہ	۲۷۶
قربانی	۲۷۷
حضرت جبریل	۲۸۰
ایک نکتہ	۲۸۱
عظیم یادگار	۲۸۱
خطبۂ وداع	۲۸۲
سیدِ عالم کا طواف	۲۸۴
مقام ابراہیم	۲۸۵
سعی	۲۸۵
منیٰ کو روانگی	۲۸۶
عرفات	۲۸۶
مزدلفہ کو روانگی	۲۸۶
منیٰ کو واپسی	۲۸۷
مکہ کو واپسی	۲۸۸

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبات

جمعہ، عید الفطر، عید الاضحیٰ

جمعہ کا پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ فَضَّلَ سَيِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ جَمِيْعًا وَّاَقَامَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِلْمُذْنِبِيْنَ شَفِيْعًا فَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى كُلِّ مَنْ هُوَ مَحْبُوْبٌ وَّمَرْضِىٌّ لَدَيْهِ صَلٰوةً تَبْقٰى وَتَدُوْمُ بِدَوَامِ الْمُلْكِ الْحَيِّ الْقَيُّوْمِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

اَمَّا بَعْدُ

Marfat.com

فَیَاۤاَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ رَحِمَنَا وَرَحِمَکُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اُوْصِیْکُمْ وَنَفْسِیْ بِتَقْوَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِی السِّرِّ وَالْاِعْلَانِ فَاِنَّ التَّقْوٰی سَنَامُ ذُرَی الْاِیْمَانِ وَاذْکُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ کُلِّ شَجَرٍ وَّحَجَرٍ وَّاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ فَاِنَّ السُّنَنَ هِیَ الْاَنْوَارُ وَزَیِّنُوْا قُلُوْبَکُمْ بِحُبِّ هٰذَا النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِیْمِ فَاِنَّ الْحُبَّ هُوَ الْاِیْمَانُ کُلُّهٗ اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهٗ اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهٗ اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهٗ رَزَقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی وَاِیَّاکُمْ حُبَّ حَبِیْبِهٖ هٰذَا النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ اَکْرَمُ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِیْمِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ط وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ط بَارَکَ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمْ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ وَنَفَعَنَا وَاِیَّاکُمْ بِالْاٰیٰتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ ط اِنَّهٗ تَعَالٰی مَلِکٌ کَرِیْمٌ جَوَادٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ط اَقُوْلُ قَوْلِیْ هٰذَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِیْ وَلَکُمْ وَلِسَآئِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

یہ خطبہ پڑھ کر قرآن مجید کی تین آیات کا اندازہ بیٹھے پھر اُٹھ کر دوسرا خطبہ جمعہ شروع کرے۔

Marfat.com

Marfat.com

جمعہ کا دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ اَبَدًا لَا سِیَّمَا عَلٰٓی اَوَّلِھِمْ بِالتَّصْدِیْقِ وَاَفْضَلِھِمْ بِالتَّحْقِیْقِ الْمَوْلَی الْاِمَامِ الصِّدِّیْقِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَلٰٓی اَعْدَلِ الْاَصْحَابِ مُزَیِّنِ الْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَابِ الْمُوَافِقِ رَاْیُہٗ بِالْوَحْیِ وَالْکِتَابِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَغَیْظِ الْمُنَافِقِیْنَ وَاِمَامِ الْمُجَاھِدِیْنَ فِیْ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَلٰی جَامِعِ الْقُرْاٰنِ کَامِلِ الْحَیَآءِ وَالْاِیْمَانِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَصَدِّقِیْنَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَبِیْ عَمْرٍو عُثْمَانَ

بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَعَلٰى اَسَدِ اللّٰهِ الْغَالِبِ اِمَامِ
الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَاِمَامِ الْوَاصِلِيْنَ اِلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَبِى الْحَسَنِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِىْ
طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى ابْنَيْهِ الْكَرِيْمَيْنِ
السَّعِيْدَيْنِ الشَّهِيْدَيْنِ الْقَمَرَيْنِ الْمُنِيْرَيْنِ الطَّاهِرَيْنِ الطَّيِّبَيْنِ
الطَّاهِرَيْنِ سَيِّدَيْنَا اَبِىْ مُحَمَّدِنِ الْحَسَنِ وَاَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْنِ
وَعَلٰى اُمِّهِمَا سَيِّدَةِ النِّسَاءِ الْبَتُوْلِ الزَّهْرَاءِ فَلْذَةِ كَبِدِ خَيْرِ
الْاَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهَا وَابْنَيْهَا وَعَلٰى عَمَّيْهِ الشَّرِيْفَيْنِ
الْمُطَهَّرَيْنِ مِنَ الْاَدْنَاسِ سَيِّدَيْنَا اَبِىْ عُمَارَةِ حَمْزَةَ وَاَبِى
الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ وَعَلٰى سَائِرِ فِرَقِ الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ وَعَلَيْنَا
مَعَهُمْ يَا اَهْلَ التَّقْوٰى وَاَهْلَ الْمَغْفِرَةِ اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ
سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ
اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ رَبَّنَا يَا مَوْلٰنَا وَاجْعَلْنَا
مِنْهُمْ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ رَبَّنَا
يَا مَوْلٰنَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ عِبَادَ اللّٰهِ ط رَحِمَكُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ
يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ

Marfat.com

الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَلَذِكْرُ
اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى وَاَوْلٰى وَاَجَلُّ وَاَعَزُّ وَاَعْظَمُ وَاَكْبَرُ ۝

خطبۂ عید الفطر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدَ الشَّاكِرِيْنَ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا نَقُوْلُ وَخَيْرًا مِّمَّا
نَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَعْدَ كُلِّ
شَيْءٍ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَعَ كُلِّ شَيْءٍ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا يَنْبَغِيْ
بِجَلَالِ وَجْهِهِ الْكَرِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا حَمِدَهُ
الْاَنْبِيَآءُ وَالْمُرْسَلُوْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَعِبَادُ اللّٰهِ
الصّٰلِحُوْنَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَاَفْضَلُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ وَاَزْكٰى
تَحِيَّاتِ اللّٰهِ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِ اللّٰهِ وَسِرَاجِ اُفُقِ اللّٰهِ وَقَاسِمِ رِزْقِ
اللّٰهِ وَاِمَامِ حَضْرَةِ اللّٰهِ وَزِيْنَةِ عَرْشِ اللّٰهِ وَعَرُوْسِ مَمْلَكَةِ
اللّٰهِ ۝ نَبِيِّ الْاَنْبِيَآءِ عَظِيْمِ الرَّجَآءِ عَمِيْمِ الْجُوْدِ وَالْعَطَآءِ مَاحِي
الذُّنُوْبِ وَالْخَطَآءِ حَبِيْبِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ اَلَّذِيْ
كَانَ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَآءِ ۝ نَبِيِّ الْحَرَمَيْنِ اِمَامِ
الْقِبْلَتَيْنِ سَيِّدِ الْكَوْنَيْنِ وَسِيْلَتِنَا فِي الدَّارَيْنِ صَاحِبِ
قَابَ قَوْسَيْنِ الْمُزَيَّنِ بِكُلِّ زَيْنٍ اَلْمُنَزَّهِ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ وَّشَيْنٍ

Marfat.com

جَدِّ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ دُرِّ اللّٰهِ الْمَكْنُوْنِ سِرِّ اللّٰهِ الْمَخْزُوْنِ
نُوْرِ الْاَفْئِدَةِ وَالْعُيُوْنِ سُرُوْرِ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْنِ عَالِمِ مَا كَانَ
وَمَا يَكُوْنُ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اَكْرَمِ الْاَوَّلِيْنَ وَ
الْاٰخِرِيْنَ قَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ مَعْدَنِ اَنْوَارِ اللّٰهِ وَ مَخْزَنِ
اَسْرَارِ اللّٰهِ وَخَزَائِنِ رَحْمَةِ اللّٰهِ نَبِيِّنَا وَحَبِيْبِنَا وَشَفِيْعِنَا وَغَيْثِنَا
وَغِيَاثِنَا وَمُغِيْثِنَا وَعَوْنِنَا وَمُعِيْنِنَا وَوَكِيْلِنَا وَكَفِيْلِنَا سَيِّدِنَا وَ
مَوْلٰنَا وَمَلْجَائِنَا وَمَاْوٰنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَعَلٰى
اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَ اَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ
اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ الْمُعَظَّمِيْنَ وَاَوْلِيَاءِ مِلَّتِهِ الْكَامِلِيْنَ
الْعَارِفِيْنَ وَعُلَمَاءِ اُمَّتِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْمُرْشِدِيْنَ عَلَيْنَا مَعَهُمْ
يَاَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ
اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا فَرْدًا قَيُّوْمًا مَّلِكًا جَبَّارًا
لِّلذُّنُوْبِ غَفَّارًا وَّلِلْعُيُوْبِ سَتَّارًا وَّ اَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلٰنَا
مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ
عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ
اَكْبَرُ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط

Marfat.com

اَمَّا بَعْدُ

فَيَا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ رَحِمَنَا وَرَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِعْلَمُوْا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ ط اَلَا وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ الْاِفْطَارِ فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَآءِ الرَّحْمٰنِ اَلَا وَاِنَّ فِى الْجَنَّةِ بَابًا يُّقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُهٗ اِلَّا الصَّآئِمُوْنَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِى الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ط اِنَّهٗ تَعَالٰى مَلِكٌ كَرِيْمٌ جَوَادٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ط اَقُوْلُ قَوْلِىْ هٰذَا وَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِىْ وَلَكُمْ وَلِسَآئِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط

دوسرا خطبہ شروع کرنے سے پہلے امام منبر پر کھڑے کھڑے سات بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ آہستہ کہے یہی سنّت ہے۔

عید الفطر کا دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ ط وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا

مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ط وَ
نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ط وَنَشْهَدُ
اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ بِالْهُدٰى
وَدِيْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ
اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَبَدًا اَلَا سِيَّمَا عَلٰى اَوَّلِهِمْ
بِالتَّصْدِيْقِ وَاَفْضَلِهِمْ بِالتَّحْقِيْقِ الْمَوْلَى الْاِمَامِ الصِّدِّيْقِ اَمِيْرِ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِمَامِ الْمُشَاهِدِيْنَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا
الْاِمَامِ اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ط وَعَلٰى اَعْدَلِ
الْاَصْحَابِ مُزَيِّنِ الْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَابِ الْمُوَافِقِ رَأْيُهٗ بِالْوَحْيِ وَ
الْكِتَابِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَغَيْظِ
الْمُنَافِقِيْنَ اِمَامِ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَبِيْ حَفْصٍ
عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَعَلٰى جَامِعِ الْقُرْاٰنِ
كَامِلِ الْحَيَاءِ وَالْاِيْمَانِ مُجَهِّزِ جَيْشِ الْعُسْرَةِ فِيْ رِضَى الرَّحْمٰنِ
سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِمَامِ الْمُتَصَدِّقِيْنَ
لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَبِيْ عَمْرٍو عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
عَنْهُ وَعَلٰى اَسَدِ اللّٰهِ الْغَالِبِ اِمَامِ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ حَلَّالِ
الْمُشْكِلَاتِ وَالنَّوَائِبِ دَفَّاعِ الْمُعْضِلَاتِ وَالْمَصَائِبِ اَخِ الرَّسُوْلِ

وَزَوجِ الْبَتُولِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْإِمَامِ اَمِيْرِ الْمُوْمِنِيْنَ وَاِمَامِ
الْوَاصِلِيْنَ اِلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَبِى الْحَسَنِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِىْ طَالِبٍ
كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ ۙ وَعَلٰى ابْنَيْهِ الْكَرِيْمَيْنِ السَّعِيْدَيْنِ
الشَّهِيْدَيْنِ الْقَمَرَيْنِ الْمُنِيْرَيْنِ النَّيِّرَيْنِ الزَّاهِرَيْنِ الْبَاهِرَيْنِ
الطَّيِّبَيْنِ الطَّاهِرَيْنِ سَيِّدَيْنَا اَبِىْ مُحَمَّدِنِ الْحَسَنِ وَاَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ
الْحُسَيْنِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَعَلٰى اُمِّهِمَا سَيِّدَةِ النِّسَآءِ الْبَتُوْلِ
الزَّهْرَآءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسَلَامُهُ عَلٰى اَبِيْهَا الْكَرِيْمِ وَعَلَيْهَا
وَعَلٰى بَعْلِهَا وَابْنَيْهَا وَعَلٰى عَمَّيْهِ الشَّرِيْفَيْنِ الْمُطَهَّرَيْنِ مِنَ الْاَدْنَاسِ
سَيِّدَيْنَا اَبِىْ عُمَارَةَ حَمْزَةَ وَاَبِى الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى
عَنْهُمَا وَعَلٰى سَآئِرِ فِرَقِ الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۙ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ۙ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۙ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ۙ
اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَ دِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۙ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ رَبَّنَا يَا مَوْلٰنَا
وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
رَبَّنَا يَا مَوْلٰنَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۙ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۙ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ۙ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۙ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ۙ اِنَّ اللّٰهَ

Marfat.com

يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ط وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى أَعْلٰى وَأَوْلٰى وَأَجَلُّ وَأَعَزُّ وَأَهَمُّ وَأَتَمُّ وَأَعْظَمُ وَأَكْبَرُ ط

خطبہ عید الاضحیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدَ الشّٰاكِرِيْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا نَقُوْلُ وَخَيْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَعَ كُلِّ شَيْءٍ ط وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَبْقٰى رَبُّنَا وَيَفْنٰى كُلُّ شَيْءٍ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا يَنْبَغِيْ لِجَلَالِ وَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَعَظِيْمِ سُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا حَمِدَهُ الْأَنْبِيَاءُ وَالْمُرْسَلُوْنَ وَالْمَلٰئِكَةُ وَالْمُقَرَّبُوْنَ وَعِبَادُ اللّٰهِ الصّٰلِحُوْنَ وَخَيْرًا مِّنْ كُلِّ ذٰلِكَ كَمَا حَمِدَ نَفْسَهُ فِيْ كِتَابِهِ الْمَكْنُوْنِ ط اَللّٰهُ أَكْبَرُ ط اَللّٰهُ أَكْبَرُ ط لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ط اَللّٰهُ أَكْبَرُ ط وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَأَفْضَلُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ط وَأَكْمَلُ تَسْلِيْمَاتِ اللّٰهِ ط وَأَزْكٰى تَحِيَّاتِ اللّٰهِ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِ اللّٰهِ وَسِرَاجِ أُفُقِ اللّٰهِ وَقَاسِمِ رِزْقِ اللّٰهِ ط وَإِمَامِ حَضْرَةِ اللّٰهِ وَزِيْنَةِ عَرْشِ اللّٰهِ وَعُرُوْسِ مَمْلَكَةِ اللّٰهِ ط نَبِيِّ الْأَنْبِيَاءِ عَظِيْمِ الرَّجَاءِ عَمِيْمِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاءِ مَاحِي الذُّنُوْبِ وَالْخَطَاءِ حَبِيْبِ رَبِّ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ الَّذِيْ كَانَ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ

وَالْمَاءِ نَبِيِّ الْحَرَمَيْنِ إِمَامِ الْقِبْلَتَيْنِ سَيِّدِ الْكَوْنَيْنِ وَسِيْلَتِنَا فِي
الدَّارَيْنِ صَاحِبِ قَابَ قَوْسَيْنِ الْمُزَيَّنِ بِكُلِّ زَيْنٍ الْمُنَزَّهِ مِنْ
كُلِّ عَيْبٍ وَّشَيْنٍ ط جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ دُرِّ اللّٰهِ الْمَكْنُوْنِ
سِرِّ اللّٰهِ الْمَخْزُوْنِ نُوْرِ الْاَفْئِدَةِ وَالْعُيُوْنِ سُرُوْرِ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْنِ
عَالِمِ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ اَكْرَمِ
الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ قَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ مَعْدَنِ اَنْوَارِ اللّٰهِ ط مَخْزَنِ
اَسْرَارِ اللّٰهِ وَخَزَآئِنِ رَحْمَةِ اللّٰهِ وَمَوَائِدِ نِعْمَةِ اللّٰهِ نَبِيِّنَا وَ
حَبِيْبِنَا وَشَفِيْعِنَا وَمَلِيْكِنَا وَغَوْثِنَا وَغَيْثِنَا وَغِيَاثِنَا وَمُغِيْثِنَا وَعَوْنِنَا
وَمُعِيْنِنَا وَوَكِيْلِنَا وَكَفِيْلِنَا سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا وَمَلْجَانَا وَمَاْوٰنَا مُحَمَّدٍ
رَّسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَعَلٰۤى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَ
اَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَعِتْرَتِهِ الْمُكَرَّمِيْنَ
الْمُعَظَّمِيْنَ وَاَوْلِيَآءِ مِلَّتِهِ الْكَامِلِيْنَ الْعَارِفِيْنَ وَعُلَمَآءِ اُمَّتِهِ
الرَّاشِدِيْنَ الْمُرْشِدِيْنَ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ وَلَهُمْ وَفِيْهِمْ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ط
اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهًا
وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا فَرْدًا وِّتْرًا حَيًّا قَيُّوْمًا مَلِكًا جَبَّارًا لِّلذُّنُوْبِ
غَفَّارًا وَّلِلْعُيُوْبِ سَتَّارًا شَهَادَةً تَرْضٰى بِهَا وَجْهُ الرَّحْمٰنِ وَاَشْهَدُ

اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط

اَمَّا بَعْدُ

فَیٰاَیُّہَا الْمُؤْمِنُوْنَ رَحِمَنَا وَرَحِمَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِعْلَمُوْا اَنَّ یَوْمَکُمْ ھٰذَا یَوْمٌ عَظِیْمٌ ط قَالَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَیَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْہِنَّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ ھٰذِہِ الْاَیَّامِ الْعَشْرِ وَقَالَ مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّہٗ لَیَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِہَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِہَا وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِہَا نَفْسًا ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ط وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط بَارَکَ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ ط وَنَفَعَنَا وَاِیَّاکُمْ بِالْاٰیٰتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ ط اِنَّہٗ تَعَالٰی مَلِکٌ کَرِیْمٌ جَوَادٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ط

Marfat.com

یہ پہلا خطبہ پڑھ کر تین آیات کا اندازہ بیٹھے پھر اُٹھ کر دوسرا خطبہ شروع کرے۔

عید الاضحیٰ کا دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ
عَلَیْہِ ط وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا
مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ
اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ
مَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ ط
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ
اَبَدًا لَا سِیَّمَا عَلٰٓی اَوَّلِھِمْ بِالتَّصْدِیْقِ وَاَفْضَلِھِمْ بِالتَّحْقِیْقِ الْمَوْلٰی
الْاِمَامِ الصِّدِّیْقِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِمَامِ الْمُشَاھِدِیْنَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی
عَنْہُ ط وَعَلٰٓی اَعْدَلِ الْاَصْحَابِ مُزَیِّنِ الْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَابِ الْمُوَافِقِ
رَاْیُہٗ بِالْوَحْیِ وَالْکِتَابِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ
وَغَیْظِ الْمُنَافِقِیْنَ اِمَامِ الْمُجَاھِدِیْنَ فِیْ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَبِیْ حَفْصٍ
عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَلٰی جَامِعِ الْقُرْاٰنِ
کَامِلِ الْحَیَاءِ وَالْاِیْمَانِ مُجَھِّزِ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ فِیْ رِضَی الرَّحْمٰنِ
سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَصَدِّقِیْنَ

Marfat.com

27521

لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَبِیْ عَمْرٍو عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَ
عَلٰی اَسَدِ اللّٰہِ الْغَالِبِ اِمَامِ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ حَلَّالِ الْمُشْکِلَاتِ
وَالنَّوَائِبِ دَفَّاعِ الْمُعْضَلَاتِ وَالْمَصَائِبِ اَخِ الرَّسُوْلِ وَزَوْجِ
الْبَتُوْلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِمَامِ
الْوَاصِلِیْنَ اِلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَبِی الْحَسَنِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ
کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْمِ ط وَعَلٰی ابْنَیْہِ الْکَرِیْمَیْنِ
السَّعِیْدَیْنِ الشَّہِیْدَیْنِ الْقَمَرَیْنِ الْمُنِیْرَیْنِ النَّیِّرَیْنِ الزَّاہِرَیْنِ
الْبَاہِرَیْنِ الطَّیِّبَیْنِ الطَّاہِرَیْنِ سَیِّدِیْنَا اَبِیْ مُحَمَّدِنِ الْحَسَنِ وَ
اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ط وَعَلٰی اُمِّہِمَا
سَیِّدَۃِ النِّسَآءِ الْبَتُوْلِ الزَّہْرَآءِ فَلْذَۃِ کَبِدِ خَیْرِ الْاَنْبِیَآءِ صَلَوَاتُ
اللّٰہِ تَعَالٰی وَسَلَامُہٗ عَلٰی اَبِیْہَا الْکَرِیْمِ وَعَلَیْہَا وَعَلٰی بَعْلِہَا وَابْنَیْہَا
وَعَلٰی عَمَّیْہِ الشَّرِیْفَیْنِ الْمُطَہَّرَیْنِ مِنَ الْاَدْنَاسِ سَیِّدِیْنَا اَبِیْ عُمَارَۃَ
حَمْزَۃَ وَاَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَعَلٰی سَائِرِ
فِرَقِ الْاَنْصَارِ وَالْمُہَاجِرَۃِ وَعَلَیْنَا مَعَہُمْ یَا اَہْلَ التَّقْوٰی وَاَہْلَ
الْمَغْفِرَۃِ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط
اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط اَللّٰہُمَّ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَ دِیْنَ سَیِّدِنَا
وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ

Marfat.com

اَجْمَعِیْنَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ رَبَّنَا یَا مَوْلٰنَا وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاخْذُلْ
مَنْ خَذَلَ دِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ
عَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ رَبَّنَا یَا مَوْلٰنَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ ط
اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط عِبَادَ اللّٰهِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ
بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ
الْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی
اَعْلٰی وَاَوْلٰی وَاَجَلُّ وَاَعَزُّ وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ وَاَعْظَمُ وَاَكْبَرُ ط

Marfat.com

ماہِ محرّم کی تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ ط وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَا ضِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ لَا مِثْلَ لَهٗ وَلَا مُمَاثِلَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلٰنَا طَبِيْبَنَا وَطَبِيْبَ قُلُوْبِنَا شَفِيْعَنَا وَشِفَاءَ صُدُوْرِنَا قُرَّتَنَا وَقُرَّةَ عُيُوْنِنَا مَطْلُوْبَنَا مَحْبُوْبَنَا مَوْجُوْدَنَا وَمَقْصُوْدَنَا وَاَعْلٰنَا وَاَوْلٰنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط

اَمَّا بَعْدُ

فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي الْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ط (پ ۲، رکوع ۳)

اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے خاص فضل و کرم سے ہمیں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں پیدا فرما کر ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا۔ اس مقدس آیہ کریمہ میں، جو تلاوت کی گئی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ان محبوب بندوں کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے اپنی عزیز ترین جانوں کو اس کی راہ میں قربان کر دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"وہ لوگ جو میرے راستے میں قتل کیے جائیں اُنھیں مُردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کو سمجھ نہیں سکتے۔"

اس آیہ کریمہ میں فرمایا: "مردہ مت کہو۔" اور دُوسری آیہ کریمہ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (پ ۴، رکوع ۸)

"وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں اُنھیں مردہ گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس انھیں رزق ملتا ہے۔"

وہ شہید ہیں، انھوں نے اپنی فانی جانوں کو قربان کیا تو حیاتِ ابدی مل گئی، فانی دی اور جاودانی زندگی حاصل کی۔ کتنا اچھا سودا ہے، فانی دو اور باقی لو، ناقص دو اور کامل لو، ادنیٰ دو اور اعلیٰ لو۔ یہ سودا صرف اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے اور پھر فانی جان بھی تو اُسی کی دی ہوئی ہے۔ اپنی دی ہوئی چیز کو واپس لے کر پھر اسی پر شاندار بدلہ دیتا ہے ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ ماہ محرم الحرام ہے اور اس ماہ کی دسویں تاریخ کو جو جانیں اللہ کی راہ میں کرب و بلا کے تپتے ہوئے صحرا میں قربان کی گئیں، تاریخِ عالم ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جوان علی اکبر کا لاشہ سامنے تڑپ رہا ہے عون و محمد خاک و خون میں غلطان ہیں، زہرا کا لعل، مصطفیٰ کا نورِ نظر، شہزادہ گلگوں قبا، راکبِ دوشِ مصطفیٰ ننھے معصوم علی اصغر کو گود میں اُٹھائے لیے آ رہے ہیں۔ ظلم کا تیر علی اصغر کے پیاسے حلق کو چیرتا ہوا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے بازو کو چھیدتا ہوا پار گزر جاتا ہے گرتا ہوا خون امام عالی مقام چُلّو میں اٹھاتے ہیں اور آسمان

Marfat.com

کی طرف پھینک کر عرض کرتے ہیں،

"یا اللہ! یہ تو ایک علی اصغر ہے اگر ہزار علی اصغر ہوں تو ایک ایک کر کے تیرے نام پر قربان کرتا چلا جاؤں، اگر تیری رضا اسی میں ہے تو حسین بھی یونہی راضی ہے۔"

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

ماہِ محرم کی بہت بڑی فضیلت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا یہ اچھا دن ہے، اِسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں سے نجات دی اور انہوں نے روزہ رکھا۔ اس وقت حضور علیہ السلام نے فرمایا: "تم سے زیادہ ہم موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے ہیں" پس آپ نے روزہ رکھا اور رکھنے کا حکم فرمایا۔

حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "فرضیتِ رمضان سے قبل عاشورے کے دن روزہ رکھا جاتا تھا جب رمضان نازل ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اب جو چاہے عاشورے کا روزہ رکھے اور جو نہ چاہے نہ رکھے۔"

حضرت ابن عباس اور ام المومنین رضی اللہ عنہم کی ان دو روایتوں کے بعد ایک روایت امیر المومنین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بھی سماعت فرمایئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اگر تم ماہِ رمضان کے علاوہ روزہ رکھنا چاہتے ہو تو عاشورے کا روزہ رکھو۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، اس میں ایک دن ایسا ہے جس میں ایک قوم کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور دُوسری قوم کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (اور حضور علیہ السلام نے لوگوں کو رغبت دلائی کر) عاشورہ کے دن توبۃ النصوحاً کی تجدید کریں اور قبول توبہ کے خواستگار ہوں۔ پس جس نے اس دن اللہ عزّوجل سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ ویسے ہی

قبول فرمائے گا جس طرح ان سے پہلوں کی توبہ قبول کی"۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے ابنِ عباس سے ذکر کیا کہ محرم کی دسویں تاریخ وہ تاریخ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ حضرت ادریس کو بلند مرتبہ پر فائز کیا۔ اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو ٹھنڈا کیا۔ اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی سے اتارا، اور اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام اسی دن قید خانے سے باہر آئے اور یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس آئی اور اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا گیا۔ بنی اسرائیل کے لیے دریا بھی اسی دن پھاڑا گیا۔ جو شخص اس دن کا روزہ رکھے چالیس سال کا کفارہ ہوگا۔ جس نے شبِ عاشورہ کو عبادت کی گویا اس نے ساتوں آسمان والوں کے برابر عبادت کی۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ محرم الحرام کی شان بہت بلند ہے۔

نکتہ یہ اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، اس کی دسویں تاریخ کو قربانی ہے اور ذوالحج اسلامی سال کا آخری مہینہ ہے اس کی دسویں تاریخ کو بھی قربانی ہے ہم مسلمانوں کا سال شروع بھی قربانی سے ہوتا ہے اور ختم بھی قربانی پر، آغاز بھی قربانی اور انتہا بھی قربانی۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں: ؎

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

○

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنیِ ذبحِ عظیم آید پسر

ڈاکٹر اقبالؒ نے ذبحِ عظیم سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ۔

"اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچا لیا"۔

Marfat.com

چشمِ فلک کو یہ منظر کبھی نہیں بھول سکتا۔ باپ نے بیٹے کے گلے پر چھری رکھ دی، زمین کانپ اُٹھی، پہاڑوں کے دل دہل گئے، بیٹا بھی کتنا سعادت مند ہے عرض کرتا ہے، ابا جان! آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہاتھ رُک جائیں اور میں اِس سعادت سے محروم ہو جاؤں ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

ابا جی! دیر نہ کیجئے سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ "خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔" ؎

آپ اس عاجز کو صابر پاؤ گے
سُرخرو پیشِ خدا تم جاؤ گے

خلیل اللہ بیٹے کے گلے پر چھری چلاتے ہیں پروردگارِ عالم نے دونوں کا یہ منظر دیکھ کر فرمایا؛ یَآاِبْرَاهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۰ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۰ "اے ابراہیم! بے شک تُو نے خواب سچا کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو اور ہم نے ایک بہت بڑا ذبیحہ فدیہ میں دے کر اسے بچا لیا۔"

اِدھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسمٰعیل کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہے ہیں اُدھر حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں، بھانجوں، بھتیجوں کو ساتھ لئے میدانِ کرب و بلا میں پہنچ چکے ہیں اور ایک ایک کو اپنے دستِ مبارک سے تیار فرما کر میدانِ کربلا میں روانہ فرما رہے ہیں۔ قبل اس کے کہ میں شہادت بیان کروں دو باتیں قابلِ غور ہیں انھیں سماعت فرمائیے۔

پہلی بات یہ ہے کہ جب شہید کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو اسے دیدارِ الٰہی نصیب ہو جاتا ہے۔

اور دُوسری بات یہ ہے کہ شہید کے جسم پر کسی قسم کا بھی زخم آئے تو اسے قطعاً کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

ایک شخص نے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا عقل تسلیم نہیں کرتی کہ جسم کٹ جائے

اور تکلیف نہ ہو۔ جب بھی جسم کاٹا جائے گا درد اور تکلیف ضرور ہوگی۔ آپ نے اس کو قرآن کریم سے سورۂ یوسف کا بیان سنایا۔ مصر کی عورتیں زلیخا کے گھر مہمان ہیں اور کھانا کھانے کے بعد زلیخا کو طعنے دے رہی ہیں تو شہزادی اور یوسف بردہ ہے، غلام ہے، اس پر عاشق ہوگئی ہے۔ زلیخا نے کہا اگر تم میرے یوسف کو ایک نظر دیکھ لو تو پھر کبھی طعن میں زبان نہ کھول سکوگی۔ عورتوں نے کہا آج ہم یوسف کو دیکھنا چاہتی ہیں۔ زلیخا نے یوسف علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام تشریف لائے۔ جب ان کی نگاہیں یوسف علیہ السلام کے چہرے پر پڑیں قرآن کریم فرماتا ہے:

فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًاؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ ۔ (پ ۱۲، ع ۱۴)

"جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا اس کی بڑائی بولنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بولیں اللہ کو پاکی ہے یہ تو جنسِ بشر سے نہیں، یہ تو نہیں، مگر کوئی معزز فرشتہ۔"

مصر کی عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور انہیں قطعاً کوئی تکلیف نہ ہوئی حالانکہ ہاتھ کٹ رہے ہیں۔ وجہ یہ تھی کہ سامنے یوسف علیہ السلام موجود تھے اور یوسف علیہ السلام کے جمال میں اس قدر محو تھیں کہ جسم کٹ گیا اور کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ آپ اندازہ فرمائیں یوسف سامنے ہو تو تکلیف نہ ہو اور اگر خالقِ یوسف سامنے ہو تو درد کیسے ہو سکتا ہے۔ جب شہید کے جسم پر دشمن کی تلوار چلتی ہے تو دیدارِ الٰہی نصیب ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ شہید کو زخموں کی درد نہیں ہوتی۔ یہاں ایک بات ضمناً عرض کرتا ہوں۔ مصر کی عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ہاتھ کاٹ لئے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَوَاحِيُ زُلَيْخَا لَوْ رَاَيْنَ جَبِيْنَهٗ لَاٰثَرْنَ بِالْقَطْعِ الْقُلُوْبَ عَلَى الْاَيْدِيْ ۔ (زرقانی)

"اگر مصر کی عورتیں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتیں تو ہاتھ کاٹنے کی بجائے اپنے دل کاٹ کر رکھ دیتیں۔"

اعلیٰحضرت امام اہلسنت وجماعت مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

Marfat.com

حُسنِ یُوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

مصر کی عورتیں ہیں، عرب کے مرد ہیں۔ اِدھر انگلیاں ہیں اُدھر سر ہیں۔ اِدھر انگلیاں کٹ رہی ہیں اُدھر سر کٹائے جا رہے ہیں۔ کٹنا بغیر الاختیار ہے اور کٹانا بالاختیار ہے۔ کٹ جانا کوئی بڑی بات نہیں مگر کٹانا مشکل ہوتا ہے۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ شہید کو شہادت کے وقت چونکہ زیارتِ خداوندی نصیب ہوتی ہے اور وہ اس میں اتنا محو و مستغرق ہوتا ہے کہ چاہے گھوڑے ٹینک اس کے جسم کو روندتے چلے جائیں مگر اسے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

جنت میں لذت نہیں شہید جب جنت میں جائے گا تو عرض کرے گا "اے ربِ کریم! میں نے تیری جنت دیکھ لی ہے، اس کے میوے کھا لئے، نہروں سے دودھ، شہد وغیرہ پی لیا۔ مگر یا اللہ! مجھے تیری جنت میں لذت نہیں آئی"۔ پروردگارِ عالم فرمائے گا "اے میری راہ میں جان قربان کرنے والے! میری جنت میں کس چیز کی کمی ہے وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ " اور جو تم خواہش کرو اس میں موجود ہے"۔ شہید عرض کرے گا یا اللہ! مجھے وہ لذت جو میدانِ جہاد میں دشمن کی تلوار کی دھار کے نیچے آئی تھی یہاں نہیں ملتی۔ میری خواہش ہے کہ مجھے پھر دُنیا میں واپس بھیج دیا جائے، پھر میدانِ جہاد ہو، دشمن کی تلوار ہو اور میری گردن ہو، میرا جسم ہو اور دشمن کے گھوڑے۔ پھر تیری راہ میں اُقتَلُ قتل کیا جاؤں ثُمَّ اُحْیٰ پھر زندہ کیا جاؤں ثُمَّ اُقتَلُ پھر قتل کیا جاؤں، یہ عمل مجھے تیری جنت سے پیارا ہے"۔

شہید کے خون کے ایک ایک قطرے کے عوض حضور علیہ السلام کی اُمت کے ستر ستر ہزار گنہگار بخش دیے جائیں گے۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی راہ میں شہادت نصیب فرمائے آمین

شہادتِ عظمیٰ جب محرم کا مہینہ آتا ہے تو دلوں کے اندر جذبۂ شہادت موجزن ہوتا ہے اور اس شہادتِ عظمیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور وہ قربانیاں سامنے آجاتی ہیں جن کی گواہی آج بھی کربلا کی تپتی ہوئی ریت کے ذرّے دے رہے ہیں۔ مختصر سا قافلہ ہے اور اس قافلے کا رہنما وہ ہے جسے دیکھ کر سیّدِ عالم فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حسین سے جنّت کی خوشبو آتی ہے۔

سواری کتنی اچھی ہے

ایک دن سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے، دیکھا کہ شہزادہ حسین حضور علیہ السلام کے مبارک کاندھوں پر سوار ہیں۔ فاروقِ اعظم نے کہا: "نِعْمَ الْمَرْکَبُ کتنی اچھی سواری ہے" یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نِعْمَ الرَّاکِبُ سوار بھی کتنا اچھا ہے"

امام حسینؓ کے منہ میں حضورؐ نے لعابِ دہن ڈالا

کربلا کے اس عظیم شہید کی فضیلت میں ایک اور حدیث سنیے۔ امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو اپنی کتاب "الاصابہ" میں نقل فرمایا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَبْصَرَتْ عَیْنَایَ ھَاتَانِ وَسَمِعَتْ اُذُنَایَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ اٰخِذٌ بِکَفَّیْ حُسَیْنٍ وَقَدَمَاہُ عَلٰی قَدَمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَھُوَ یَقُوْلُ تَرَقَّ تَرَقَّ قَالَ فَرَقَی الْغُلَامُ حَتّٰی وَضَعَ قَدَمَیْہِ عَلٰی صَدْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ فَاکَ ثُمَّ تَفَلَ ثُمَّ قَبَّلَہٗ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَحِبَّہٗ فَاِنِّیْ اُحِبُّہٗ۔

ابوہریرہ فرماتے ہیں میری ان آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا کہ حضور علیہ السلام حضرت حسین علیہ السلام کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے اور حسینؓ نے پاؤں حضور کے پاؤں پر رکھے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے اے ننھے قدموں والے! چڑھ آ، چڑھ آ۔ چنانچہ شہزادہ حسین جسم اطہر پر چڑھنے لگے یہاں تک کہ اپنے قدم حضور کے سینے پر رکھ دیے۔ پس حضورؐ نے فرمایا منہ کھول۔ پھر آپ نے لعابِ دہن ڈالا اور منہ چوم لیا۔ پھر کہا اے اللہ! اسے محبوب رکھ کیونکہ میں اسے محبوب رکھتا ہوں۔"

آپ اندازہ فرمائیں جس کی تربیت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں ہو، جس کے منہ میں مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا لعابِ دہن ہو اس کی شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

تربیتِ حسین رضی اللہ عنہ

تربیت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ زکوٰۃ کی کھجوروں کا ٹوکرا رکھا تھا شہزادہ حسین کے بچپن کا زمانہ تھا ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی تو حضور علیہ السلام نے فوراً انگلی ڈال کر کھجور نکال دی اور فرمایا کخ کخ چھی چھی

Marfat.com

(یعنی ناپاک ہے مت کھا) کیونکہ زکوٰۃ کا مال سادات پر حرام ہے۔

حضرت امام حسین سات سال، سات ماہ اور سات دن تک حضور علیہ السلام کے سایۂ شفقت میں رہے۔ اس تربیت نے آپ کو علم وفضل، شجاعت، سخاوت، ہمت ورافت، تقویٰ و طہارت اور زہد و ورع کی مکمل تصویر بنا دیا۔ یہاں میں صرف آپ کی شفقت و مہربانی کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔

ایک غلام کا واقعہ

ایک دن آپ کے ہاں چند معزز مہمانوں کی دعوت تھی ایک غلام نے ایک کھانے کا قیمتی برتن لاپروائی میں توڑ دیا آپ نے اس کی طرف غصہ سے دیکھا۔ وہ غلام قرآن کریم کا عالم تھا اس نے فوراً یہ آیت پڑھی "وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ مومن غصہ کو پی جانے والے ہیں"۔ یہ سن کر امام حسین نے فرمایا، كَظَمْتُ غَيْظِي میں نے غصہ کو پی لیا"۔ پھر اس غلام نے آیت کا اگلا حصہ تلاوت کیا" وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ اور لوگوں کو معاف کرنے والے"۔ آپ نے فرمایا" عَفَوْتُ عَنْكَ میں نے تجھے معاف کر دیا"۔ غلام نے آیت پوری کرتے ہوئے پڑھا" وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔ آپ نے فرمایا" میں نے تجھے اللہ کے لیے آزاد کر دیا"۔

امام حسین نے آنکھیں کھولیں تو رسولِ خدا کی نمازیں، علی المرتضیٰ کے سجدے اور فاطمۃ الزہرا کی تلاوتیں سامنے تھیں۔ پھر ساری عمر اسی ذوق میں کٹی، حتیٰ کہ تیروں کی بارشیں، نیزوں کی انیاں اور تلواروں کی دھاریں بھی اس سر کو بارگاہِ ایزدی میں جھکنے سے باز نہ رکھ سکیں ؎

لگا دی ہے مرے محبوب نے ایسی لگن مجھ کو
گزاروں گا اسی لذت میں باقی کی عمر اپنی

علامہ اقبالؒ کا خراجِ عقیدت

شہزادہ حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں علامہ اقبالؒ کے چند اشعار سنیے:۔ ؎

آں امامِ عاشقاں پورِ بتول — سروِ آزادی ز بستانِ رسول
بہرِ آں شہزادۂ خیر الملل — دوشِ ختم المرسلین نعم الجمل
موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید — ایں دو قوت از حیات آید پدید

Marfat.com

زندہ حق از قوتِ شبیری است — باطل آخر داغِ حسرت میری است
بر زمینِ کربلا بارید و رفت — لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تا قیامت قطعِ استبداد کرد — موجِ خونِ او چمن ایجاد کرد
بہرِ حق در خاک و خوں غلطیدہ است — پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است
سرِّ ابراہیم و اسمٰعیل بود — یعنی آں اجمال را تفصیل بود
ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست — پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست
خونِ او تفسیرِ ایں اسرار کرد — ملتِ خوابیدہ را بیدار کرد
نقشِ الا اللہ بر صحرا نوشت — سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت
رمزِ قرآں از حسین آموختیم — ز آتشِ او شعلہ ہا اندوختیم
در نوائے زندگی سوز از حسین — اہلِ حق حریت آموز از حسین

تارِ ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز
زندہ از تکبیرِ او ایماں ہنوز
(رموزِ بیخودی)

شہادت کی خبر

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتھ ہی ان کی شہادت کی خبر مشہور ہو چکی تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میرا فرزند سرزمینِ فرات میں شہید کیا جائے گا۔ میں نے جبریل سے کہا ان کے مقتل کی مٹی لاکر دکھاؤ۔ پس یہ مٹی وہاں سے لائے۔ پھر وہ مٹی حضور علیہ السلام نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دے دی اور فرمایا جب یہ مٹی خون بن جائے گی تو وہ میرے بیٹے کے قتل کا دن ہوگا۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس مٹی کو شیشی میں ڈال لیا۔ جب امامِ عالی مقام ارضِ کربلا میں شہید ہوئے تو وہ مٹی مدینہ پاک میں خون بن گئی۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم باخبر ہوتے ہوئے ایک بار بھی یہ دعا نہیں کرتے کہ یا اللہ! میرے بیٹے حسین سے یہ امتحان دور فرما، بلکہ دعا کرتے ہیں کہ الٰہی! حسین کو اس امتحان میں ثابت قدم رکھ۔ یہی دعا حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ وقت گزرتا گیا اور کربلا کی

مہیب وادیاں قریب آتی گئیں۔

مدینہ طیبہ سے جدائی آخر وقت آیا جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نظر حضرت زہرا کا لختِ جگر شہزادہ گلگوں قبا رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔ روضۂ رسول کی جدائی کون وہ پتھر دل ہے جو برداشت کر سکے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ پاک سے رخصت ہوئے اور زائرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضاؔ اول گیا آخر گیا

شہزادۂ عالی مقام مدینہ پاک سے رخصت ہونے سے قبل رات کو نانا جان کے روضۂ انور پر حاضر ہوتے ہیں اور روضۂ انور سے لپٹ کر زار زار روتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ نانا جان! میں وہی حسین ہوں جس کے لیے ہرنی اپنا بچہ لے کر آئی تھی، میں وہی دلبندِ فاطمہ ہوں جس کا گہوارہ فرشتے جھلاتے تھے، میں وہی شہزادہ ہوں جس کو آپ کندھوں پر سوار فرمایا کرتے تھے۔ یونہی عرض کرتے کرتے آنکھ لگ گئی، دیکھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور آپ کے سرِ مبارک کو گود میں لے کر فرما رہے ہیں "اے لختِ جگر! بہت جلد تو ہم سے آملے گا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تو میرے پاس بھوکا پیاسا جگر لے کر آ رہا ہے، یہ جسمِ نوری خاکِ کربلا سے آلودہ ہوگا، یہ عارض خونِ حلقوم سے رنگین ہوں گے، بیٹا حسین صبر کرنا۔"

تھوڑی دیر بعد آنکھ کھل گئی اور نالہ کناں تربتِ زہرا پر حاضر ہوئے اور عرض کیا "اے اماں جان! آپ کا پیارا حسین حلقوم کٹوانے جا رہا ہے اور آپ سے رخصت ہونے آیا ہے۔" تربتِ زہرا سے آواز آئی: "مشیتِ الٰہیہ میں مجالِ دم زدن نہیں ہے میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

والدہ سے اجازت لے کر آپ واپس تشریف لائے اور مکہ مکرمہ کی طرف کوچ کرنے کی تیاری کرنے لگے

فرزندِ پیغمبر کا مدینے سے سفر ہے
سادات کی بستی کے اجڑنے کی خبر ہے

گلِ صفتِ چمن دہر سے جانے کو چلے ہیں
گھر چھوڑ کے جنگل کو بسانے کو چلے ہیں

رات کی تاریکی چھا چکی تھی، ہر طرف خاموشی ہی خاموشی تھی، یہ وہی مدینہ ہے جہاں نانا جان کے کندھوں پر کھیلا کرتے تھے۔ نیرنگی تقدیر ہے، ۲۷ رجب ۶۰ھ ہے۔ اسی رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے، اور یہی تاریخ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سفر کی ہے اور یہ کربلا کی معراج شہادتِ عظمیٰ کی معراج ہے۔

مکہ پہنچ کر آپ نے شعبِ ابُو طالب میں قیام فرمایا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مقیم رہے جب قریشِ مکہ نے آپ سے بائیکاٹ کیا تھا۔ تمام صحابہ خوش ہیں کہ نواسۂ رسول ہم میں تشریف لائے ہیں مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

کُوفہ والوں کی دعوت

کوفہ والوں نے مسلسل خطوط لکھے، ان خطوط کا مضمون ابنِ خلدون نے ان الفاظ میں لکھا ہے:

"اب ہم پر کوئی امام نہیں آپ آیئے تاکہ آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر جمع کردے۔ اگرچہ نعمان (گورنر کوفہ) شاہی محل میں ہے مگر اس کے ساتھ نہ تو ہم شریکِ جمعہ ہوتے ہیں اور نہ شریکِ عید۔ اگر ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ تشریف لائیں گے تو ہم اس کو اس طرح نکال دیں کہ وہ شام میں ہی جاکر دم لے گا۔"

سینکڑوں چٹھیاں آپ کے پاس پہنچ رہی تھیں ادھر مکہ کرمہ کے اکابر صحابہ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر اور عمرو بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم عرض کر رہے تھے ہم نے سنا ہے آپ عراق جا رہے ہیں ہمیں یقین ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو خطوط لکھے ہیں وہی آپ سے لڑیں گے۔ بلکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کو گلے لگا کر نہایت دردمندانہ مشورہ عرض کیا: "اگر آپ حجاز میں رہ کر حصولِ خلافت کی کوشش کریں تو ہم سب بیعت کریں گے اور آپ کی مدد کریں گے اور آپ کے خیر خواہ رہیں گے۔"

امام مُسلمؓ کی روانگی

اسی اثنا میں کوفہ والوں کے اور پیغام آئے تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا یہ بات طے ہوئی کہ پہلے حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا جائے وہ جاکر

Marfat.com

وہاں کے حالات لکھیں۔ جاتی دفعہ حضرت مسلم بن عقیل اپنے دو معصوم بچوں محمد اور ابراہیم کو بھی ساتھ لے گئے۔

جب امام مسلم نے کوفہ کی سرزمین پر قدم رکھا تو اہلِ کوفہ نے شاندار استقبال کیا اور صرف ایک ہی دن میں چالیس ہزار آدمی بیعت میں داخل ہو گئے کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر نے بھی کوئی تعرض نہ کیا۔ کوفہ والوں کی یہ محبت دیکھ کر امام مسلم نے حضرت امام حسین کو لکھا کہ آپ فوراً تشریف لائیں حالات بالکل ٹھیک ہیں۔

ادھر جب یزید کو اس صورتِ حال کا علم ہوا کہ تمام اہلِ کوفہ نے امام حسین کی بیعت قبول کر لی ہے اور ان کے نمائندے مسلم بن عقیل ایک طرح سے کوفہ کے والی ہو گئے ہیں اور گورنر نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی تو اس نے بصرہ کے گورنر ابن زیاد کو فوراً کوفہ روانہ کیا اور کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر کو معزول کر دیا۔ ابنِ زیاد بڑا مکار اور چالاک آدمی تھا وہ سمجھتا تھا جب میں کوفہ پہنچوں گا تو اہالیانِ کوفہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انتظار میں ہوں گے، اس لیے وہ ایک قافلہ کی شکل میں اسی راستہ سے آیا جو مکہ مکرمہ سے آتا تھا۔ ابنِ زیاد شام کے وقت شہر میں داخل ہوا، اس نے اپنا منہ چھپا رکھا تھا۔ لوگوں نے سمجھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لے آئے ہیں اور بلا تامل خوشی سے نعرے لگاتے ہوئے ابنِ زیاد کے ساتھ ہو لیے۔ خوشی میں کسی نے یہ نہ دیکھا کہ ہم کس کے نعرے لگا رہے ہیں۔ ابن زیاد تیزی سے قلعہ کے دروازے پر پہنچا اور فوراً اندر داخل ہو گیا اور قلعے کی دیوار پر کھڑے ہو کر چہرے سے نقاب الٹ دیا۔ کوفہ والوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ ابن زیاد نے فوراً اعلان کیا کہ اے کوفہ والو! تم نے مسلم بن عقیل کی بیعت کر کے ہمارے غضب کو دعوت دی ہے۔ صبح سورج طلوع ہوتے ہی تمہارے مکانات جلا دیے جائیں گے تمہاری گردنوں پر ہماری تلواریں لہراتی نظر آئیں گی بہتر یہی ہے کہ طلوع فجر سے پہلے پہلے مسلم بن عقیل کی بیعت توڑ دو، ورنہ تمہاری جان، مال اور اولاد کوئی چیز بھی مجھ سے بچ نہ سکے گی۔

کوفہ والے ابنِ زیاد کی ان دھمکیوں میں آ گئے ان کے جسم تھر تھر کانپنے لگے۔ سینکڑوں کوفیوں نے اسی وقت بیعت توڑ دینے کا اعلان کر دیا اور باقی تقریباً تمام ہی متذبذب ہو گئے۔

رات گزر گئی، حضرت امام مسلم ہانی بن عروہ کے گھر پہنچے اور اس کو کہا کہ اہلِ کوفہ نے میرے ساتھ بد عہدی کی ہے اور دھڑا دھڑ بیعت توڑ رہے ہیں۔

ادھر ابنِ زیاد نے چالیس معززین کو قلعہ میں بلا کر گرفتار کر لیا۔ جب ابنِ زیاد کو علم ہوا کہ امام مسلم ہانی کے گھر موجود ہیں تو اس نے ہانی کو بلا کر کہا کہ تم نے میرے دشمن کو پناہ دی ہے، اگر مجھے تیری دیرینہ دوستی کا پاس نہ ہوتا تو ابھی تمہاری گردن اڑا دیتا۔ حضرت ہانی نے کہا دوستی کا پاس کرتا ہے اور رسول کریمؐ کی نسبت کا کوئی احساس نہیں! آخر اس ظالم نے ہانی کو شہید کرا دیا۔

حضرت مسلم بن عقیل کو علم ہوا تو آپ ہانی کے گھر سے باہر نکلے۔ دیکھا تو ابن زیاد کی فوج نے مکان کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ آپ اپنے دونوں بچوں کو قاضی شریح کے سپرد کر آئے تھے محمدی کچھار کے شیر نے ایک ہی حملہ سے تمام فوج کو بھگا دیا ابنِ زیاد سر پٹک کر رہ گیا۔ فوجوں کے دستے امام مسلم کو گرفتار نہ کر سکے۔ اس نے فوراً مزید فوج بھیج دی۔ مگر اتنی دیر میں کچھ کوفی بھی حضرت امام مسلم کے ساتھ مل چکے تھے آپ کے جوہرِ تلوار دیکھ کر کوفہ والوں کی ڈھارس بندھ گئی۔ لوگ ایک بار پھر حضرت مسلم کے ساتھ مل چکے تھے۔ بڑھتے بڑھتے یہ تعداد پچاس ہزار تک پہنچ گئی۔ آپ نے اس لشکر کو ساتھ لے کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا، ابنِ زیاد گھبرا گیا۔ اب اس نے یہ چال چلی کہ وہ چالیس معززین جن کو اس نے دھوکے سے بلا کر گرفتار کیا ہوا تھا ان کو کہا کہ تم قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر اپنے اپنے قبیلے اور رشتہ داروں کو کہو کہ واپس چلے جائیں ورنہ قلعہ پر حملہ سے پہلے ہمارے سر جسموں سے الگ کر دیے جائیں گے۔ اس کی یہ تجویز کارگر ثابت ہوئی ان چالیس آدمیوں نے قلعہ پر چڑھ کر گڑگڑا کر منتیں کیں کہ اگر تم واپس نہ گئے تو ہم قتل کر دیئے جائیں گے۔ بدعہد کوفیوں نے واپس جانا شروع کر دیا اور مغرب تک ایک آدمی بھی ساتھ نہ تھا۔

امام مسلم نے طوعہ نامی عورت کے ہاں پناہ حاصل کی۔ ادھر ابن زیاد نے اعلان کیا کہ مسلم کو پناہ دینے والا بھی قتل کر دیا جائے گا کوئی شخص مسلم کو پناہ نہ دے۔ آج ہر کوئی اپنا دروازہ بند کر رہا تھا کہیں مسلم میرے گھر نہ آجائیں، کل یہی کوفی گھر لے جانا سعادت سمجھتے تھے۔ وہی کوفی جو کل تک ہاتھ پاؤں چوم رہے تھے آج خون کے پیاسے نظر آ رہے ہیں۔

خون کی پہلی لکیر طوعہ کے بیٹے نے فوراً ابن زیاد کو خبر دی کہ مسلم ہمارے گھر میں پناہ گزین ہیں۔ ابن زیاد کے سپاہیوں نے طوعہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ امام مسلم کو سب سے زیادہ اس بات کی فکر تھی کہ میں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا ہے کہ آپ تشریف لے آئیں۔ آپ یقیناً کوفہ کی طرف کوچ فرما چکے ہوں گے۔ یہ خیال رہ رہ کر ستا رہا تھا کہ اگر امام حسین تشریف لے آئے تو کیا ہو گا۔ اسی خیال میں ڈوبے ہوئے آپ باہر نکلے ابھی دروازے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ دروازے کے پیچھے دو سپاہی جو چھپے بیٹھے تھے اچانک حملہ آور ہوئے۔ ظلم کی تلواریں آپ کے سر پر گریں آپ چکرا کر زمین پر گر گئے ــــــ گرفتار کر کے آپ کو ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا گیا۔

ابنِ زیاد: تم لوگوں میں تفرقہ ڈالنے آئے ہو؟

امام مسلم: نہیں، ہم عدل و انصاف قائم کرنے اور کتاب و سنّت کی دعوت دینے کے لیے آئے ہیں

ابنِ زیاد: کہاں تم اور کہاں کتاب و سنّت!

امام مسلم: کتاب و سنّت ہمارے گھر سے لوگوں کو ملی ہے۔

ابنِ زیاد: میں تمھیں اس طرح قتل کروں گا کہ زمانۂ اسلام میں آج تک کسی کو اس طرح قتل نہ کیا گیا ہو گا۔

امام مسلم: بے شک خباثت اور کمینگی میں تمھارا کوئی مقابل نہیں۔

آپ کا جرأت مندانہ جواب سن کر ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کی گردن اڑا دی جائے۔ آپ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے شہید ہو گئے ؎

بہرِ حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لَا اِلٰہ گردیدہ است

○

جن کو دھوکے سے کوفے بلایا گیا جن کو بیٹھے بٹھائے ستایا گیا
جن کی گردن پہ خنجر چلایا گیا جن کے بچّوں کو پیاسے رُلایا گیا
اُس محمدؐ کے اختر پہ لاکھوں سلام

Marfat.com

سوانح کربلا میں خون کی یہ پہلی لکیر تھی جو کوفہ میں امام مسلم کے خون سے کھینچ گئی۔

امام مسلم کے معصوم بچے

محمد اور ابراہیم رضی اللہ عنہما دونوں معصوم بچے قاضی شریح کے گھر ان تمام واقعات سے بے خبر موجود تھے۔ جب ابن زیاد قتلِ امام سے فارغ ہو چکا تو اعلان کرایا کہ "جو مسلم کے معصوم بچوں کو، جو کوفہ میں روپوش ہیں، پکڑ کر پیش کرے گا بے پناہ انعام پائے گا"۔ قاضی شریح یہ اعلان سن کر سخت پریشان ہوا، اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بچے یہ حالت دیکھ کر گھبرا گئے اور قاضی شریح سے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ ہم کہیں یتیم تو نہیں ہو گئے؟ کیا کوفہ میں ہمارا کوئی نہیں رہا؟ کیا والد ہمیں بے سہارا چھوڑ کر چلے گئے؟

قاضی نے دونوں بچوں کو سینے سے لگایا اور کہا، صاحبزادو! یہ وقت آہ و فغاں کا نہیں ابن زیاد کے سپاہی تمہاری تلاش کر رہے ہیں، کہیں تمہاری آواز سن کر اِدھر نہ آنکلیں، صبح ایک قافلہ دروازہ عراقیین سے مدینہ منورہ جا رہا ہے اس کے ساتھ تمہیں کر دیتا ہوں اللہ کو منظور ہوا تو مدینہ طیبہ پہنچ جاؤ گے۔

قاضی شریح نے اپنے بیٹے اسد کو بلا کر کہا جاؤ ان دونوں صاحبزادوں کو بہ حفاظت قافلہ کے ساتھ ملا آؤ۔ اسد دروازہ عراقیین پر آیا تو دیکھا کہ قافلہ جا چکا تھا دُور گرد نظر آ رہی تھی اسد نے کہا جلدی کرو دوڑ کر قافلے سے مل جاؤ۔ دونوں بچے دوڑے مگر قافلہ دُور نکل گیا نوکیلے پتھروں نے پاؤں زخمی کر دیے۔ بھوکے پیاسے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ پھول سی نازک تلیاں رنگین ہو گئیں۔ تمام دن دوڑتے رہے۔ رات ہو گئی۔ بڑے نے چھوٹے بھائی سے کہا، رات کہیں سو جائیں۔ مگر چھوٹا بولا، بھائی جان! کہیں سپاہی گرفتار نہ کر لیں ابھی ہم کوفہ سے زیادہ دور نہیں آئے ہیں رات بھی سفر جاری رکھنا چاہیے۔

رات کی سیاہی گہری ہوتی چلی گئی۔ پتہ ہلتا ہے تو ڈر جاتے ہیں۔ جنگل بیابانوں کو طے کرتے چلے گئے۔ صبح ہونے کو تھی تو کہنے لگے کہ ہم یقیناً کوفہ سے کہیں دور نکل آئے ہوں گے مگر پو پھٹی تو دیکھا کہ کوفہ کے مکانات سامنے تھے۔ چھوٹے بھائی نے کہا بھیا! راستہ بھول گئے ہیں۔

بھوک اور پیاس کی شدت سے نڈھال ہو گئے تھے چمنستانِ نبوی کے مہکتے پھول مرجھا رہے تھے کہیں چھپنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ ایک ظالم سپاہی نے پکڑ لیا۔ دونوں لال ابن زیاد کے دربار میں سہمے کھڑے ہیں۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ انھیں جیل خانے بھجوا دیا جائے اور کھانے پینے کو کچھ نہ دیا جائے۔ جیل کا داروغہ مشکور نہایت نیک طینت انسان تھا۔ آدھی رات کو کھانا کھلا کر قادسیہ کی راہ کی طرف لے گیا اور اپنی انگوٹھی دے کر کہا سیدھے قادسیہ چلے جاؤ وہاں میرا بھائی کوتوال ہے اسے یہ انگوٹھی دے کر سارا ماجرا کہہ سنانا وہ تمہیں کسی طریقہ سے مدینہ پاک پہنچا دے گا یہاں مجھ پر جو گزرے گی میں سہہ لوں گا مگر ناخنِ تدبیر گرہِ تقدیر کے کھولنے سے عاجز ہے۔ قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

بچے تمام رات دوڑتے رہے صبح ہوئی تو پھر کوفہ کے بازار نظر آ رہے تھے۔ پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ مظلومیت کی انتہا ہے، دشمن کا ملک ہے، ذرہ ذرہ خون کا پیاسا ہے کوئی سہارا نہیں ؏

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمین

پیاس بجھانے کے لیے ایک تالاب کے کنارے گئے تو ایک عورت پانی لینے کیلئے آ رہی تھی اس عورت نے دونوں بچوں کو دیکھ کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ بچوں نے کہا کہ ہم مسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں یہاں ہمارا کوئی نہیں ہم ہاتھ باندھ کر عرض کرتے ہیں کہ ہمیں مت مارنا ہم بے قصور ہیں۔

اس عورت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، بولی، صاحبزادو! مت گھبراؤ میں جس کی کنیز ہوں وہ ایک محبِ اہلِ بیت عورت ہے چلو میں تمہیں ساتھ لے چلتی ہوں وہ تمہاری خدمت کرے گی۔ وہ عورت دونوں کو ساتھ لے کر مالکہ کے پاس آئی اور کہا جنت کے دو پھول لائی ہوں، یہ امام مسلم کے نورِ نظر ہیں۔ اس عورت نے دونوں بچوں کو گود میں لے کر پیار کیا، کھانا کھلایا اور مکان کے پچھلے حصے میں سُلا دیا اور کنیز کو تاکید کر دی کہ یہ راز میرے خاوند سے پوشیدہ رکھنا وہ تو انہی کی تلاش کر رہا ہے دُنیا کی دولت کے لالچ نے اس کی آنکھوں میں دھول جھونک دی ہے وہ اندھا ہوا جاتا ہے۔

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اس عورت کا خاوند گھوڑے سے اترا اور اپنی بیوی سے

Marfat.com

کہا کرجلدی کر اور کھانا لا۔ میں چاہتا ہوں کہ مُسلم کے بچّوں کو جلدی گرفتار کرسکوں۔ ہم انعامات سے مالامال کردیے جائیں گے، اتنی دولت ملے گی کہ تم سنبھال نہ سکوگی۔ عورت نے کہا میں ایسی دولت پر لعنت بھیجتی ہوں، نفرین ہے تیرے ارادے پر ظالم! ان بچّوں کو قتل کرکے کیا لوگے؟ حشر میں خدا کی بارگاہ میں کون سامنہ لے کر جاؤ گے؟

حارث نے کہا: میں ایسی نصیحت نہیں سننا چاہتا اگر کھانا تیار ہے تو لاؤ ورنہ میں جا رہا ہوں۔ مکان کے اندر دونوں بچّے خواب میں اپنے والد کو دیکھتے ہیں اور چیخیں مار کر اپنے والد سے چمٹ جاتے ہیں۔ ان کی آواز حارث کے کان میں پہنچتی ہے اپنی عورت سے پُوچھتا ہے کہ یہ کون رو رہا ہے؟ ہمارے گھر میں کون ہے؟ عورت نے کہا کہ کہیں پڑوس سے آواز آرہی ہوگی۔ ظالم نے بڑھ کر دروازہ کھولا تو دونوں بچّے ایک دوسرے سے لپٹ کر رو رہے تھے۔ ظالم نے دونوں کو سر کے بالوں سے پکڑا اور کھینچتا ہوا باہر لے آیا۔ نازک رخساروں پر طمانچے مارے۔ عورت نے چھڑانے کی کوشش کی مگر اس نے تلوار مار کر بیوی کو زخمی کر دیا اور کہا: خبردار! اپنی جان کی خیر چاہتی ہو تو خاموش رہو۔ بیوی نے خاوند کے قدموں پر سر رکھ کر کہا کہ اے ظالم! ان بچّوں کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو ہم قیامت کے دن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے ؎

کیوں فاطمہ زہراء کو رُلاتا ہے کفن میں
دو پھول تو رہنے دے محمدؐ کے چمن میں

ظالم نے اپنی بیوی کی اس آہ وزاری کی کوئی پروا نہ کی اور دونوں بچّوں کو زمین پر گرا کر بے تحاشا مارنا شروع کیا۔ بیوی نے کہا: ؎

اے قرآن کے ورقوں کو زمین پہ نہ گرا   اے سید ہیں یہ سید ہیں طمانچے نہ لگا
لے اب تو مجھے فاطمہؓ غمگیں نظر آتی ہے   بس اے بس زمیں اب تو ہلی جاتی ہے

حارث دونوں بچّوں کو مارتا ہوا دریا کے کنارے لے گیا۔ دریا کے کنارے پہنچ کر دونوں بچّوں نے کہا تجھے اگر مال کی ضرورت ہے تو ہمیں بیچ دے کوئی نہ کوئی خرید ہی لے گا اور اگر یہ منظور نہیں تو ابن زیاد کے پاس لے چل جو وُہ چاہے گا سو کرے گا۔ حارث نے کہا اگر میں تمہیں بیچ دُوں تو مجھے اتنی رقم وصول نہیں ہوگی جتنی ابنِ زیاد مجھے انعام میں دے گا لہٰذا میں تمہیں یہیں قتل کردُوں گا

Marfat.com

ہو سکتا ہے دربار میں تمہیں کوئی چھڑا لے۔

ظالم نے ظلم کی تلوار اٹھائی تو چھوٹا بچہ آگے بڑھا اور کہا پہلے مجھے قتل کر۔ بڑے نے کہا: نہیں نہیں میں اپنے چھوٹے بھائی کا تڑپتا ہوا لاشہ نہیں دیکھ سکتا، پہلے مجھے قتل کر۔ حارث نے کہا کیا تمہیں قتل ہونے کا شوق ہے؟ دونوں بچوں نے کہا، تو لذتِ شہادت سے آشنا ہی نہیں۔ پھر دونوں بچے سجدے میں گر گئے۔ حارث نے کہا کیا تمہارا سجدہ تمہیں میری تلوار سے بچا لے گا؟

وہ بولے کہ یہ شیوہ ہے مشہور ہمارا
سر دینا عبادت میں ہے دستور ہمارا

آخر دونوں بچے کلمہ طیبہ کا وِرد کرتے ہوئے شہید ہو گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

ظالم نے دونوں بچوں کے جسموں کو دریا میں پھینک دیا۔ دونوں جسم آپس میں مل گئے۔

حارث سروں کو لے کر ابن زیاد کے دربار میں پہنچا۔ ابن زیاد نے کہا: انعام مانگتا ہے؛ تُو نے بہت بُرا کیا۔ اگر یزید نے بچے طلب کر لیے تو کیا ہوگا، میں نے تو اسے یہ لکھ دیا ہے۔ پھر ابنِ زیاد نے کہا، کون ہے جو حارث کو اسی جگہ لے جا کر قتل کرے جہاں اس نے ان بچوں کو قتل کیا ہے۔ چنانچہ اسے وہاں لے جا کر قتل کر دیا گیا۔ خونِ شہیداں رنگ لایا۔

امام عالی مقام کی مکہ سے روانگی

امام مسلم رضی اللہ عنہ کا خط کوفہ سے مکہ مکرمہ پہنچ چکا تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ صحابہ کرام سے مشورہ فرما رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، جابر، عمرو بن العاص اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے علاوہ کئی اجلّہ صحابہ کوفہ جانے سے روک رہے تھے اور عرض کر رہے تھے کہ کوفہ والوں کی بدعہدی مشہور ہے وہ آپ سے کبھی وفا نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا: میں سب جانتا ہوں مگر اس سفر میں ایک زبردست راز ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری مکہ میں ذبح ہوگی اور اس کے ذبح ہونے سے کعبۃ اللہ کی بے حرمتی ہوگی، اس دن سے ڈر رہا ہوں کہ وہ شاید میں نہ بن جاؤں، نیز اب کوفہ سے امام مسلم رضی اللہ عنہ نے بھی لکھ دیا ہے کہ جلدی تشریف

Marfat.com

لائیں حالات ٹھیک ہیں۔
چنانچہ آپ نے رختِ سفر باندھا، منزلیں طے ہوتی گئیں۔ یہ مختصر سا قافلہ کوفہ کی طرف رواں دواں تھا۔ مقامِ شقوق پر آپ کو امام مسلم کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

امام مسلمؑ کی اٹھارہ سالہ بیٹی

اس سفر میں امام حسین کے ساتھ حضرت امام مسلم کی ایک صاحبزادی بھی تھی جس کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ آج آپ دیر تک اس کا منہ تکتے رہے اور نہایت پیار فرماتے رہے۔ بار بار اپنا دستِ اقدس اس کے سر پر رکھتے۔ صاحبزادی نے عرض کیا، حضور! آج آپ مجھے اس طرح پیار فرما رہے ہیں جیسے یتیموں سے کیا جاتا ہے، کیا ابا جان شہید ہو گئے ہیں؟ یہ جملہ سن کر امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے اور فرمایا: "بیٹی! صبر کرو اور تم مجھے اپنا باپ سمجھو۔"
امام مسلم کی شہادت کی خبر ملنے پر آپ نے فرمایا: "جو جانا چاہے جا سکتا ہے۔" مگر امام مسلم کے بھائیوں نے کہا: "ہم ضرور بدلہ لیں گے، ہم یزید کی فوجوں کا مقابلہ کریں گے۔ بھائی کے قتل کی خبر سن کر واپس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"
المختصر آپ سفر فرماتے ہوئے ایک مقام پر پہنچے تو آپ کا گھوڑا رک گیا۔ آپ نے ہر چند کوشش کی مگر گھوڑا آگے جانے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا: "یہ کون سی جگہ ہے؟" عرض کیا گیا کہ اس کو ماریہ کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کوئی اور نام بھی ہے؟ عرض کیا گیا اسے کربلا بھی کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اللہ اکبر! ارضِ کرب و بلا، یہی وہ مقام ہے جس کی بشارت دی گئی تھی۔

پہلی تقریر

اس میدان میں پہنچنے سے پہلے جب راستے میں حُر بن یزید ریاحی لشکر لے کر آپ کے سامنے آیا تو نمازِ ظہر کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اس سفر کی پہلی تقریر فرمائی:
"لوگو! میں خود نہیں آیا مجھے تمہارے خطوط اور قاصد لائے ہیں۔ تم نے کہا تھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں آپ آئیے کہ آپ کے ذریعہ خدا ہمیں سیدھی راہ پر لگا دے۔

لوگو! اگر تم خدا سے ڈرو اور حقدار کا حق پہچانو تو یہ خدا کی رضا کا موجب ہوگا۔ رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ جس نے محرماتِ الٰہیہ کو حلال کرنے والے، خدا کے عہد کو توڑنے والے، سُنّتِ رسول کے مخالف اور خدا کے بندوں پر زیادتی کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور اس کو قولاً یا عملاً غیرت نہ آئی تو خدا کو حق ہے کہ وہ اس کو دوزخ میں داخل کرے۔ لوگو! خبردار ہو جاؤ اس نے شیطان کی اطاعت اختیار کی ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے۔ ملک میں فساد پھیلایا ہے۔ حدودِ الٰہیہ کو معطل کر دیا ہے۔ خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر رکھا ہے۔ اس لیے مجھے غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔ میں علیؓ اور بنتِ رسولؐ کا بیٹا حسین ہوں۔ میری ذات تم لوگوں کے لیے نمونہ ہے۔ اگر تم عہد توڑ کر میری بیعت کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالو گے تو مجھے اپنی جان کی قسم یہ بھی تم سے بعید نہیں جو عہد شکنی کرتا ہے وہ گویا اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے۔ عنقریب خدا مجھ کو تمہاری امداد سے بے نیاز کر دے گا۔" (ابن اثیر جلد ۴)

حُر نے کہا: "اگر آپ ہمارے ساتھ جنگ کریں گے تو قتل ہو جائیں گے۔" آپ نے فرمایا: ؎

سَأَمْضِیْ وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَی الْفَتٰی
اِذَا مَا نَوٰی خَیْرًا وَّ جَاهَدَ مُسْلِمًا

ترجمہ: میں بڑھتا جاؤں گا کیونکہ ایک جوان کے لیے موت کوئی عار نہیں جب اس کا ارادہ نیک ہو اور وہ سچا مسلمان ہو۔"

جب آپ کا گھوڑا ارضِ نینوا کے میدان کربلا میں رُک گیا تو خیمے لگا دیے گئے۔ یہ ۲ محرم الحرام کا واقعہ ہے۔ ۳ محرم کو ابنِ سعد فوج لے کر کربلا میں کربلا برپا کرنے کے لیے آ گیا۔

ابنِ سعد سے ملاقات امام عالی مقام نے اس کو بلا کر آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور دُنیا کی بے ثباتی یاد دلائی۔ وُہ دیر تک آپ کی باتیں سنتا رہا۔ مگر رَے کی حکومت کے لالچ نے آنکھوں پر پردے ڈال رکھے تھے۔ انعام و اکرام کی ہوس نے دل سیاہ کر دیے تھے۔ کہنے لگا کہ یہ سب ٹھیک ہے مگر کوفہ میں میری بڑی جائداد ہے

Marfat.com

اگر میں آپ کے خلاف اقدام نہ کروں تو ابنِ زیاد سب ضبط کرلے گا۔ آپ نے فرمایا، یہ دنیا چند روزہ ہے دُنیا کی دولت کے لیے حق سے کیوں ٹکراتا ہے۔ مگر اس کے دل پر کوئی اثر نہ ہوا۔

ابنِ زیاد کا آرڈر شمر ذی الجوشن نے ابنِ زیاد کو لکھا کہ ابنِ سعد بلاوجہ گفتگو کو طول دے کر وقت ضائع کر رہا ہے اور ہر روز حسین سے ملاقات کر رہا ہے۔

ابنِ زیاد نے عمرو بن سعد کو لکھا کہ میں نے تجھے اس لیے نہیں بھیجا کہ ڈھیل دیتے جاؤ اور حسین کی طرف سے وکیل بن کر اس کی سلامتی چاہو۔ تم حسین اور اس کے ساتھیوں کو میرا حکم ماننے کے لیے کہو، اگر مان جائیں تو ہمارے پاس بھیج دو ورنہ فوراً حملہ کر دو۔ اگر یہ کام تم سے نہ ہو سکے تو فوج شمر کو دے دو وہ خود میرے آرڈر کی تعمیل کرے گا۔ (طبری جلد ۷)

ابنِ اثیر جلد ۴ میں ہے کہ اس حکم کے بعد ابنِ سعد ہاشمی مسافروں پر آخری وار کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ شمر خیموں کے پاس آیا، عباس اور ان کے بھائیوں سے کہا چونکہ میں تمہارا ماموں ہوں اس لیے ازراہِ قرابت میں تمہیں امان دیتا ہوں۔ انھوں نے جواب میں کہا کہ ہم تجھ پر اور تیری امان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اگر تجھے حقِ قرابت ملحوظ ہوتا تو ہمیں امان دیتا اور ابنِ رسول کو نہ دیتا؟

تین باتیں امام حسین رضی اللہ عنہ نے ابنِ سعد کے سامنے تین باتیں پیش فرمائیں:

(۱) مجھے سرحدات پر جانے دو۔
(۲) یزید کے پاس پہنچنے دو تاکہ اس سے براہِ راست بات چیت کر سکوں۔
(۳) مجھے واپس حجاز جانے دو۔

ان تینوں باتوں میں سے کوئی بات بھی انھوں نے قبول نہ کی اور برابر یزید کی بیعت کا مطالبہ کرتے رہے۔

ایک غلط فہمی اور اُس کا ازالہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میدانِ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ اگر یہ بات سچی ہے کہ امام حسین نے بیعت کرنے کا وعدہ کر لیا تھا تو پھر

Marfat.com

معرکۂ کرب وبلا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ ان کا تو مطالبہ ہی یہی تھا کہ بیعت کر لو۔ اگر بیعت کر لی تو پھر جنگ کی نوبت کیوں آئی ؟ عتبہ بن سمعان کہتے ہیں کہ میں مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک برابر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہا اور شہادت تک ان سے جُدا نہ ہوا مگر آپ نے مکہ میں، مدینہ میں، عراق میں، لشکر گاہ میں غرضیکہ تادمِ شہادت یہ کہیں نہیں فرمایا کہ مجھے یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے دو۔

نہر فرات پر پہرہ

وقت گزرتا گیا ابن زیاد کوفہ سے سخت سے سخت آرڈر بھیجتا رہا۔ ایک وقت آیا جب فرات کی لہروں پر بھی پہرے بٹھا دیے گئے۔ نہر سے ہر چیز پانی پی سکتی ہے مگر زہرا کا لال، مصطفیٰ کا نورِ نظر ایک چُلّو بھر پانی نہیں لے سکتا۔ مولانا حسن رضا علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں :

خاک ہو جا خشک ہو کر خاک میں مل جا فرات
خاک تجھ پر دیکھ تو سُوکھی زبانِ اہلِ بیت
بے اجازت جن کے گھر میں جبرائیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلِ بیت

عاشورہ کی رات

۹ محرم کو ابنِ سعد جنگ کی وارننگ دے چکا تھا۔ آپ نے فرمایا : یہ رات گزر جانے دو کل دیکھا جائے گا۔ رات کی تاریکی چھا رہی تھی امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء اور اعزہ کو جمع کر کے فرمایا :

"میں تم لوگوں کو بخوشی اجازت دیتا ہُوں میری طرف سے کوئی ملامت نہ ہوگی رات ہو چکی ہے ایک ایک اُونٹ لو، خدا تم سب کو جزائے خیر دے، تم لوگ اپنے اپنے شہروں اور دیہاتوں میں چلے جاؤ یہاں تک کہ خدا یہ مصیبت آسان کر دے، یہ اس لیے کہہ رہا ہُوں کہ لوگ مجھے ہی تلاش کریں گے میرے بعد کسی کی تلاش نہ ہوگی۔"

ساتھیوں کا جواب

مُسلم بن عقیل کے بھائیوں نے کہا "خدا کی قسم ہم ہرگز ایسا نہیں کر سکتے، ہم جان و مال اور اہل وعیال سب کچھ آپ پر

Marfat.com

قربان کر دیں گے، آپ کی قیادت میں لڑیں گے، جو انجام آپ کا ہوگا وہی ہمارا ہوگا۔ آپ کے بعد جینا بے کار ہے۔"

سعد بن عبداللہ حنفی نے کہا کہ "اگر مجھ کو یہ بھی یقین ہو کہ میں ستر مرتبہ قتل کیا جاؤں گا اور ہر مرتبہ زندہ کر کے میری خاک ہوا میں اڑادی جائے گی تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔"

حضرت مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا "خدا کی قسم! اگر میرے پاس کوئی ہتھیار بھی نہ ہوتا تو دشمن سے پتھر مار مار کر لڑتا یہاں تک کہ آپ پر فدا ہو جاتا۔"

جاں نثاروں کے یہ ولولہ انگیز جوابات سن کر آپ کو یقین ہو گیا کہ سب میری طرح حق پر نثار ہونے کا بے پناہ جذبہ رکھتے ہیں۔ آپ نے تلوار اٹھائی اور اسے صاف کرنا شروع کیا اور یہ اشعار پڑھے: ؎

یَا دَھْرُ اُفٍّ لَّکَ مِنْ خَلِیْلٖ
کَمْ لَکَ بِالْاِشْرَاقِ وَالْاَصِیْلٖ
مِنْ صَاحِبٍ اَوْ طَالِبٍ قَتِیْلٖ
وَالدَّھْرُ لَا یَقْنَعُ بِالْبَدِیْلٖ
وَاِنَّمَا الْاَمْرُ اِلَی الْجَلِیْلٖ
وَکُلُّ حَیٍّ سَالِکُ السَّبِیْلٖ

(ابن اثیر ص ۲۴)

ترجمہ: "اے زمانے تو کیسا بے وفا دوست ہے ہر صبح اور ہر شام تیرے ہاتھوں کتنے مارے جاتے ہیں اور یہ زمانہ کسی سے عوض قبول نہیں کرتا۔ دراصل سارا معاملہ تو خدائے جلیل کے ہاتھ میں ہے اور ہر زندہ شخص موت کی راہ پر چل رہا ہے۔"

یہ تمام رات آپ نے یادِ الٰہی میں گزاری اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی ؎

ترے دین کی خیر ہو یا الٰہی! | میں آؤں گا کشتی کنارے لگا کے
یہ قاسم یہ عباس بھانجے بھتیجے | ترے پاس پہنچیں گے گردن کٹا کے
مصائب جہاں بھر کے گھیرے ہوئے ہیں | تواضع یہ کی کوفیوں نے بلا کے

یا الٰہی ! تجھ کو معلوم ہے کہ میرے ساتھی میرے اصرار پر بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑتے میرے بہن بھائی، بچے سب تجھ پر قربان۔ یا اللہ ! میرے حوصلے بلند کر، میری زبان پر صبر و شکر کے سوا کچھ نہ ہو۔"

حضورؐ کی آمد تھوڑی دیر کے لیے نیند نے غلبہ کیا تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور شہزادہ حسین کو اپنی گود میں بٹھا کر فرمایا: "اے میرے نورِ نظر ! اے میرے لختِ جگر ! دیکھ یہ تمام ارواحِ مقدسہ تیرے خیر مقدم کو حاضر ہیں۔ بیٹا ! کل شب کا کھانا ہمارے ساتھ کھانا جنت تیری منتظر ہے۔ جنت کی حوریں تیرا راستہ دیکھ رہی ہیں"۔

امام عالی مقام نے بیدار ہو کر اپنی خواب سنائی تمام اہلِ حرم یہ خواب سن کر پریشان ہوئے۔ امام عالی مقام کی غمگسار بہن زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نہ رہا گیا۔ رو کر عرض کیا: "کاش ! آج موت میری زندگی کا خاتمہ کر دیتی آج میری ماں فاطمہ، باپ علی اور بھائی حسن میں سے کوئی بھی موجود نہیں۔ بھائی ! ان گزرے ہوئے جانشینوں کا سہارا تم ہی ہو۔"

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "بہن ! حلم و وقار کا ساتھ نہ چھوڑو"۔ حضرت زینب نے عرض کیا: "میں آپ کے بدلے اپنی جان دینا چاہتی ہوں"۔ پھر آپ شدتِ گریہ سے بے ہوش ہو گئیں۔

حضرت زینبؓ کو وصیت امام عالی مقام نے سہارا دیا۔ ہوش آیا تو تلقین فرمائی: "بہن ! خدا سے تسکین حاصل کرو۔ ایک نہ ایک دن روئے زمین کے تمام باشندے مر جائیں گے آسمان و زمین میں کوئی بھی باقی نہ رہے گا صرف ایک خدا کی ذات ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہر مسلمان کے لیے نمونہ ہے تم اسی نمونہ سے صبر و تسلی حاصل کرو۔ بہن ! میں تم کو قسم دلاتا ہوں کہ میں شہید ہو جاؤں تو میری موت پر گریبان نہ پھاڑنا، منہ نہ نوچنا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعٰى

Marfat.com

بِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّۃِ۔ (مسلم شریف)

"جس نے رخسارے پیٹے اور گریبان چاک کیا اور جہالت کے جملے زبان سے نکالے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک سے صاف صاف ثابت ہوا کہ شریعت مطہرہ میں بال نوچنے، منہ پر طمانچے مارنے ماتم کرنا منع ہے۔

جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں محرم کی دسویں تاریخ کو آلِ حیدر کے خیموں میں گیا۔ ایک خیمے میں مدھم شعاعیں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے جھانک کر دیکھا کہ قرآن کریم کھلا ہوا ہے اور امام حسین نہایت سوز سے تلاوت فرما رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

خونی صبح

دسویں محرم کا آفتاب طلوع ہوتا ہے امام عالی مقام اور ان کے تمام ساتھی اور اہلبیت تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں پانی کا ایک قطرہ بھی میسر نہیں آیا کھانے کا ایک لقمہ بھی حلق سے نیچے نہیں اُترا۔ بے وطنی ہے، دھوپ کی تمازت، گرم ریت اور گرم ہوائیں۔ ان سب چیزوں نے نڈھال کر دیا ہوگا۔ ان بھوکے پیاسے شیروں کے مختصر ترین لشکر کو امام عالی مقام ترتیب دے رہے تھے۔ یہ لشکر اکانوے ۹۱ افراد پر مشتمل تھا جس میں انیس ۱۹ اہلبیت کرام اور بہتر ۷۲ باقی جاں نثار تھے جن کے اسماء مبارک یہ ہیں:

لشکرِ اسلام کے نام

خاندانِ نبوت

۱۔ عبداللہ بن عقیل	۲۔ عبدالرحمٰن بن عقیل	۳۔ جعفر بن عقیل
۴۔ محمد بن عبداللہ پسر زینب	۵۔ عون بن عبداللہ پسر زینب	۶۔ ابوبکر بن حسن
۷۔ عمر بن حسن	۸۔ عبداللہ بن حسن	۹۔ قاسم بن حسن
۱۰۔ محمد بن علی	۱۱۔ عثمان بن علی	۱۲۔ عبداللہ بن علی
۱۳۔ جعفر بن علی	۱۴۔ عباس بن علی	۱۵۔ علی اکبر بن حسین
۱۶۔ علی اصغر بن حسین	۱۷۔ زین العابدین بن علی	۱۸۔ عبداللہ بن حسین

Marfat.com

۱۹ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بہتر جاں نثار

بہتر جاں نثاروں کے نام یہ ہیں:

۱۔ زہیر بن حسان محمدی ۲۔ وہب بن عبداللہ کلبی ۳۔ خالد بن عمرو مکی
۴۔ عمرو بن خالد صیدادی ۵۔ عبداللہ بن عمرو کلبی ۶۔ بریر بن حضیر ہمدانی
۷۔ محمد بن حنظلہ تمیمی ۸۔ عمرو بن عبداللہ صائدی ۹۔ حماد بن انس محمدی
۱۰۔ شریح بن عبید مکی ۱۱۔ بلال بن نافع بجلی ۱۲۔ قیس بن مینہ مدنی
۱۳۔ بشیر بن عمر حضرمی ۱۴۔ زہیر بن قیس بجلی ۱۵۔ حبیب بن مظاہر اسدی
۱۶۔ عبداللہ بن عروہ غفاری ۱۷۔ جریر آزاد غلام ابوذر غفاری ۱۸۔ قاسط بن زہیر ثعلبی
۱۹۔ وقاص بن مالک احمدی ۲۰۔ مسلم بن عوسجہ اسدی ۲۱۔ مرہ بن ابی مرہ غفاری
۲۲۔ ہاشم بن عتبہ مکی ۲۳۔ نعیم بن عجلان انصاری ۲۴۔ انس بن کاہد اسدی
۲۵۔ قیس بن ربیع انصاری ۲۶۔ عبدالرحمن بن عروہ غفاری ۲۷۔ شیث بن عبداللہ بہشتی
۲۸۔ کردوس بن زہیر ثعلبی ۲۹۔ کنانہ بن عتیق انصاری ۳۰۔ جریر بن مالک انصاری
۳۱۔ یزید بن ثبیت قیسی ۳۲۔ عبیداللہ بن ثبیت قیسی ۳۳۔ عامر بن مسلم
۳۴۔ ضرغامہ بن مالک انصاری ۳۵۔ عمرو بن حنیفہ صنعی ۳۶۔ عامر بن مسلم انصاری
۳۷۔ کعب بن صرعہ نمری ۳۸۔ سالم غلام آزاد ۳۹۔ صعب بن مالک انصاری
۴۰۔ زبیر بن بشیر جعفی ۴۱۔ بدر بن مغفل جعفی ۴۲۔ سعود بن حجاج انصاری
۴۳۔ عمار بن حسان مدنی ۴۴۔ مجاہد بن مروق ۴۵۔ مجمع بن عبداللہ
۴۶۔ حسان بن حارث ۴۷۔ جندب بن حجر خولانی ۴۸۔ یزید بن زیاد بن مظاہر کندی
۴۹۔ طاہر غلام آزاد ابن الحق خزاعی ۵۰۔ جبلہ بن علی شیبانی ۵۱۔ اسلم بن کثیر اعرج ازدی
۵۲۔ زہیر بن سلیم ازدی ۵۳۔ قاسم بن حبیب ازدی ۵۴۔ عمر بن جندب حضرمی
۵۵۔ ابو ثمامہ انصاری ۵۶۔ عمرو بن عبد صائدی ۵۷۔ حنظلہ بن اسعد شیبانی

Marfat.com

۵۸۔ عبداللہ بن عبداللہ کندن اوجی ۵۹۔ عمار بن ابی سلام انصاری ۶۰۔ عابس بن ابی حبیب شاکری
۶۱۔ شوذب غلام آزاد شاکری انصاری ۶۲۔ شبیب بن حارث بن سریع انصاری ۶۳۔ مالک بن سریع انصاری
۶۴۔ محمد بن انس انصاری ۶۵۔ مقداد انصاری ۶۶۔ سلمان غلام آزاد امام عالی مقام
۶۷۔ قارب غلام آزاد امام عالی مقام ۶۸۔ عروہ بن غلام آزاد حر بن یزید ریاحی ۶۹۔ مصعب برادر حر بن یزید ریاحی
۷۰۔ علی بن حر بن ریاحی ۷۱۔ حُر بن یزید ریاحی ۷۲۔ سعد بن عبداللہ الطبقی
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

۵

تمنائے شہادت کھینچ لاتی ہے جو مقتل میں
کوئی دم میں لگی دل کی بجھے گی آبِ خنجر سے

امام عالی مقام کے یہ ایک سو سے بھی کم جاں نثار میدانِ جہاد کی تیاری کر رہے تھے۔ ادھر ابنِ سعد کے لشکر کی تعداد بیس ہزار سے کسی صورت بھی کم نہ تھی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ دل سے یہ چاہتے تھے کہ یہ خون خرابہ نہ ہو مگر دشمن اس پر کسی طرح تیار نہ تھا۔ جب آپ نے دیکھا کہ یہ لوگ کسی طرح بھی ٹلنے والے نہیں ہیں تو آپ اتمامِ حجت کے لیے ابنِ سعد کے لشکر کے قریب تشریف لے گئے اور خطبہ دیا:

"اے عراق والو! تم خوب جانتے ہو کہ میں نواسۂ رسول ہوں، فرزندِ بتول ہوں، دلبندِ علی المرتضیٰ ہوں، برادرِ حسن مجتبیٰ ہوں، خونِ ناحق حرام ہے۔ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تم اس گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے۔ کسی کا گھر نہیں جلایا ہے۔ کسی پر حملہ آور نہیں ہوا۔ اگر تم اپنے شہر میں میرا آنا نہیں چاہتے ہو تو مجھے واپس جانے دو۔ تم سے کسی چیز کا طالب نہیں۔ تمہارے درپے آزار نہیں، تم کیوں میری جان کے درپے ہو، اور تم کس طرح میرے خون کے جرم سے بری ہو سکتے ہو۔ روزِ محشر میرے خون کا تمہارے پاس کیا جواب ہوگا، اپنا انجام سوچو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو۔ پھر یہ بھی سمجھو کہ میں کون ہوں اور کس کا منظورِ نظر ہوں۔ میرے والد کون ہیں اور میری والدہ کس کی لختِ جگر ہیں۔ میں

Marfat.com

بتول زہرا کا نور دیدہ ہوں جن کے پلصراط سے گزرتے وقت ندا کی جائے گی کہ اے اہلِ محشر! اپنا سر جھکاؤ اور آنکھیں بند کر لو کر خاتونِ جنت پلصراط سے ستر ہزار حوروں کے ساتھ گزرنے والی ہیں۔ میں وہی ہوں جس کی محبت کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبت فرمایا۔ میرے فضائل تمہیں معلوم ہیں۔ میرے حق میں جو احادیث ہیں ان سے تم بے خبر نہیں ہو۔ تم نے خود مجھ کو یہاں بلایا اور اب یہ میری مہمان نوازی کر رہے ہو! اے کوفے والو! تمہیں میرا حسب و نسب معلوم ہے جس کی مثل آج روئے زمین پر نہیں ہے۔ پھر سوچ لو کہ تم نے خود ہی مجھے خطوط لکھ کر بلایا ہے پھر اب میرے خون کے پیاسے کیوں ہو گئے ہو۔ دیکھو یہ تمہارے خطوط ہیں (آپ نے خطوط کا تھیلا اُلٹتے ہوئے فرمایا)۔

اپنے لکھے ہوئے خطوط دیکھ کر بھی کوفے والوں نے انکار کر دیا اور کہا ہم نے آپ کی طرف کوئی خط نہیں لکھا یہ خود ہی کہیں سے جعلی بنا لاتے ہو گے۔ امام عالی مقام ان کی کذب بیانی پر حیران ہوئے۔ آپ نے فرمایا، "حجت تمام ہو گئی ہے۔"

کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی کرامتیں

پہلی کرامت آپ اتمامِ حجت فرما کر واپس خیمے کی طرف آئے تو مالک بن عروہ اپنا گھوڑا اُڑاتے کر سامنے آیا اور یہ دیکھ کر کہ لشکرِ امام کے گرد آگ جل رہی ہے، کہا اے حسین! تم نے دوزخ کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگالی (نعوذ باللہ)۔ اس کا یہ گستاخانہ جملہ سن کر آپ نے فرمایا:

كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللهِ۔

"اے دشمنِ خدا! تو جھوٹا ہے۔"

مسلم بن عوسجہ نے اس کے منہ پر تیر مارنا چاہا مگر پیکرِ صبر و تحمل نے روک کر فرمایا، خبردار! میری طرف سے کوئی بھی جنگ کی ابتداء نہ کرے۔"

Marfat.com

یہ کہہ کر آپ نے اپنے ہاتھ بارگاہِ خداوندی میں اٹھا دیے اور عرض کیا: "یا اللہ! عذابِ دوزخ سے قبل اس گستاخ کو دنیا کی آتش میں مبتلا کر۔" ابھی امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ نیچے نہیں آئے تھے کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں پڑا اور وہ گھوڑے سے گرا اور اس کا پاؤں رکاب میں اُلجھا۔ گھوڑا اسے لے کر بھاگا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔ اہلِ بیت کے گستاخ کو اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی سزا دے دی۔

دُوسری کرامت ایک شخص نے امام کے سامنے آ کر کہا: "اے حسین! دیکھ دریائے فرات کیسے موجیں مار رہا ہے، خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمھیں ایک قطرہ بھی نہ ملے گا اور تم پیاسے ہی ہلاک ہو جاؤ گے۔" آپ نے اس کے حق میں یہ دُعا کی:

اَللّٰھُمَّ اَمِتْہُ عَطْشَانًا۔

"یا اللہ! اس کو پیاسا مار۔"

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اس کا گھوڑا بھاگا اور وہ شخص اس کو پکڑنے کے لیے دوڑا اور پیاس کی شدت اس پر غالب آئی اور اَلْعَطَش اَلْعَطَش پکارتا تھا جب پانی اس کے منہ کو لگاتے تھے تو ایک قطرہ بھی نہ پی سکتا تھا حتیٰ کہ اسی طرح پانی پانی پکارتا مر گیا۔

تیسری کرامت جب ابنِ سعد کے لشکر کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے امام حسین نے فرمایا کہ "میں وہ ہوں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاندھوں پر اٹھایا کرتے تھے تو اعداء میں سے ایک بیباک نے کہا کہ "آپ کو پیغمبرِ خدا سے کیا نسبت!" یہ کلمہ تو حضرت امام کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ آپ نے اس کے لیے بھی دعا فرمائی اور عرض کیا کہ "یارب! اس بد زبان کو فوری طور پر ذلت میں گرفتار کر۔"

امام نے یہ دُعا فرمائی اور اس کو رفعِ حاجت کی ضرورت پیش آئی، گھوڑے سے اترا اور ایک طرف بھاگا اور کسی جگہ قضائے حاجت کے لیے بیٹھا ایک سیاہ بچھو نے ڈنگ مارا تو نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا۔ اس رسوائی کے ساتھ تمام لشکر کے سامنے اس ناپاک کی جان نکلی مگر سخت دلانِ کوفہ کو پھر بھی عبرت نہ ہو سکی۔

حضرتِ حُرؔ کی جاں نثاری

امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفی لشکر کے سامنے زندگی کی آخری تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"کیا تمھیں فرمانِ رسولؐ یاد نہیں کہ ہم جوانانِ جنت کے سردار ہیں؟ کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں؟ جاؤ جابر بن عبداللہ سے پوچھ لو، ابوسعید خدری، زید بن ارقم اور انس بن مالک سے پوچھ لو۔"

قیس بن اشعث نے کہا: "تم اپنے بنی عم کا کہنا کیوں نہیں مان لیتے؟" آپ نے جواب دیا:

"خدا کی قسم میں ذلیلوں کی طرح اس کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دوں گا، اور غلاموں کی طرح اس کا اقرار نہیں کروں گا۔"

اس وقت حضرتِ حُر بہت پریشان تھے وہ ابنِ سعد سے جا کر کہتے کہ تم امام کے ساتھ جنگ کرو گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دو گے؟ ابنِ سعد کو اس کا جواب بن نہ آتا تھا۔ حضرتِ حُر دونوں خیموں کے درمیان کھڑے کچھ سوچ رہے تھے کہ ان کے بھائی مصعب نے کہا: "تم جیسا بہادر اور یہ حالت! کیا سوچ رہے ہو؟" حضرتِ حُر نے کہا: "میں جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں، ایک طرف جنت کے خوش رنگ پھول کھل رہے ہیں اور ایک طرف جہنم شعلہ زن ہے۔" یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر اہل بیت کے لشکر میں آگئے اور امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کیا، اگر میں آپ پر قربان ہو جاؤں تو کیا پہلی لغزش معاف ہو جائے گی؟

آپ نے فرمایا: "تم دنیا و آخرت میں حُر (آزاد) ہو۔"

ابنِ سعد اس صورتِ حال سے گھبرا گیا اور صفوان کو کہا کہ جا اور حُر کو سمجھا کر واپس لے آ۔

صفوان نے آ کر حضرتِ حُر سے کہا "تم مردِ دانا ہو، عاقل ہو، امیرِ شام یزید کی رفاقت چھوڑ کر حسین کی طرف کیوں آ گئے ہو؟ واپس چلو، اور حسین کو بھی چاہیے کہ وہ ہمارے امیر کی بیعت کر لیں۔"

حضرتِ حُر نے کہا: ؎

Marfat.com

تو کیا ہے اور کیا ہے ترا وہ امیرِ شام | کرتے ہیں بادشاہ کہیں بیعتِ غلام
تو بھی نمک حرام ہے وہ بھی نمک حرام | اور بے ادب یزید کجا اور کجا امام
دوزخ سے دُور رہتے ہیں ساکن بہشت کے | کعبہ کبھی جھکا نہیں آگے کنشت کے

○

کیوں چھوڑ کے دین فوج میں گمراہ کے آؤں | حاکم کو ہنساؤں میں محمد کو رلاؤں
کیا حاکمِ دنیا کا تو احساس کروں میں | اور زہرا کے رونے کا نہ کچھ پاس کروں میں

صفوان کو یہ جواب دے کر حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں یہ عرض کیا :-

میرے اعمال ہیں ہر چند سراسر ہے بدی | ہوں گنہ گار خدا کے ازلی ابدی
آپ ہیں مالک سرکارِ احدی | اے خداوند جہاں خُذ بیدی خُذ بیدی
جو تہی دست ہیں تکتے ہیں شہنشاہ کا ہاتھ | آپ کا ہاتھ زمانے میں ہے اللہ کا ہاتھ

آپ نے حُر کو سینے سے لگایا۔ حُر نے میدانِ جہاد کی اجازت چاہی اور شاندار جہاد کا مظاہرہ فرما کر جان جانِ آفریں کے سپرد کر کے حیاتِ ابدی سے سرشار ہو گئے۔

ایک نوجوان کا واقعہ

پہلے ان بہتر جاں نثاروں نے دادِ شجاعت دیتے ہوئے اپنی جانیں راہِ حق میں قربان کر دیں۔ ان میں سے ایک نوجوان تھے جن کا نام وہب بن عبداللہ کلبی تھا، اٹھارہ سال کی عمر تھی۔ اُٹھتی ہوئی جوانی اور شادی کو ابھی سترہ دن ہوئے تھے۔ والدہ نے کہا "جاؤ بیٹا! شہزادہ حسین پر قربان ہو جاؤ۔" دُنیا میں کوئی والدہ اپنا اکلوتا بیٹا اور وہ بھی جس کی شادی کی خوشیاں ابھی پرانی نہ ہوئی ہوں، جُدا ہوتے دیکھ کر کیسے زندہ رہ سکتی ہے۔ والدہ نے کہا، میری زندگی کی کمائی تم ہو اور میری آرزوؤں اور امیدوں کی تمنائیں تمہیں سے وابستہ ہیں مگر اے میرے سعادت مند بیٹے! یہ سب اُمیدیں زہرا کے لال سے مقدم نہیں ہو سکتیں۔ جاؤ اور جامِ شہادت پی کر اللہ کی راہ میں سُرخروئی حاصل کرو۔"

سعادت مند بیٹے نے جواب دیا، "اماں جی! میں ایک لمحہ بھر بھی دیر کرنے کے لیے

تیار نہیں مگر میرے ساتھ اُمیدیں وابستہ کرنے والی کا کیا ہوگا؟ والدہ! اگر آپ اجازت دیں تو میں جاتے وقت اسے تسلی دیتا جاؤں۔" والدہ نے کہا: "بیٹا! عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں کہیں اس سعادتِ ابدی سے محروم رہ جانا۔ بیٹا! شہادت وہ نعمت ہے جو قسمت والوں کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ دیکھنا کہیں بیوی کی محبت اس راہ میں حائل نہ ہو جائے۔ اچھا جاؤ اور اسے تسلی دے کر آؤ۔ دیکھنا جلدی سے آنا ہوگا۔"

وہب نے اپنی بیوی کے پاس جا کر کہا: "اے میری ہمسفر! میں میدانِ جہاد میں جا رہا ہوں۔ آج سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ نظر، علی کے لال اور زہرا کے لاڈلے پر امتحان کا وقت آ گیا ہے۔ میں تجھے تسلی دینے کے لیے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھنا اور صبر و شکر کے ساتھ وقت گزارنا۔"

خاوند کا یہ ارادہ دیکھ کر نیک دل بیوی نے کہا کہ میں تیرے مرتبۂ شہادت حاصل کرنے میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ میں تمہیں بخوشی اجازت دینے کے لیے تیار ہوں مگر تمہیں میرے ساتھ ایک وعدہ کرنا ہوگا کہ جب تمہیں مرتبۂ شہادت نصیب ہو اور جنتی حوریں تمہیں لینے آئیں تو اس وقت میرے بغیر جنت میں داخل نہ ہونا۔ مگر میں یہ وعدہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رُوبرو لینا چاہتی ہوں۔"

وہب نے کہا: "مجھے یہ شرط منظور ہے۔"

وہب اپنی والدہ اور بیوی کو ساتھ لیے امام عالی مقام کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے وہب کی والدہ نے امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کیا: "اے امام المسلمین! میری زندگی کی کمائی میرا صرف ایک ہی بیٹا ہے۔ مدت ہوئی اس کا باپ اس دارِ فانی سے کُوچ کر گیا۔ میں نے اس کو بڑی محنتوں اور مشقتوں سے پال کر جوان کیا ہے ابھی اس کی شادی کو صرف سترہ دن ہوئے ہیں۔ حضور میدانِ جہاد میں جانے کی اجازت دیں تاکہ یہ اپنی عزیز ترین جان کو آپ کے قدموں پر قربان کر سکے۔"

آپ نے بخوشی قبول فرما کر وہب کی بیوی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: "تیرا شوہر ابھی ابھی دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونے والا ہے۔ جو حوضِ کوثر کے جام پلانے کے لیے

Marfat.com

جنت کی حوریں تیار کھڑی ہیں۔ بیٹی! آج تیری قسمت پر جنت کی حوریں رشک کر رہی ہیں۔ تم ایک مجاہد اور غازی کی بیوی ہو۔"

حضرت امام کے یہ تسلی بخش الفاظ سُن کر نیک دل خاتون کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں عرض کیا: "حضور! مجھے ان سب باتوں پر ناز ہے مگر میں اسے اس شرط کے ساتھ میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت دے سکتی ہوں کہ میرے بغیر جنت میں داخل نہ ہو۔ میں یہ وعدہ حضور کے رُوبرو لینا چاہتی ہوں، اور اس کے بعد حضور مجھے موقعہ دیں کہ میں باقی زندگی اہلِ بیت کی خدمت میں گزار دوں۔"

امام عالی مقام کے رُوبرو وہب نے دست بستہ عرض کیا: "اے ابنِ رسول! مجھے اپنی بیوی کی یہ شرط منظور ہے کہ میں اس کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوں گا، اور میرے بعد حضور اسے اپنی خادماؤں میں منظور فرمائیں۔"

وہب سر پر خود پہنے جسم پر زرہ زیب کیے ایک ہاتھ میں نیزہ اور دُوسرے میں ڈھال لے کر دشمنوں کے سامنے آیا اور گرج کر کہا: ؎

اَمِیْرُ حُسَیْنٌ وَّنِعْمَ الْاَمِیْر
لَہٗ لُمْعَۃٌ کَالسِّرَاجِ الْمُنِیْر

یہ رجز پڑھنے کے بعد کہا:

هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ۔

"ہے کوئی مقابلے میں آنے والا۔"

اس نوجوان کی ہیبت کو دیکھ کر دشمنوں کے دِل دہل گئے۔ آپ دیر تک مقابل طلب کرتے رہے مگر لشکرِ اعداء میں سے کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آخر ابنِ سعد نے اپنی فوج سے کہا: کیا اس چھوٹے سے بچے کا مقابلہ کرنے کے لیے میری فوج میں کوئی بہادر نہیں ہے؟ غیرت سے ڈوب کر مرتے کیوں نہیں! ایک معمولی سا لڑکا مقابل طلب کرتا ہے کوئی سامنے جانے کا نام نہیں لیتا، کیا سب بزدل ہو گئے ہو؟"

ابنِ سعد کا یہ طعنہ محکم بن طفیل برداشت نہ کر سکا اور گھوڑا دوڑاتا ہوا مقابلہ میں آ گیا۔

اس نے آتے ہی وہب پر نیزے کا وار کیا۔ وہب نے اس کا نیزہ پکڑ کر اس زور سے کھینچا کہ وہ گھوڑے سے گر گیا۔ وہب کی تلوار بجلی کی طرح اُٹھی اور ایک ہی وار میں اسے واصلِ جہنم کر دیا۔ وہب تلوار کے کچھ ایسے جوہر دکھا رہے تھے کہ جو بھی سامنے آتا ایک ہی وار میں ٹکڑے کر دیا جاتا۔ بیس کو قتل کر کے وہب نے اپنے گھوڑے کی باگ خیمے کی طرف موڑ دی۔ بیوی ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہی تھی، والدہ کامیابیوں کے لیے دعائیں مانگ رہی تھی۔

وہب نے گھوڑے سے اتر کر اپنی والدہ سے کہا: "امی جان! اب تو مجھ پر راضی ہو گئی ہو؟" والدہ نے کہا: "بیٹا! میں تجھ پر حشر تک راضی ہوں۔" پھر آپ اپنی دُلہن کی طرف آئے جو اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے سُہاگ کو قربان ہوتا دیکھ رہی تھی۔ دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں زار زار آنسو ہیں۔ وہب نے فرمایا: "کیوں روتی ہو؟ کیا تم نے مجھے بخوشی اجازت نہ دی تھی؟"

ابھی آپ اسے تسلی ہی دے رہے تھے کہ میدانِ جنگ سے آواز آئی هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ۔ (ہے کوئی مقابلہ کرنے والا) وہب یہ آواز سنتے ہی گھوڑے پر چڑھے اور الوداع کہتے ہوئے میدانِ جنگ کا رُخ فرمایا۔ بیوی کی آنکھوں میں آنسوؤں کا ایک دریا تھا، جو بہہ نکلا: ؎

جاں زغم فرسودہ دارم چوں نہ نالم آہ آہ
دل بہ درد آلودہ دارم چوں نگریم زار زار

وہب گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان میں آ گیا اور آتے ہی ایک ہی وار میں دشمن کا کام تمام کر دیا۔ ابنِ سعد نے کہا "اگر یہی حال رہا تو یہ ایک ہی نوجوان میری فوج کا خاتمہ کر دے گا۔" اس نے حکم دیا کہ اس نوجوان پر یکبارگی حملہ کر دیا جائے۔

حضرت وہب بن عبد اللہ کلبی پر تیروں کی بارش ہو گئی۔ جسم پر تقریباً پندرہ سو تیر لگے اور وہب زمین پر گر گئے۔ دشمنوں نے سر قلم کر کے خیمے میں پھینک دیا۔ ماں نے خون میں نہائے ہوئے سر کو سینے سے لگایا اور پڑھا:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

Marfat.com

بیوی نے اپنے شہیدِ شوہر کا سر گود میں رکھا۔ سر کے دوپٹے سے چہرے کی گرد صاف کرتی ہے اور کہتی ہے:

کے او یار حوالے رب دے لمی پئی اے جُدائی
رب ملایا تے آن ملاں گے ہور امید نہ کائی
لے او یار حوالے رب دے میلے چار دِناں دے
اُس دن عید مبارک ہوسی جس دن پھیر ملاں دے

یہ کہا اور اُس نیک دل بی بی کا سر بھی خاوند کی پیشانی پر جُھک گیا، دیکھا تو اس کی رُوح بھی قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی ع

سر کے دینے میں ذرا تُو نے تامل نہ کیا

علی اکبرؓ کی شہادت

جب تمام جاں نثار ایک ایک کر کے جانیں قربان کر چکے تو اہل بیت کی باری آئی۔ سب سے پہلے علی اکبر میدان میں جانے کی تیاری کرنے لگے اباجی سے اجازت لینے کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ کی عمر سترہ سال تھی اور حُسن و جمال اور خدوخال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے بلکہ اہلِ مدینہ حضور علیہ السلام کے دیدار کے لیے بیتاب ہوتے تو علی اکبر کی زیارت کر کے دل کو تسلی دے دیا کرتے۔

جب آپ میدان میں جانے لگے تو آپ کے روئے مبارک پر چار گیسو تھے، دو آگے اور دو پیچھے۔ آپ نے یہ رجز پڑھی:

اَنَا عَلِیُّ ابْنُ حُسَیْنِ ابْنِ عَلِیْ
وَرَبِّ الْبَیْتِ نَحْنُ اَوْلٰی بِالنَّبِیْ

"میں حسین بن علی کا بیٹا ہوں، بخدا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ہیں۔"

ابنِ سعد نے آپ کو آتا ہوا دیکھ کر حیران ہو کر شمر سے پُوچھا: "یہ کس کا ماہ پارا ہے؟ اس کا چہرہ تو چاند سے بھی بڑھ کر روشن ہے۔"

شمر نے کہا: "یہ حسین بن علی کا بیٹا ہے

Marfat.com

بخشی ہے خدا نے اسے توقیرِ محمد گیسو ہیں کہ ہر زلف گرہ گیرِ محمد
چہرہ ہے کہ آئینہ تصویرِ محمد باتوں میں ہے رنگینیِ تقدیرِ محمد

شوکت وہی، صولت وہی، دستور وہی ہے
نقشہ وہی، انداز وہی، نور وہی ہے

دیر تک دشمنوں کا کوئی آدمی آپ کے مقابلے میں نہ آیا۔ آخر آپ نے خود ہی ٹڈی دل لشکر پر حملہ کر دیا۔ آپ کی تلوار دشمنانِ حق کے جسموں کو گاجر اور مُولی کی طرح کاٹتی جا رہی تھی پانچسو کے قریب سر قلم کیے جا چکے تھے۔ جب شدتِ پیاس نے ستایا تو خیموں کی طرف آ کر عرض کیا:

یَا اَبَتَاہُ غَارَتْ عَیْنَایَ مِنَ الْعَطَشِ۔

"ابا جان! پیاس کی شدت سے میری آنکھیں ختم ہو رہی ہیں۔"

امام عالی مقام نے فرمایا: "بیٹا! تمہارے جدِ امجد سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حوضِ کوثر کا جام لیے منتظر ہیں۔"

گھوڑا دوڑا کر پھر واپس میدان میں گئے اور پھر آپ کی تلوار دشمنوں کے سروں پر برقِ صاعقہ وار بن کر چمکی۔ آپ کا جسم زخموں سے چُور چُور ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر سستانے کے لیے کھڑے ہوئے تو مرہ بن منقذ نے پیچھے سے نیزے کا وار کیا اور آپ زمین پر گر گئے۔ امام عالی مقام گھوڑا دوڑا کر آئے، دیکھا تو دشمنوں نے لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تھے آپ نے اپنے نورِ نظر کے جسم کے ٹکڑوں کو جوڑا اور اٹھا کر خیمے میں لے آئے۔

جوان علی اکبر کا لاشہ دیکھ کر خیمے میں کہرام مچ گیا۔ والدہ لاشے سے چمٹ گئی اور کہا:

۵

واری! اگئے نہ قبر میں اماں کو گاڑ کے
جنگل بنا دیا مری بستی اُجاڑ کے
آؤں کدھر کو اے علی اکبر جواب دو
بیٹا! جواب دو مرے دلبر جواب دو

Marfat.com

پایا تھا مدتوں میں جسے خاک چھان کے
ہم نے ہے کھویا لال وہ جنگل میں آن کے

امام عالی مقام نے تمام اہلِ خیمہ کو صبر کی تلقین فرمائی اور کہا کہ امتحان دینے والے رویا نہیں کرتے۔ پھر آپ نے شہزادے کو دفن کرتے ہوئے زمین کو خطاب فرمایا:

؎

تیغوں سے پاش پاش ہے سب جسمِ نازنیں
رکھیو بہ احتیاط اسے دامن میں لے زمیں
اٹھارہ سال کی ہے یہ دولت حسین کی
اب ہے ترے سپرد امانت حسین کی

بعد ازاں عبداللہ بن مسلم، عبدالرحمٰن بن عقیل، محمد بن عقیل، قاسم بن حسن، حضرت زینبؓ کے دونوں صاحبزادے عون اور محمد اور حضرت عباس باری باری ساغرِ شہادت نوش فرماتے گئے۔ امام عالی مقام ان کی شجاعت و شہادت کے مناظر دیکھ ہی رہے تھے کہ خیمے سے رونے کی آواز آئی، آپ اندر گئے تو دیکھا کہ ننھا علی اصغر پیاس سے تڑپ رہا ہے۔

علی اصغر کی شہادت

علی اصغر کی عمر صرف چھ ماہ کی تھی۔ حضرت زینبؓ نے عرض کیا: "بھائی جان! اور تمام مصیبتیں منظور ہیں مگر اس شیر خوار اصغر کی حالت نہیں دیکھی جاتی۔"

آپ نے فرمایا: "لاؤ اسے مجھے دو، شاید اس بچے پر کسی کو ترس آجائے۔"

آپ اسے ہاتھوں پر اُٹھا کر لے گئے اور فرمایا: "اے قومِ جفاکار! اس دودھ پیتے بچے نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا ہے کم ازکم اسے تو ایک گھونٹ پانی دے دو۔"

اشقیاء کے دل پتھر ہو چکے تھے۔ پانی کے ایک گھونٹ کی بجائے حرملہ کا تیر آیا اور علی اصغر کے گلے کو چیرتا ہُوا امام عالی مقام کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ آپ نے ایک حسرت بھری نگاہ سے آسمان کی طرف دیکھا اور تیر نکال کر پھینک دیا۔ خون کا فوارہ معصوم گلے سے ابل رہا تھا۔ امام عالی مقام نے اس خون سے ایک چُلّو بھر کر آسمان کی طرف

پھینکا اور کہا: "یا اللہ! یہ تو ایک علی اصغر ہے ایسے ہزاروں علی اصغر ہوں تو ایک ایک کرکے تیری راہ میں قربان کرتا چلا جاؤں۔ اگر تیری رضا اسی طرح ہے تو حسین بھی اسی طرح راضی ہے" ؎

پھرے وہاں سے جو لاشہ لیے ہوئے شبیر
کھڑی تھیں ڈیوڑھی میں رو رہی تھیں سب دلگیر
قریب آکے یہ بولے وہ شاہِ عرش سریر
سدھارے اصغرِ بے شیر کھا کے حلق پہ تیر
تمہارا نہ لقا خون میں بھر گیا بانو
تڑپ کے گود میں معصوم مرگیا بانو

امام حسین میدانِ کارزار میں

اب صرف شہزادہ زین العابدین اور امام حسین ہی باقی رہ گئے تھے۔ ان کے علاوہ بستانِ نبوی کی ساری کلیاں مسلی جاچکی تھیں۔ بیمار زین العابدین نے عرض کیا: "ابا جان! میں بے شک بیمار ہوں مگر پھر بھی میرے ہوتے ہوئے آپ میدانِ جنگ میں نہ جائیں مجھے اجازت دیجئے"۔ مگر آپ نے فرمایا: "بیٹا! تم بیمار ہو تم کیسے جاسکتے ہو!"

آہ! کتنا استقلال اور حوصلہ ہے۔ بھائی، بھتیجے، بیٹے، بھانجے سب خون کی چادریں اوڑھ کر سوچکے تھے، لاشوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے پڑے تھے، سہارے ٹوٹ چکے تھے، امیدیں ختم ہوچکی تھیں۔ مگر قربان جاؤں زہرا کے لال پر کہ ماتھے پر ذرہ بھر بھی شکن نہیں تھی۔ خیمے میں آئے اور ہتھیار لگا کر میدان میں جانے کی تیاری کرنے لگے۔ اتنے نازک اور امتحان کے وقت بھی آپ صبر کی تلقین فرمارہے تھے۔ تمام بیبیوں کو اکٹھا کرکے فرمایا: "میری وفات پر بال نہ نوچنا، کپڑے نہ پھاڑنا، آہ و بکا، نالہ و شیون مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو زیب نہیں دیتا"۔

لو الوداع لاش پہ اب آکے رو دیو ۔۔۔ لیکن نہ خاک اڑا کے نہ چلا کے رو دیو
زانو پہ سر کو رکھ کے نہوڑا کے رو دیو ۔۔۔ قبرِ رسولِ پاک پہ ہاں جا کے رو دیو

لٹنے میں صبر شکر تباہی میں چاہیے
رونا بشر کو خوفِ الٰہی میں چاہیے

آپ ایک ایک کو تسلیاں دے رہے ہیں۔ جب آپ گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو دیکھا کہ گھوڑا کانپ رہا ہے۔ آپ نے دیکھا گھوڑے کے ساتھ معصوم سکینہ کھڑی ہے اور رو رہی ہے "اباجی! مجھے یتیم کر کے جا رہے ہو، اب "اباجان" کسے کہہ کر پکاروں گی۔" امام عالی مقام نے گھوڑے سے اتر کر بچی کو سینے سے لگایا اور تسلی دی۔ اس بیٹی کو تسلی دے رہے تھے کہ دوسری بیٹی کا خط پہنچا۔ اس خط کا مضمون بعض روایتوں میں اس طرح آتا ہے، پنجابی کے ایک شاعر نے اس کو یوں نظم کیا ہے:

صغریٰ کا خط[1]

حال زار دے رب رسول شاہد اشکبار نے ارض و سما بابا
تساں جدوں مدینیوں کوچ کیتا دساں کیہہ ورتی میرے بھا بابا
پھوپھی جی زینب، اماں شہر بانو بلسن کدوں کلیجڑے لا بابا
پچھی کسے بیمار دی سار ناہیں گئیاں مدتاں ڈھیر وہا بابا
اصغر بال ہن تے گلاں ہوگ کردا رہسن وچ کلیجڑے گھا بابا
ننھے لال دا رونی ہاں رات پچھلی جھولا نال خیال جھلا بابا
کدی فاطمہ بی بی دی قبر اتے کدی روضے تے رونی ہاں جا بابا
آہیں میریاں تھیں ڈر دی اڈ جاندی ٹھنڈی صبح دی بادِ صبا بابا
نام رب دے سدلو کول اپنے کرساں خدمتاں ادب بجا بابا
بھیا اصغر نوں لوریاں دیوساں گی نالے لواں گی کول سلا بابا

---

[1] یہ خط امام عالی مقام کی صاحبزادی صغریٰ کا تھا جو مدینہ طیبہ ہی میں رہ گئی تھیں اس لیے کہ ان کے خاوند حضرت امام حسین کے بڑے بھائی محمد بن حنیفہ کے پاس ہی رہ گئے تھے۔

ایسا صُغریٰ غریب نُوں بُھل گئے ہو بخشو چا جے کوئی خط بابا
کُرتہ اصغر لئی اک تیار کیتا ہتھیں دیوساں آپ پہنا بابا
ملن واسطے بہت اُداس ہاں مَیں کرو کرم بنامِ خدا بابا
پانی بھراں گی کپڑے دھوو ساں گی کھانا لواں گی خُوب پکا بابا

امام عالی مقام اس درد بھرے خط کو لے کر خیمے میں گئے۔ خط سنتے ہی ایک دم کہرام برپا ہوگیا۔ خط سنانے کے بعد آپ خیمے سے باہر آئے اور قاصد سے کہا کہ اس امتحانِ کرب وبلا میں آنیوالے واپس مدینۂ پاک جاکر میری بیٹی کو میرا بھی ایک پیغام پہنچا دے۔ آپ نے فرمایا:

خط کا جواب

آکھیں صُغریٰ نوں جا کے باپ تیرا کربل وسدی جھوک لُٹا بیٹھا
بچے عون و محمد تے اکبر اصغر قاسم اُتے عباس کٹا بیٹھا
اپنے وچ مقصد کامیاب ہو کے سیّد رب دا شُکر بجا بیٹھا
باقی دم دا دم مہمان ہاں مَیں لگی پریت نُوں توڑ نبھا بیٹھا
آکھیں قاصدا خط نُوں چُم کے تے بابا رو رو نیر وہا بیٹھا
میرا باغباں باغ اُجاڑیا اے کر کے صبر مَیں تن تنہا بیٹھا
میری یاد ستائے تے صبر کرنا صبر نال مقصود مَیں پا بیٹھا
ساقی پوریا جام شہادتاں دا مُنہ شوق دے نال مَیں لا بیٹھا

اب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ ابنِ سعد کے لشکر کے سامنے جلوہ افروز ہیں۔ کوفی فوج علی کے شیر کا رُعب و دبدبہ دیکھ کر لرز گئی ؎

کس شیر کی آمد ہے کہ رَن کانپ رہا ہے
رَن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے

آپ نے لشکر کے سامنے تشریف لا کر ان سنگ دل ظالموں کو آخری بار قرابتِ رسول اور اپنی عزت وحشمت یاد دلائی۔

Marfat.com

کہنے لگے حسین ہوں ابنِ رسول ہوں
سردارِ اہلِ خلد ہوں جنت کا پھول ہوں

آخری خطبہ آپ نے کوفی لشکر کے سامنے زندگی کا آخری خطبہ دیا، جسے ابنِ خلدون نے اِن الفاظ میں نقل کیا ہے:

"اے قوم! خدا سے ڈرو جو سب کا مالک ہے۔ جان دینا، جان لینا سب اس کی قدرت، اس کے اختیار میں ہے۔ اگر تم خداوندِ عالم جل جلالہٗ پر یقین رکھتے ہو اور میرے جدِ امجد سیّد الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہو تو ڈرو کہ قیامت کے دن میزانِ عدل قائم ہوگی، اعمال کا حساب کیا جائے گا۔ میرے والدین محترمین اپنی آل کے بے گناہ خونوں کا مطالبہ کریں گے۔ حضور سیّد الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شفاعت گنہگاروں کی بخشش کا ذریعہ ہے اور تمام مسلمان جن کی شفاعت کے امیدوار ہیں وہ تم سے میرے جاں نثاروں کے خونِ ناحق کا بدلہ طلب کریں گے۔ تم میرے اہل وعیال، اعزہ واطفال وموالی میں سے ستر سے زیادہ کو شہید کر چکے اور اب میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ عیشِ دنیا میں پائیداری و قیام نہیں اگر سلطنت کے طمع میں میرے درپے آزار ہو تو مجھے موقع دو کہ میں عرب چھوڑ کر دُنیا کے کسی اور حصہ میں چلا جاؤں۔ اگر یہ کچھ منظور نہ ہو اور اپنی حرکات سے باز نہ آؤ تو ہم اللہ کے حکم اور اس کی مرضی پر صابر وشاکر ہیں۔"

امام عالی مقام کی زبان پاک سے یہ کلمات سُن کر بہت سے کوفیوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ جانتے تھے کہ ہم برسرِ ظلم وجفا ہیں اور امام مظلوم حق پر۔ ابنِ سعد یہ صورت دیکھ کر گھبرا گیا، کہنے لگا آپ قصہ مختصر کیجئے اور ابنِ زیاد کے پاس چل کر یزید کی بعیت قبول کر لیجئے۔ ورنہ جنگ کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

اس بات سے حضرت امام بخوبی واقف تھے مگر آپ نے یہ خطبہ اتمامِ حجت کے لیے

Marfat.com

فرمایا تھا۔ باطل کے ہاتھ پر حق پرست کیسے بیعت کر سکتے ہیں! آخر شمر کی بھڑکائی ہوئی قوم تن تنہا اور مظلوم شہزادہ پر تلواریں چلانے کے لیے تیار ہو گئی۔ جب امام عالی مقام نے دیکھا کہ یہ لوگ جنگ کے بغیر ٹلنے والے نہیں ہیں تو آپ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آ گئے:

أَنَا ابْنُ عَلِيِّ الْخَيْرِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
كَفَانِي بِهٰذَا مَفْخَرًا حِينَ أَفْخَرُ
وَجَدِّي رَسُولُ اللّٰهِ أَكْرَمُ مَنْ مَشَى
وَنَحْنُ سِرَاجُ اللّٰهِ فِي النَّاسِ أَزْهَرُ
وَفَاطِمَةُ أُمِّي سُلَالَةُ أَحْمَدَ
وَعَمِّي يُدْعَى ذَا الْجَنَاحَيْنِ جَعْفَرُ
وَفِينَا كِتَابُ اللّٰهِ أُنْزِلَ صَادِقًا
وَفِينَا الْهُدٰى وَالْوَحْيُ وَالْخَيْرُ يُذْكَرُ

"میں اس علی کا فرزند ہوں جو بہترین بنو ہاشم تھے۔ نسبی فخر کے وقت یہ بات میرے لیے کافی باعثِ افتخار ہے اور میرے نانا رسولِ خدا تھے جو ساری خلق سے افضل ہیں اور ہم لوگ انسانیت کے لیے اللہ کا روشن چراغ ہیں اور میری والدہ فاطمہ ہیں جو رسول اللہ کا جگر پارہ تھیں اور میرے چچا حضرت جعفر طیار ذوالجناحین ہیں ہم پر اللہ کی سچی کتاب نازل ہوئی اور ہمارے گھرانے میں ہدایت، وحی اور نیکی کا چرچا ہے۔"

چشمِ فلک میں یہ منظر کبھی نہ آیا ہو گا بیس ہزار عراقی سورما ایک طرف، مدینہ کا مظلوم مجاہد ایک طرف۔ انعام و اکرام کی لالچی مسلح فوج ایک طرف اور راہِ حق میں بھانجے، بھتیجے بیٹے قربان کرنے والا تنہا مسافر ایک طرف شکستہ دل ہے، خستہ جاں ہے، غم زدہ و غم خوردہ ہے اور پھر گرمی کی شدت، پیاس لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی ہے۔ ایک بے حیا ابنِ شیرِ خدا کے مقابل آیا، اپنی بہادری کی ڈینگیں مار رہا ہے، غرور و تکبر میں سرشار ہے، اپنے لشکر اور تنہائیِ امام پر نازاں ہے۔ ظالم نے تلوار کھینچی ابھی وار کرنا ہی چاہتا ہے، ہاتھ اٹھایا ہی تھا

Marfat.com

کہ فاتحِ خیبر کے لال نے ایک ہی ضرب میں سر کاٹ کر دُور پھینک دیا، غرور و شجاعت خاک میں مل گئی۔ دُوسرا بڑھا اور چاہا کہ امام کے مقابلہ میں اپنی ہُنرمندی کا مظاہرہ کر کے سیاہ دلوں میں سرخروئی حاصل کرلے۔ کہنے لگا کہ بہادرانِ کوہ شکن میری بہادری کا لوہا مانتے ہیں۔ مصر و شام اور عراق میں میری شجاعت کے غلغلے ہیں حسین! آج تم بھی میرے داؤ پیچ دیکھو گے۔

کوفہ کی فوج اس کی تعلیوں سے بہت خوش ہُوئی۔ ابنِ سعد کے لشکریوں کو یقین تھا کہ حضرت امام پر بھوک و پیاس کی تکلیف حد سے گزر چکی ہے، صدموں نے کمزور کر دیا ہے، ایسے وقت میں امام پر غالب آجانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ سپاہِ شام کا یہ سرکش گستاخ جب امام عالی مقام کے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا: تُو مجھے جانتا نہیں جو میرے مقابل اس دلیری سے آتا ہے سمجھتا ہے کہ بیکس و بے کس ہُوں، یاد رکھ کہ تمہاری فوج کے ایک ایک بہادر کی بہادری و سرکشی خاک میں ملا دوں گا، میری نظر میں تمہاری کوئی حقیقت نہیں۔ یہ سُن کر شامی جوان کو اور زیادہ طیش آیا اس نے بڑھ کر حضرت امام پر وار کیا۔ آپ نے وار بچا کر اس کی کمر پر تلوار ماری، معلوم ہوتا تھا کھیرا ہے جو کٹ گیا ہے۔

ابنِ سعد کے لشکر کو اطمینان تھا کہ امام حسین سے بغیر اب باقی تو رہا ہی کوئی نہیں کب تک نہ تھکیں گے ایک ایک کے مقابلے میں ہمارا کوئی بہادر تو کامیاب ہو گا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے ایک ایک سُورما آتا رہا۔ ابن زہرا نے کسی کے سر پر تلوار ماری تو زین تک کاٹ ڈالی، گردن پر ماری تو خزاں کے پتوں کی طرح اڑنے لگے۔ کسی کے حمائلی ہاتھ مارا تو قلمی تراش دیا۔ خود کاٹے، مغفر اڑائے، جوشن و آئینے قطع کر دیے۔ نیزو پر اٹھا کر پٹکا، پسلی پسلی چُور کر دی۔ کسی کے سینے میں نیزہ مارا تو پار کر دیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ زمینِ کربلا میں لاشوں کے کھیت بو دیے گئے ہیں۔ بڑے بڑے فخرِ روزگار ختم ہو گئے۔ بہادرانِ کوفہ کی نعشوں کے انبار لگا دیے۔ دشمن کے لشکر میں شور برپا ہو گیا کہ جنگ کا یہ انداز رہا تو حیدرِ کار کا شیر کوفہ کے زن و اطفال کو بیوہ اور یتیم بنا ڈالے گا۔ اس کی تیغِ خون آشام سے کوئی بچ کر نہ نکل سکے گا۔ موقع مت دو، چاروں طرف سے گھیر کر یکبارگی حملہ کر دو۔

ماہِ چرخِ حقانیت پر جور و جفا کی تاریک گھٹا چھا گئی۔ ہزاروں کُوفی تنہا امام پر اپنی بہادری کے

Marfat.com

جوہر دکھانے کے لیے دوڑ پڑے اور تلواروں سے حملہ کر دیا۔ حیدرِ کرار کے شہزادے نے انھیں بڑھ کر روکا اور ایسا جوابی حملہ کیا معلوم ہوتا تھا جو بکریوں کا ریوڑ ہے کہ شیر سے جان بچاتا پھر رہا ہے۔ امام حسین نے جس طرف گھوڑا بڑھایا پرے کے پرے کاٹ ڈالے۔ دشمن ہیبت زدہ ہو گیا فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ شدتِ قتال سے آپ پر تشنگی غالب آنے لگی۔ آپ قطاروں کو کاٹتے ہوئے فرات کے کنارے پہنچ گئے۔ شمر چلایا کہ حسین کو پانی نہ پینے دینا ورنہ یہ ہمارا ایک آدمی بھی زندہ نہ چھوڑے گا۔ آپ نے پانی کا چلو اُٹھایا ہی تھا کہ حصین بن نمیر نے دندانِ مبارک پر تیر مارا۔ دہنِ اطہر سے خون کا فوارہ چھوٹا اور پانی کا چلو خون کے چلو میں تبدیل ہو گیا۔ آپ نے اس کو آسمان کی طرف اچھال دیا ؎

یہ حوصلۂ اہلِ رضا تو بھی دیکھ لے
او بے نیاز خونِ وفا تو بھی دیکھ لے

ابنِ سعد اور اس کے مشیر بہت گھبرائے کہ کوفیوں کی عزت خاک میں مل گئی۔ تمام نامورانِ کوفہ کی جماعتیں ایک حجازی جوان سے شکست کھا گئیں۔ تاریخِ عالم میں ہماری نامردی کا یہ واقعہ ہمیں ہمیشہ رسوا کرتا رہے گا۔ کوئی تدبیر ہو کہ اس شیر سے اپنی بھیڑیں بچا سکیں یا اسے کسی دھوکے سے جال میں پھنسا سکیں۔ تجویز یہ ہوئی کہ تلواروں کی جنگ ہم جیت نہیں سکتے۔ حسین کی ایک تلوار ہزاروں پر حاوی ہے۔ اس کے بغیر اور کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ چاروں طرف سے امام پر تیروں کی بارش کی جائے۔ چنانچہ ہر طرف سے تیر برسنے لگے۔ گھوڑا زخموں سے چُور چُور ہو گیا، جسمِ نازنین ہزاروں تیروں سے چھلنی ہو گیا ؎

آج شبیر پہ کیا عالمِ تنہائی ہے
ظلم کی چاند پہ زہرا کے گھٹا چھائی ہے
اس طرف لشکرِ اعداء میں صف آرائی ہے
یاں نہ بیٹا نہ بھتیجا نہ کوئی بھائی ہے
برچھیاں کھاتے چلے جاتے ہیں تلواروں میں
مار لو پیاسے کو ہے شور ستمگاروں میں

Marfat.com

خوُن میں تر ہیچ عمامے کے ہیں سر زخمی ہے
ہے جبیں چاند سی پُر نور مگر زخمی ہے
سینہ سب برچھیوں سے تا بہ کمر زخمی ہے
تیر بیداد سے دل زخمی جگر زخمی ہے
شدتِ ضعف سے جس جا پہ ٹھہر جاتے ہیں
سینکڑوں تیر ستم تن سے گزر جاتے ہیں

یہاں تک کہ گھوڑے میں سکت باقی نہ رہی۔ امام ایک مقام پر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ہر طرف سے تیر آ رہے ہیں۔ نورانی جسم لہولہان ہو رہا ہے۔ ایک تیر آپ کی پیشانیِ اقدس پر لگا۔ یہ پیشانی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بوسہ گاہ تھی۔ ایک اور تیر گردن میں پیوست ہوگیا۔ ابھی آپ اسے نکال ہی رہے تھے کہ زرعہ بن شریک نے تلوار کے کئی وار کیے۔ اور سنان نے نیزہ مارا جس سے جسم نڈھال ہوگیا، اور آپ زمین پر گر گئے ——— جسم نازنین پر ۳۳ زخم نیزے کے، ۳۴ تلوار کے اور تیروں کا تو شمار ہی نہیں۔ ضعف کے سبب زمین سے اُٹھا نہیں جاتا۔ سنان بن انس نخعی نے خولی بن یزید کو حکم دیا کہ سر کاٹ لے۔ وہ آگے بڑھا مگر ہمت نہ ہوئی۔ سنان نے کہا تیرا ہاتھ کیوں شل ہوگیا۔ پھر خود گھوڑے سے اترا اور تاجدارِ امامت کا سرِ اقدس جسمِ اطہر سے جدا کردیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

محرم کی دسویں تاریخ ۶۱ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء بروز جمعہ ۵۶ سال ۵ ماہ اور ۵ دن کی عمر میں آپ نے رفیقِ اعلیٰ کی طرف سفر فرمایا۔

اس میں ہوئی ہیں موت کو پیہم ہزیمتیں
کرب و بلا کی خاک ہے میدانِ زندگی

(۱)

جس نے حق کربلا میں ادا کر دیا
اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا
گھر کا گھر سب سپردِ خدا کر دیا

کر لیا نوش جس نے شہادت کا جام
اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

ظالم کوفیوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خیموں میں گھس گئے۔ سامان لوٹ لیا اور آگ لگادی۔ لاشوں پر گھوڑے دوڑا کر وحشت و بربریت کا پورا پورا ثبوت دیا۔ اس طرح ۲ محرم کو اترنے والا قافلہ اپنے میزبانوں کے ہاتھوں بالکل اجڑ چکا تھا۔

سلیمان بن قتیبہ خدری کہتا ہے: ؎

مَرَرْتُ عَلیٰ اَبْیَاتِ اٰلِ مُحَمَّدٍ
فَلَمْ اَرَهَا اَمْثَالَهَا یَوْمَ حُلَّتِ
وَکَانُوْا غِیَاثًا ثُمَّ اَضْحَوْا رَزِیَّةً
اِلَّا عَظُمَتْ تِلْکَ الرَّزَایَا وَجَلَّتِ

"میں اولادِ رسول کے خیموں کے پاس سے گزرا تو مجھے وہ رونق نظر نہ آئی جو ان کے یہاں اترنے کے وقت تھی۔ یہ تو لوگوں کے حامی و ناصر تھے اور اب خود مظلوم بن کر رہ گئے ہیں، ہائے یہ کتنے عظیم مصائب ہیں۔"

آسمان سرخ ہوگیا امام عالی مقام کی شہادت کے فوراً بعد آسمان کے کناروں سے سرخ غبار اٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام جہان تاریک ہوگیا اور اس قدر اندھیرا چھا گیا کہ پاس کھڑے ہوئے آدمی کی صورت تک نظر نہ آتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اندھیرا دور ہوگیا اور آسمان سے خون ٹپکنے لگا یہاں تک کہ جس چیز کو دیکھتے تھے اس میں خون ہی خون نظر آتا تھا۔ جس پتھر کو اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون موجود ہوتا۔ تھوڑی دیر بعد غائبانہ آوازیں آنا شروع ہوئیں۔ یہ آوازیں جنات کی تھیں وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے: ؎

مَسَحَ النَّبِیُّ جَبِیْنَهٗ ۔۔۔ فَلَهٗ بَرِیْقٌ فِی الْخُدُوْدِ
اَبَوَاهُ مِنْ عُلْیَا قُرَیْشٍ ۔۔۔ وَجَدُّهٗ خَیْرُ الْجُدُوْدِ

"نبی نے ان کی پیشانی ہے چومی ۔۔۔ کہ روشن جس کا چہرہ چاند سا تھا

علی تھے باپ گر اعلیٰ قریشی   تو نانا ان کا تھا سرورِ جہاں کاؐ

کوفیوں کا جشن سنگدل کوفی فوجوں نے اپنی نام نہاد فتمندی کی خوشی میں ایک جشن ترتیب دیا۔ اس جشن میں امام عالی مقام کے ساتھیوں کے سروں کو تقسیم کیا گیا۔ بائیس[22] سر قبیلہ بنی ہوازن کو دیے گئے، تیرہ[13] ابن اشعث کو، چھ[6] بنی اسد کو، چودہ[14] بنی تمیم کو، پانچ[5] بنی کندہ کو اور تیس[30] متعدد اہلِ شہر کے حوالے کیے گئے۔

امام عالی مقام کا سرِ انور خولی بن یزید کے پاس تھا۔ آپ کا عمامہ عمر بن یزید نے لیا، چادر یزید بن سعد نے، زرہ اور انگوٹھی سنان بن نخعی نے، ذوالفقار مالک بن شبیر نے، قمیص یحییٰ بن کعب نے، اور بقیہ لباس مع نعلین مبارک مالک بن کندی کے ہاتھ آیا۔ تقسیم کے بعد اعلان ہوا کہ تمام سروں کو نیزوں پر چڑھایا جائے۔

کوفہ کو واپسی کاروانِ نبوت کے ان صابر کاروانیوں کی راہ میں ابھی کچھ اور منزلیں بھی طے کرنا باقی تھیں۔ ابنِ سعد کے سپاہی فاطمی خواتین، بچوں اور عابد بیمار کو ساتھ لے کر کوفے کی طرف روانہ ہوئے۔ بیبیوں نے اپنے شہداء کی لاشیں زمین پر بے گور و کفن دیکھیں۔ خاندانِ نبوت سے یہ منظر نہ دیکھا گیا۔ امام حسین علیہ السلام کی ہمشیرہ حضرت زینب دوڑ کر اپنے بھائی کے لاشے سے چمٹ گئی، رو رو کر عرض کیا: ؎

دوس میرے سر کجھ نہ دیویں اج بھین تیری مجبور اے
کتھوں لیاواں کفن تیرا ایتھوں شہر مدینہ دور اے

ایک شاعر نے کہا ہے: ؎

کون شبیر وہ جس کا نانا نبی
جس کی ماں فاطمہ جس کا بابا علی
خاک پر پائے گھوڑوں سے کچلا ہوا
اُس کا لاشہ پڑا آج کی رات ہے
کس کا سر لے چلے تن سے کر کے جدا
جسمِ اطہر تڑپتا ہوا رہ گیا

لب پہ شبیر کے نیزۂ شام پر

الوداع الوداع آج کی رات ہے

شہداء کے سروں کو اٹھائے ہوئے یہ لشکر خوشیاں مناتا ہوا واپس کوفہ آرہا تھا۔ ابھی زیادہ دُور نہیں جا سکے تھے کہ سامنے ہوا میں ایک ہاتھ نظر آیا جس پر یہ لکھا تھا: ؎

اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا
شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

"جس قوم نے حسین کو قتل کیا، کیا اُس کے نانا کی شفاعت کی امید رکھ سکتی ہے؟"

مٹی خون بن گئی ترمذی شریف جلد ثانی میں ہے ایک عورت کہتی ہے میں محرم کی دس تاریخ کو مدینہ طیبہ میں امّ المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی، دیکھا کہ آپ رو رہی ہیں۔ میں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو ام المومنین نے فرمایا میں نے ابھی ابھی خواب دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ انور اور ریش مبارک پر گرد و غبار ہے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں ابھی کربلا سے آرہا ہوں آج میرے حسین کو قتل کر دیا گیا ہے۔

ام المومنین فرماتی ہیں کہ مجھے وہ مٹی یاد آگئی جو شہزادہ حسین کی پیدائش کے وقت جبریلؑ نے میدانِ کربلا سے لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مٹی مجھے دے کر فرمایا: "اے ام سلمہ! اس مٹی کو اپنے پاس رکھو، جس دن میرا حسین قتل ہو گا یہ مٹی خون ہو جائے گی۔" آج حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے وہ مٹی دیکھی تو وہ خون بن چکی تھی۔ اس مٹی کو میں نے ایک شیشی میں سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔

ایک راہب خولی بن یزید لشکر سے کافی آگے نکل چکا تھا۔ راستے میں ایک راہب کا عبادت خانہ نظر آیا۔ خولی ذرا سستانے بیٹھ گیا۔ راہب نے باہر نکل کر پوچھا:

یہ سر کس کا ہے؟

Marfat.com

خولی: حسین کا ہے۔

راہب: حسین کون؟

خولی: علی شیرِ خدا کا بیٹا۔

راہب: وہی علی جو تمہارے نبی کے داماد تھے؟

خولی: ہاں۔

راہب: پھر یُوں کیوں نہیں کہتے کہ ہمارے نبی کے نواسے کا سر ہے، فاطمۃ الزہراء کے نورِ نظر اور لختِ جگر کا سر ہے۔

راہب نے خولی سے کہا کہ "دس ہزار درہم میں تمہیں دے دُوں گا یہ سرِ اقدس ایک رات میرے پاس رہنے دو صبح جاتے وقت لے لینا" خولی جس نے درہم کے بدلے ایمان بیچا تھا کب انکار کرتا تھا فوراً دے دیا۔ اس راہب نے خوشبُو لگا کر ایک بلند چوکی پر رکھا اور ساری رات اس کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑا رہا۔ جب نصف رات گزر گئی تو سرِ اقدس کی پیشانی سے ایک نُور نکلا جس سے عبادت خانہ روشن ہوگیا۔ راہب نے کہا: یا حسین! بیشک آپ زندہ ہیں مَیں آپ کو گواہ کرکے کہتا ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ؎

حسن ز بصرہ بلال ز حبش صہیب از روم
ز خاکِ مکہ بوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

راہب نے صبح سرِ اقدس کو واپس کیا تو اس نعمت کی واپسی پر اس کا دل وسیع رہا تھا آنکھیں رو رہی تھیں۔ خولی بن یزید نے جب راستے میں حاصل کیے ہوئے درہم کھولے تو وہ ٹھیکریاں بن چکے تھے اور ان کے ایک طرف لکھا تھا؛

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔

"خدا کو ظالموں کے کردار سے غافل نہ جانو"

اور دُوسری طرف یہ آیت مکتوب تھی؛

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

"اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے۔"

لشکر کوفہ پہنچ گیا ابنِ سعد کا لشکر خوشیاں مناتا جب واپس کوفہ پہنچا تو ابنِ زیاد نے تمام شہر میں اعلان کرایا کہ کوئی آدمی ہتھیار لے کر باہر نہ نکلے۔
عوام خاندانِ نبوت کے لٹے ہوئے قافلے کی بے کسی پر زار زار رونے لگے۔ شہزادہ زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"تم روتے ہو بتاؤ ہمیں قتل کس نے کیا ہے؟"

خولی بن یزید کی بیوی خولی سرِ اقدس کو لے کر کوفہ پہنچا، گھر گیا اور سرِ مبارک کو تنور میں رکھ دیا اور سو گیا۔ اس کی بیوی بڑی نیک تھی۔ رات کو نمازِ تہجد کے لیے اُٹھی تو دیکھا کہ تنور میں روشنی تھی۔ اس نے کہا میں تو آگ بجھا کر سوئی تھی یہ روشنی کیسی! قریب گئی تو عجیب منظر دیکھا، تنور میں ایک سر موجود ہے اور اس سے نور نکل رہا ہے اور اس کے گرد چار عورتیں بیٹھی ہیں، ان سے ایک کہہ رہی تھی:

"اے میرے لال! اے میرے شہید! اے میری آنکھوں کے نور! اللہ روزِ جزا تیرا انصاف فرمائے گا، جب تک تیرا خون بہا نہ لے لوں گی عرشِ الٰہی کا کنگرہ نہ چھوڑوں گی۔"

خولی کی بیوی یہ منظر دیکھ کر بیہوش ہو گئی۔ غیب سے آواز آئی کہ تم پریشان نہ ہو خاوند کے گناہ میں تم ماخوذ نہ ہو گی۔ یہ بیبیاں جو تو دیکھ رہی ہے یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت مریم اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ اس نے سرِ اقدس کو تنور سے نکال کر نہایت تعظیم و تکریم سے بلند مقام پر رکھا اور خولی کو جگا کر کہا:

"او مردود! تو نے کہا تھا کہ ایک باغی کو قتل کرنے گیا تھا اور یہ نبی کے نواسے کا سر! ظالم! یہ دیکھ آسمان تجھ پر لعنت بھیج رہا ہے، اور دیکھ اس سر کی زیارت کے لیے ملائکہ آ رہے ہیں بس میرا تیرے ساتھ کوئی تعلق نہیں، لے سنبھال اپنے گھر کو میں جاتی ہوں۔"

خولی نے کہا کہ تیرے جانے سے میرا گھر تباہ و برباد ہو جائے گا۔ عورت نے کہا خدا کرے تیرا گھر برباد ہو جائے، تیرے سب بچے تباہ ہو جائیں، تو نے خاتونِ جنت کا گھر اجاڑا ہے خدا تیرا

Marfat.com

گھر اجاڑے۔"

یہ کہہ کر اس نے چادر اوڑھی اور جنگل کو نکل گئی۔ پھر کسی نے اس کا نشان نہ پایا۔

رات گزر گئی صبح ابن زیاد نے دربار لگایا۔ مجلس لوگوں سے بھر گئی۔

ابنِ زیاد کا دربار

ابن زیاد کے ہاتھ میں چھڑی تھی، حضرت امام عالی مقام کے لب پر مارنے لگا۔ دربار میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی زید بن ارقم موجود تھے۔ ابنِ زیاد کی یہ حرکت برداشت نہ کر سکے، بولے،

"او ظالم! تجھ پر خدا کی مار، چھڑی ہٹا لے، خدا کی قسم یہ وہ مبارک لب ہیں جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حضور علیہ السلام بار بار چوما کرتے تھے، خدا تیرے ہاتھ توڑ دے، اللہ تجھے فنا کرے۔"

ابنِ زیاد نے کہا،

"اگر تو بوڑھا ہو کر سٹھیا نہ گیا ہوتا تو میں ابھی تیری گردن اڑا دیتا۔"

حضرت زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے مجلس سے اٹھ کر چلے گئے کہ،

"اے کوفہ والو! آج کے بعد تم غلام ہو، تم نے زہراؓ کے لال کو قتل کر دیا اور ابن مرجانہ ابنِ زیاد کو حاکم بنایا۔ تمہارے نیکوں کو قتل کرتا ہے اور شریروں کو زندہ رکھتا ہے۔ تم نے ذلت پسند کی خدا تمھیں غارت کرے۔"

ابنِ زیاد کی نظر حضرت امام زین العابدین پر پڑی تو اس نے ان کے قتل کا بھی حکم دے دیا مگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شدید دلبستگی نے ابن زیاد کے اس ارادہ کو بدل دیا۔ ابن زیاد نے کہا "اچھا میں زین العابدین کو قتل نہیں کرتا، مگر دیکھا تمہارے اہل بیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا؟"

حضرت زینب نے جواب دیا،

"بے شک ان کی شہادت مقدر ہو چکی تھی، وہ مقتل میں تشریف لائے، مگر عنقریب داورِ محشر کے حضور وہ تم سے ضرور انصاف طلب کریں گے۔"

Marfat.com

سرِ اقدس کوفہ کے بازاروں میں ابن زیاد نے حکم دیا کہ تمام سروں کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا جائے۔ ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جب امام حسین کا سرِ اقدس ایک مکان کے قریب پہنچا تو اس مکان کا مالک قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کر رہا تھا:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے"
تو سرِ مبارک سے آواز آئی:

اِنَّ قَتْلَ الْحُسَيْنِ كَانَ مِنْهُ اَعْجَبًا ۝

"حسین کا قتل اس سے بھی عجیب ہے"

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اَعْجَبُ مِنْ اَصْحٰبِ الْكَهْفِ قَتْلِيْ وَحَمْلِيْ ۔

"میرا قتل اور نیزہ پر سوار ہونا ان سے بھی زیادہ عجیب ہے۔"

دمشق کو روانگی کوفہ میں خوب تشہیر کے بعد ابنِ زیاد نے شمر کو کہا کہ سرِ حسین اور تمام اہلبیت کو دمشق میں یزید کے دربار میں لے جاؤ۔ شمر پانچ ہزار کے لشکر سمیت دمشق کو روانہ ہوا۔ دمشق کے سفر میں امام عالی مقام کے سرِ اقدس سے بے پناہ کرامتیں ظاہر ہوئیں مگر سیاہ و بدباطن جن کی آنکھوں پر زر و جواہرات کے پردے پڑے ہوئے تھے یہ چیزیں کب دیکھ سکتے تھے۔ یہ کارواں جب شہر معمورہ کے پاس پہنچا تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

واقعہ شیریں معمورہ شہر کا حاکم ایک یہودی عزیز بن ہارون تھا وہ رات کو سویا تو خواب میں اسے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام مغموم ہیں۔ عزیز نے عرض کیا، "حضور کی طبیعت مغموم کیوں ہے"؟ آپ نے فرمایا "عزیز! محبوبِ خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے شہید کر دیئے گئے ہیں۔ ان کا سرِ مبارک صبح تیرے شہر معمورہ کے قریب سے گزر رہا ہے، حسین کی آزاد کردہ لونڈی شیریں تیرے دروازے

Marfat.com

پر آئے گی، تجھے چاہیے کہ ان کی خدمت کرے اور سرِ حسین کو میرا اسلام پہنچا دے۔" عزیز نے عرض کیا: "کیا محمد سچے رسول ہیں؟" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "وہ تو انبیاء کے بھی رسول ہیں۔ ان پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ لیا ہے جو ان کو تسلیم نہیں کرتا وہ جہنم میں جائیگا۔"

ادھر جب قافلہ معورہ کے قریب ایک پہاڑی کے دامن میں رُکا تو شیریں (جو امام حسین کی آزاد کردہ لونڈی تھی) نے اہلِ بیت کی خدمت میں عرض کیا کہ "میرے پاس کچھ زیور ہے، اگر آپ اجازت دیں تو انھیں شہر میں بیچ کر آپ کے لیے کپڑے لے آؤں۔" اہلِ حرم نے اس کے اصرار پر اسے اجازت دے دی۔ جب شیریں شہر کے دروازے پر پہنچی تو دروازہ بند تھا، دستک دی۔ اس وقت تک عزیز بن ہارون دروازے پر پہنچ چکا تھا۔ اس نے کہا "شیریں! ٹھہرو، دروازہ کھولتا ہوں۔"

یہ سن کر شیریں حیران رہ گئی کہ یہ آدمی میرا نام کیسے جانتا ہے۔ سوال کرنے پر عزیز نے خواب کا سارا واقعہ سنایا اور کافی سامان اور کپڑے لے کر امام زین العابدین کی خدمت میں پیش کیے اور سرِ اقدس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلام پہنچایا۔ سرِ مبارک سے سلام کا جواب آیا تو وہ فوراً مسلمان ہو گیا۔ امام زین العابدین نے چاہا کہ شیریں کا نکاح عزیز سے کر دیا جائے۔ مگر شیریں نے عرض کی کہ "میں اہلِ حرم سے جُدائی پسند نہیں کرتی۔ مجھے ان مصائب و مشکلات میں بھی راحت ہے۔" حضرت شہربانو رضی اللہ عنہا (جو اس لونڈی کو ایران سے لے آئے تھے) اصرار فرمایا تو شیریں نے تسلیم کر لیا اور اس کا نکاح عزیز سے کر دیا گیا۔

یزید پریشان ہو گیا

زحر بن قیس لشکر سے پہلے یزید کے دربار میں پہنچا اور بڑے فخر سے حالات سنانے لگا۔ غاز بن ربیعہ کہتے ہیں اس وقت میں یزید کے پاس بیٹھا تھا، یزید نے پوچھا "کیا خبر ہے؟" زحر بن قیس نے کہا: "فتح و نصرت کی بشارت لایا ہوں، حسین بن علی اپنے انیس (۱۹) اہلِ بیت اور بہتر ساتھیوں سمیت ہمارے پاس پہنچے، ہم نے انھیں بڑھ کر روکا اور مطالبہ کیا کہ ہمارے امیر المومنین یزید کی بیعت قبول کر لو مگر اُنھوں نے اطاعت کی بجائے لڑائی کو پسند کیا۔ چنانچہ ہم نے طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی ان پر حملہ بول دیا اور آن کی آن میں سب کا خاتمہ کر دیا۔ اس وقت اُن کے لاشے برہنہ

Marfat.com

پڑے ہیں، ان کے کپڑے خون میں تر ہیں، ان کے رخسار غبار سے اٹے پڑے ہیں، ان کے جسم دھوپ کی شدت سے خشک ہو رہے ہیں۔"

یہ سن کر یزید سخت پریشان ہو گیا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ زحر بن قیس کو کوئی انعام نہیں دیا اور کہا: "لعنت ہو ابنِ زیاد پر۔ اگر میں وہاں ہوتا تو حسین سے درگزر کرتا۔ خداوندِ کریم حسین کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔"

دراصل اس کا یہ گریہ بھی وقتی تھا کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ کلنک کا ٹیکہ کبھی دھویا نہ جا سکے گا۔

یزید کا دربار یہ لٹا ہوا قافلہ جب یزید کے دربار میں پہنچا تو امام عالی مقام کا سرِ اقدس ایک طشت میں رکھ کر یزید کے دربار میں پیش کیا گیا۔ یزید کہنے لگا: "اس کا چہرہ اب بھی کتنا خوب صورت ہے۔" یزید کے دربار میں قیصرِ روم کا ایک نصرانی قاصد بیٹھا ہوا تھا اس نے پوچھا: "یہ کیا ماجرا ہے؟" یزید نے کہا: "یہ حسین ابنِ علی کا سر ہے۔ انہوں نے میرے خلاف بغاوت کی تھی۔"

قاصدِ روم نے کہا: "ہم جہاں عیسٰی علیہ السلام کی سواری کے پاؤں کے نشان پاتے ہیں آج تک ان کی حرمت کرتے چلے آتے ہیں اور زر و جواہرات قربان کرتے چلے آتے ہیں۔ مگر حیف ہے تم پر کہ تم نے اپنے نبی کے نواسے کو مار ڈالا۔ کیا یہی تمہاری مسلمانی ہے؟ تم لوگ بدترین ظالم ہو۔"

یہ بات سن کر یزید سخت خفا ہوا اور کہا: "اگر تو سلطانِ روم کا قاصد نہ ہوتا تو ابھی تیری گردن اڑا دیتا۔"

قاصد نے کہا: "افسوس ہے کہ روم کے قاصد کا اتنا پاس ہے اور اپنے نبی کے فرزند کے قتل میں کچھ بھی وسواس نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر قاصدِ روم دربار سے چلا گیا۔

یزید سر پیٹ کر رہ گیا۔ ہائے اب کیا ہوگا ساری دنیا میں بدنام ہو جاؤں گا، خلقِ خدا مجھے کیا کہے گی!

یزید نے اہلِ حرم کو اپنے گھر بھیج دیا اور اپنے گھر والوں کو حکم دیا:

اَقِمْنَ عَلَیْھِنَّ الْمَاتَمَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ۔ (اخبار ماتم ص ۹۶۷)

"ان پر تین دن تک ماتم کرو۔" (جلاء العیون ص ۵۰۰)

یہ دیکھ کر حضرت امام عالی مقام کی ہمشیرہ حضرت زینب نے فرمایا:

یَا اَھْلَ الْکُوْفَۃِ اَتَبْکُوْنَ وَ تَنُوْحُوْنَ اِیْ وَاللّٰہِ فَابْکُوْا کَثِیْرًا وَّاضْحَکُوْا قَلِیْلًا۔ (اخبار ماتم ص ۸۰۵)

"اے کوفیو! امام کو خود قتل کر کے اب خود ہی روتے اور پیٹتے ہو۔ اللہ کرے ہمیشہ روتے رہو۔"

پھر یزید نے امام زین العابدین کو بلا کر کہا:

"جو کچھ ہونا تھا ہو گیا، وہ وقت اب واپس نہیں آسکتا۔ اب آپ مجھ سے کچھ خواہش کریں تاکہ اسے پورا کروں۔"

زین العابدین: مجھے تجھ سے کچھ امید نہیں۔

یزید: آپ حکم فرمائیں۔

زین العابدین: چار باتیں ہیں اگر پوری کر دے۔

یزید: ضرور کروں گا، فرمائیے۔

زین العابدین: (۱) پہلی بات یہ ہے کہ میرے باپ کے قاتل میرے سپرد کر دو۔

(۲) سرہائے شہداء مجھے دے دو تاکہ ان کے جسموں کے ساتھ دفن کر سکوں۔

(۳) آج جمعہ کا دن ہے مجھے اجازت دے کہ منبر پر خطبہ پڑھوں۔

(۴) ہمارے لٹے ہوئے قافلے کو واپس مدینہ پاک بھیج دے۔

یزید: (درباریوں سے متوجہ ہو کر) بتاؤ قاتل کون ہے؟

لوگوں نے کہا خولی ہے۔ خولی نے انکار کر دیا اور کہا سنان بن انس قاتل ہے۔ سنان سے پوچھا۔ اس نے کہا میں تو قاتلِ امام پر لعنت بھیجتا ہوں۔ یزید نے غصہ میں آ کر کہا:

"آخر کسی نے قتل بھی کیا ہے یا نہیں؟"

سنان نے کہا: "یہ فعل شمر کا ہے۔" مگر شمر بگڑ گیا۔ اس نے کہا: "میں کیوں قاتل ہونے لگا!"

Marfat.com

میری کون سی سلطنت حسین نے دبا رکھی تھی۔ قاتل وہ ہے جس کو حسین سے خوف تھا، جس نے زر و جواہرات کے بدلے لوگوں کے ایمان خراب کیے، عہدوں اور حکومتوں کا لالچ دے کر حسین کو قتل کرایا۔" غرضیکہ بڑا شور ہوا۔

یزید : (امام زین العابدین سے) حضرت! قاتل والا معاملہ تو مشکل ہے کوئی مانتا ہی نہیں۔ یہ جانے دیجئے، باقی تینوں خواہشات پوری کر دیتا ہوں۔

زین العابدین : مجھے پہلے ہی تجھ سے اُمید نہیں تھی۔

جامع مسجد دمشق

یزید نے خطبۂ جمعہ پڑھنے کی اجازت بھی با دلِ ناخواستہ ہی دی۔ مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھر چکی تھی۔ امام حسین کا شہزادہ منبر پر جلوہ افروز ہوا۔ آپ نے حمد و ثنا کے بعد کچھ اس انداز سے تقریر فرمائی کہ حاضرین زار زار رونے لگے۔ یزید نے دیکھا کہ تمام لوگ زین العابدین رضی اللہ عنہ سے شدید طور سے متاثر ہو چکے ہیں تو اس کو فکر ہوئی کہ سارا کھیل بگڑ نہ جائے۔ اس نے مؤذن کو اشارہ کیا کہ جلدی سے اذان پڑھ دے۔ مؤذن نے فوراً اذان شروع کر دی۔

مؤذن : اللہُ اکبر، اللہُ اکبر، اللہُ اکبر، اللہُ اکبر۔

زین العابدین : نَعَمْ لَا شَیْءَ اَکْبَرُ مِنْہُ۔

"ہاں اس سے بڑی کوئی چیز نہیں۔"

مؤذن : اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

زین العابدین : نَعَمْ شَھِدَ بِھَا لَحْمِیْ وَ شَعْرِیْ وَ دَمِیْ۔

"ہاں میرے جسم کی ایک ایک چیز نے اس کی گواہی دی۔"

مؤذن : اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ ط

زین العابدین : تجھے اسی نام کا واسطہ ہے ذرا خاموش ہو جاؤ۔

مؤذن خاموش ہو گیا آپ نے یزید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے یزید! محمد تیرے دادا ہیں یا میرے؟ اگر اپنے دادا کہے گا تو دنیا جھوٹا کہے گی۔ اور اگر حقیقت بیان کرے گا تو بتا کہ میرے باپ کو کیوں شہید کیا؟ مجھے یتیم کیا؟ اہلبیت کو

Marfat.com

شہر بہ شہر پھرایا، قید کرایا اور میرے دادا کے دین میں رخنہ ڈالا' حالانکہ تُو ان کا کلمہ پڑھتا ہے پھر بھی شرم نہیں کرتا۔"

آپ نے لوگوں سے فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس کا دادا رسولِ خدا ہو۔"

شہزادہ زین العابدین کی اس درد بھری تقریر سے عوام میں یزید سے شدید نفرت پیدا ہوگئی۔ یزید نے مؤذن کو ڈانٹا کہ جمعہ کی نماز کو دیر ہو رہی ہے۔ نماز سے فراغت کے بعد اس نے ایک اجلاسِ عام بلایا۔ شہر کے تمام رؤسا اور معززین کو کہا کہ "تم حسین کے لیے روتے ہو۔ میں تم پر تب راضی ہوتا کہ تم حسین کو میرے پاس زندہ لے آتے، میں ان سے کسی شرط پر صلح کر لیتا۔ لعنت ہو ابنِ زیاد پر جس نے اہل بیت پر زیادتی کی۔"

اس کے بعد یزید لگاتار امام زین العابدین کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتا رہا اور عزت و احترام کرتا رہا اور بہت سی نقدی حضرت زینب کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ اپنے بھائی کے قتل کے بدلے میں قبول کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا "ظالم! یہ دنیا کی دولت شہزادہ گلگوں قبا راکب دوشِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدلہ بناتا ہے؟ میں ایسی دولت کو ٹھوکر مارتی ہوں۔"

آخر یزید نے نعمان بن بشیر کو پانچ ہزار سوار دے کر قافلہ کو واپس کر دیا۔

مدینہ کو واپسی لٹا ہوا کاروانِ محمدی جب واپس کربلا کے میدان کے قریب پہنچا تو عجیب منظر تھا۔ ابھی تک مبارک جسم بے گور و کفن پڑے تھے۔

تھم ذرا بے تابیٔ دل ٹھہر جانے دے مجھے
اور اس بستی پہ چار آنسو بہانے دے مجھے

یہاں قافلہ ٹھہرا تو امام زین العابدین نے تمام شہداء کے جسموں کے ٹکڑوں کو جوڑ کر دفن کر دیا۔ ابھی تک جسموں سے تازہ خون رِس رہا تھا۔ کرب و بلا کے میدان سے واپسی بھی کیا درد انگیز ہے۔ کس شان سے بلائے گئے اور اب کس حال میں واپس کیے جا رہے ہیں ؎

جن کو خیموں سے باہر نکالا گیا
جن کو زنداں میں لیجا کے ڈالا گیا

Marfat.com

جن کی تشہیر کوفے کی گلیوں میں کی
ان پہ قرباں حیا آج کی رات ہے
چپہ چپہ زمیں کا ہے مبہوتِ غم
ذرہ ذرہ فلک کا ہے محوِ الم
شرق سے غرب تک عرش سے فرش تک
حشر کا دن ہے یا آج کی رات ہے

مدینۃ الرسول جب یہ لٹا ہوا کارواں مدینۃ الرسول پہنچا تو مدینہ طیبہ میں ایک کہرام مچ گیا کتنا دردآمیز منظر ہوگا۔ جب یہ قافلہ گلیوں سے گزرا ہوگا تو مدینہ کے در و دیواروں نے پوچھا ہوگا؛

قافلے والو! ابنِ رسول کہاں ہیں؛ پارۂ قلبِ بتول کہاں ہیں؛

روضۂ رسول پر حاضری مدینے کا ذرہ ذرہ رو رہا ہے۔ یہ منظر کسی سے دیکھا نہیں جاتا تھا اہلِ حرم اسی حالت میں روضۂ رسول کریم پر حاضر ہوتے ہیں اور رو رو کر عرض کرتے ہیں؛ ے

یا رسول اللہ! ذرا دیکھو ہمارا حالِ زار
دشمنوں کے ہاتھ سے کیسے ہوئے ہم دلفگار
جو مصیبت ہم پہ گزری کیا کریں اس کا بیاں
کوئی دنیا میں نہ ہوگا اس طرح زار و نزار

○

یا رسول اللہ برآر از روضہ سر تا بنگری
اہلِ بیتِ خویشتن را زار و بیمار و حزیں
در بلائے دشمنانِ دیں گرفتار آمدہ
کس مبادا در جہاں ہرگز گرفتار اینچنیں

برادرانِ اسلام! کربلا کا واقعہ بہت طویل اور دردناک ہے۔ یہاں میں نے مختصراً

Marfat.com

عرض کیا ہے آپ یقین فرمائیں کہ کربلا کے میدان میں قربانی دینے والے اپنی جانیں راہِ خدا میں پیش کرنے والے زندہ ہیں، ان کی یاد گھر گھر میں تازہ ہے۔

کربلا کا انتقام

حضرت امام حسین کے قاتلین کے متعلق تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی عذابِ الٰہی کی گرفت سے نہ بچ سکا۔ بعض کو ایسے دردناک مصائب کا سامنا کرنا پڑا کہ موت ان مصائب کے مقابلہ میں کہیں زیادہ آسان تھی۔

عبدالملک بن مروان کے زمانے میں جب مختار بن ابو عبید ثقفی کوفہ کا حاکم مقرر ہوا، تو اس نے چُن چُن کر ایسے لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا جنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت میں حصہ لیا تھا اور اس فوج میں شامل تھے جو آپ سے لڑنے کے لیے بھیجی گئی تھی۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اس نے ایک دن میں دو سو چالیس قاتلانِ حسین کو قتل کیا۔ شمر نے بھاگنے کی کوشش کی مگر اسے مختار کے آدمیوں نے پکڑ کر قتل کر ڈالا اور اس کی لاش کو کتوں سے نچوا دیا۔ خولی بن یزید مختار کے پاس لایا گیا مختار نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس کی لاش جلا دی گئی۔

ابن زیاد کے لشکر کے قائد عمرو بن سعد کا بھی یہی حشر ہوا اور اسے بھی اس کے بیٹے کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔

کوفہ میں قاتلین کا کام تمام کرنے کے بعد مختار نے ابراہیم بن اشتر کو عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ لڑنے کے لیے بھیجا۔ ابنِ اشتر کے ساتھ بہترین آزمودہ کار افسر تھے۔ ابنِ زیاد بھی شام سے ایک عظیم الشان لشکر لے کر اس کے مقابلے کے لیے نکلا۔ نہر خاذر پر دونوں لشکروں میں زبردست مقابلہ ہوا جس میں ابن زیاد کو شکست فاش ہوئی اور وہ میدانِ جنگ میں ابن اشتر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ابنِ زیاد کے علاوہ دوسرے شامی سردار حصین بن نمیر اور شرحبیل بن ذی الکلاع وغیرہ بھی مارے گئے۔ ابنِ اشتر نے ابن زیاد اور دوسرے شامی سرداروں کے سر کاٹ کر فتح کی خوشخبری کے ساتھ مختار کے پاس بھیج دیے جو اسی قصرالامارہ میں رکھے گئے جہاں امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کے سر رکھے گئے تھے۔ مختار نے ابنِ زیاد اور عمرو بن سعد کے سر امام زین العابدین کی خدمت میں بھیج دیے۔ امام زین العابدین سجدے میں گر گئے

Marfat.com

اور کہا اللہ کا شکر ہے جس نے دشمنوں سے انتقام لے لیا۔

یزیدی ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے اور راہِ حق میں جان دینے والوں کے لیے یہ اعلان و انعام کافی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔

"وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے انھیں مُردہ گمان بھی نہ کرو وہ زندہ ہیں انھیں اپنے رب کے پاس سے رزق ملتا ہے۔"

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔

Marfat.com

ماہِ صفر کی تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ط وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ
الطَّاہِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْہَادِیْنَ الْمَہْدِیِّیْنَ الرَّاشِدِیْنَ
الْمُسْتَرْشِدِیْنَ ○

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ
اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

برادرانِ ملت! یہ ماہِ صفر ہے۔ چونکہ اس مہینے میں متعدد اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اعراس کی تقریبات منائی جاتی ہیں اس لیے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہِ مبارک میں شانِ ولایت اور اولیاء اللہ کا ذکر کیا جائے۔ کوشش کروں گا کہ اس محفل میں حضرت داتا گنج بخش مخدوم ہجویری، حضرت مجدد الف ثانی، غوث بہاء الحق زکریا ملتانی اور حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہم الرحمۃ کے مختصر حالاتِ زندگی بھی عرض کرتا چلا جاؤں کیونکہ ان اولیاء امت کے عرس بھی اسی ماہ میں منائے جا رہے ہیں۔

جس آیہ کریمہ کو میں نے عنوانِ تقریر بنایا ہے اس کا ترجمہ سماعت فرمائیے۔ ارشاد ہوتا ہے اَلَآ "خبردار" اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ "بیشک اللہ تعالیٰ کے ولی" لَاخَوْفٌ عَلَیْہِمْ "ان پر کوئی خوف نہیں" وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ "اور نہ انہیں کوئی غم ہوگا۔"

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ولی حشر کے دن بے خوف و خطر ہوں گے انہیں کسی قسم کا

کوئی خوف نہ ہو گا۔ اس آیہ کریمہ کی تشریح سب سے پہلے سید الکونین سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ فیض ترجمان سے سُنیئے۔

حدیث شریف اس حدیث کے راوی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں،

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَاُنَاسًا مَّاھُمْ بِاَنْبِیَآءَ وَلَاشُھَدَآءَ یَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّھَدَآءُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِمَکَانِھِمْ مِنَ اللّٰہِ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ تُخْبِرُنَا مَنْھُمْ قَالَ ھُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا اِلَی اللّٰہِ مِنْ غَیْرِاَرْحَامٍ بَیْنَھُمْ وَاَمْوَالٍ یَتَعَاطُوْنَھَا فَوَاللّٰہِ اِنَّ وُجُوْھَھُمْ لَنُوْرٌ وَّاِنَّھُمْ لَعَلٰی نُوْرٍ لَا یَخَافُوْنَھُمْ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَءَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (ابوداؤد)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں بعض وُہ لوگ ہیں جو انبیاؑ اور شہداء تو نہیں لیکن انبیاؑ اور شہداء ان کے مرتبوں پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول! وہ کون ہوں گے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ وہی لوگ ہوں گے جو بغیر کسی قرابت داری اور دُنیاوی تعلقات کے اللہ کی رحمت سے لوگوں میں محبوب ہوگئے پس خدا کی قسم اُن کے چہرے منوّر ہوں گے اور انھیں کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔ اور آپ نے اس آیت کو تلاوت فرمایا؛ (ترجمہ) خبردار! اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

اولیأ اللہ کی شان میں قرآن کریم کی متعدد آیات موجود ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ نبی ہیں یا ولی۔ مگر زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ ولی ہیں۔ اللہ کریم جلّ جلالہٗ نے ان کو جو فرائض سونپے ہیں ان کی ایک جھلک آپ کو اس

Marfat.com

واقعہ سے ملے گی۔

واقعۂ خضر و موسیٰ علیہما السّلام ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پروردگارِ عالم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کی "یا اللہ! میں چاہتا ہوں کہ تیرے کسی مقبول ولی کی زیارت کروں۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میرا بندہ تمہیں اس جگہ ملے گا جہاں دو سمندر اکٹھے ہوتے ہیں۔" موسیٰ علیہ السلام نے ایک خادم یُوشع بن نُون کو ساتھ لیا اور سفر فرمایا۔ نبی اللہ ولی اللہ کو ملنے جا رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ نبی کا ہر فعل اُمت کی تعلیم کے لیے ہوا کرتا ہے۔ معلوم ہُوا کہ ولی اللہ کی زیارت کے لیے سفر کرنا حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی سنّت ہے۔

آپ چلتے چلتے وہاں پہنچ گئے جہاں پانی کے دُو دہانے تھے۔ ایک پتھر کے قریب سو گئے۔ کھانے کے لیے مچھلی ساتھ لائے تھے جو ایک تھیلے میں بند تھی اور یُوشع بن نون نے اسے اٹھا رکھا تھا۔ علامت یہ تھی کہ جس جگہ وُہ مچھلی زندہ ہو جائے گی وہاں میرے مقبول بندے کی ملاقات ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام آرام فرما رہے تھے اور یُوشع بن نُون نے دیکھا کہ وُہ مچھلی تڑپی اور تھیلے سے باہر آکر دریا میں چھلانگ لگا گئی۔ مگر عجیب صُورت تھی کہ جس جگہ سے گزرتی گئی وہاں پانی نہیں ملتا تھا اور پانی میں ایک غار سی بن کر رہ گئی۔ حضرت یُوشع بن نُون حیران ہو گئے سوچا کہ کلیم اللہ بیدار ہوں گے تو یہ واقعہ عرض کر دُوں گا مگر صبح ہوئی تو یوشع بھُول گئے۔ اور پھر آگے سفر شروع فرما دیا۔

دوپہر کے کھانے کا وقت ہُوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھانا طلب فرمایا تو یوشع نے عرض کیا: "حضور! مجھ سے سخت غلطی ہوئی مَیں بات عرض کرنا بھُول گیا۔ جہاں ہم نے رات گزاری تھی مچھلی تو اسی جگہ حیرت انگیز طور پر زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی تھی۔" موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "وہی تو ہماری منزل تھی چلو واپس چلیں۔"

جب واپس پھر وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ

عَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔

"تو انھوں نے میرے مقبول بندے کو پالیا جسے ہم نے رحمت اور علم لدنی سے نوازا تھا۔"

اللہ تعالیٰ کے یہ خاص بندے حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ "خضر" ان کا لقب ہے۔ ان کا نام بعض لوگوں میں احمد اور بعض کتابوں میں بلیا بن ملکان آیا ہے۔ ان کا لقب "خضر" اس وجہ سے ہے کہ وہ جس خشک زمین پر قدم رکھتے ہیں وہاں سبزہ اُگ آتا ہے۔ جس خشک درخت کے پاس سے گزر جاتے ہیں فوراً سرسبز ہو جاتا ہے۔ لفظ "خضر" تین طرح سے پڑھا جاتا ہے، خِضَرُ، خَضَرُ، خِضْرُ۔

موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی گفتگو یُوں شروع ہوئی:

مُوسیٰ: ہم آپ کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تاکہ دیکھیں کہ اپنے فرائض جو اللہ کریم نے آپ کے ذمے لگائے ہیں کس طرح ادا کرتے ہیں، ہم یہی علم حاصل کرنے یہاں آئے ہیں۔

خضر: حضور! مجھے کوئی انکار نہیں مگر اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ آپ میرا کام دیکھ کر صبر نہیں کر سکیں گے اور آپ صبر بھی کیسے فرما سکتے ہیں جبکہ آپ ان کاموں سے متعلق ہی نہیں۔

مُوسیٰ: آپ اِن شاءُ اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے میں آپ کے کسی فعل پر اعتراض نہیں کرونگا۔

خضر: اچھا اگر آپ مجبور ہی فرماتے ہیں تو نہایت خاموشی سے میرے کام دیکھتے جانا، اعتراض بالکل نہ کرنا، میں خود ہی اس کی تشریح کروں گا۔

مُوسیٰ: مجھے منظور ہے میں نہایت خاموشی سے دیکھتا جاؤں گا۔

قرآن کریم فرماتا ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام دونوں چلے یوشع واپس ہو گئے یا وہیں ٹھہر گئے یا ساتھ ہی رہے۔ مگر قرآن کریم نے فرمایا، ایک دریا کے کنارے پہنچے ملاح نے آپ سے پیسے وصول نہیں کیے۔ جب کشتی دریا کے درمیان گئی تو خضر علیہ السلام نے کشتی کے نیچے سے دو پھٹے اکھاڑ دیے۔

مُوسیٰ: اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا آپ نے کشتی اس لیے پھاڑ دی کہ یہ سب لوگ

Marfat.com

غرق ہو جائیں۔ خضر! تُو نے اچھا نہیں کیا، ملّاحوں نے ہمارا احترام کیا اور پیسے نہیں لیے اور تُو نے کشتی ہی خراب کر دی۔

خضر: کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا "آپ صبر نہیں فرما سکیں گے۔"

مُوسٰی: اس کے بعد اب کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔

خضر علیہ السلام نے کشتی کو پھاڑا مگر پانی کا ایک قطرہ بھی کشتی میں نہیں آیا۔ یہ شانِ ولایت ہے۔ پھر دونوں چل دیے۔ چلتے چلتے ایک میدان میں آئے، بچّے کھیل رہے تھے، ایک نہایت ہی خوب صورت اور حسین وجمیل بچّہ ان میں موجود تھا۔ خضر علیہ السلام نے اس کو پکڑا اور گردن مروڑ دی۔ قتل، اور وہ بھی ایک معصوم بچّے کا، کلیم اللہ کیسے برداشت کر سکتے تھے فوراً بولے

مُوسٰی: خضر! تُو نے بہت ظلم کیا۔ ایک بے گناہ، معصوم بچّے کو قتل کر ڈالا۔ تُو نے بہت بُرا کیا ہے۔ اس بچّے نے کیا قصور کیا تھا؟

خضر: مَیں نے کہا نہیں تھا، اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا "آپ صبر نہیں کر سکیں گے"، آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔

مُوسٰی: ایک اور موقع دیجئے۔ اس کے بعد اگر میں نے اعتراض کیا تو پھر مجھے بے شک اپنے ساتھ نہ رکھنا۔

پھر دونوں نے سفر کیا ایک بستی کے پاس سے گزرے، بھوک لگ رہی تھی۔ بستی والوں سے کہا کہ ہم تمہارے مہمان ہیں۔ بستی والوں نے کہا یہاں مہمانوں کے لیے کوئی جگہ نہیں کسی اور بستی میں چلے جائیے۔ اس بستی سے نکلنے لگے تو دیکھا کہ ایک دیوار گرنے کے قریب تھی خضر علیہ السلام نے اس کو ہاتھ سے سیدھا کر دیا۔

مُوسٰی: اعتراض تو نہیں کرتا، مگر ان بستی والوں نے ہمیں کھانا بھی نہیں کھلایا اور آپ ہیں کہ دیوار سیدھی کرتے پھر رہے ہیں۔ لَوْ شِئْتَ لَا تَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا۔ "اگر تم چاہتے تو اُجرت لے سکتے تھے" تاکہ ہم ان پیسوں سے کم از کم کھانا ہی حاصل کر لیتے۔

خضر : میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا " آپ میرے کام پر صبر نہیں کر سکیں گے" هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ "بس میری اور آپ کی جدائی ہے"

مُوسیٰ : اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا آپ کے تشریف لے جانے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ ان کاموں کا باطن بھی آپ پر واضح کر دوں جن کے ظاہر پر آپ نے اعتراض فرمایا تھا۔

مُوسیٰ : فرمائیے۔

خضر : وہ کشتی جو میں نے پھاڑ دی تھی وہ غریب لوگوں کی تھی اور وہ اسے چلا کر اپنے بال بچوں کا گزر کرتے تھے۔ اس دن جس وقت ہم اس پر سوار ہوئے، دریا کے دوسرے کنارے ایک ظالم بادشاہ بیٹھا ہوا تھا، جو کشتی بھی اچھی اور ٹھیک ہوتی اسے فوراً چھین لیتا۔ میں نے سوچا کہ کشتی کو عیب لگا دوں تاکہ ان مسکین لوگوں کی کشتی بچ جائے۔ اس طرح وہ کشتی ظالم بادشاہ نہیں لے گا اور دو پھٹے جو میں نے اکھاڑ پھینکے تھے یہ اس کی مرمت کرالیں گے۔ میری نگاہ دریا کے دونوں کناروں پر تھی۔

اور وہ بچہ جو میں نے قتل کیا تھا، میں سمجھتا ہوں کہ ایک معصوم بچے کا قتل کتنا جرم ہے، مگر یہاں بات اور تھی۔ اس لڑکے کے والدین مومن ہیں اور اس لڑکے کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے کہ یہ کافر ہے۔ والدین کو اس سے بہت پیار تھا۔ ہم نے سوچا کہیں ایسا نہ ہو کہ لڑکے کی محبت والدین کو بے ایمان کر دے۔ لہٰذا والدین کے ایمان کی حفاظت کے لیے لڑکے کو قتل کر دیا گیا اور ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے والدین کو اس سے بہتر بچہ عطا فرمائے گا۔

اور جس بستی والوں نے ہماری دعوت سے انکار کر دیا تھا اور میں نے ان کی گرتی ہوئی دیوار کو ٹھیک کر دیا تھا اس کا معاملہ یہ ہے کہ اس دیوار کے مالک یتیم بچے تھے ان کا والد نیک انسان تھا اس نے اپنے بچوں کے لیے اس

دیوار کے نیچے خزانہ دفن کر دیا تھا۔ اگر آج دیوار گر جاتی تو خزانہ لوگ لوٹ کر لے جاتے اور بچے ابھی چھوٹے ہیں اس لیے میں نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا تاکہ ان یتیموں کا خزانہ ضائع نہ ہو جائے۔ جب یہ بچے جوان ہوں گے تو ہم انھیں بتا دیں گے کہ تمہارے والد نے تمہارے لیے اس دیوار کے نیچے خزانہ رکھا ہوا ہے۔

ہاں تو یہ سب کام مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ میں اپنی مرضی سے نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرا ان کاموں کے کرنے پر تقرر ہے۔

حاضرینِ کرام! یہ واقعہ جو قرآن کریم نے نہایت مفصل طریقے سے بیان فرمایا ہے اس سے شانِ اولیاء اللہ پر بے پناہ دلائل واضح ہو رہے ہیں چند باتیں جو بالکل بادی النظر میں سامنے آجاتی ہیں یہ ہیں:

ستّرہ باتیں

① اولیاءُ اللہ کی خدمت میں حاضری کے لیے سفر کرنا۔

② ان سے روحانی و باطنی فیض حاصل کرنا۔

③ اولیاءُ اللہ کے دربار میں مُردہ مچھلی زندہ ہو گئی۔

④ پھر اس مچھلی کا پانی پر تصرف ہو گیا اور وہ جہاں سے گزرتی گئی راستہ بنتا گیا۔

⑤ اولیاءُ اللہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص رحمت اور علم لدنی عطا ہوتا ہے۔

⑥ اللہ تعالیٰ نے ایک باطنی نظام بھی مقرر فرما رکھا ہے جسے اللہ کے مقبول بندے چلاتے ہیں۔

⑦ اولیاء اللہ کا پانی پر پُورا پُورا تصرف ہوتا ہے۔

⑧ اولیاءُ اللہ کی نگاہ دونوں کناروں پر ہوتی ہے۔ دنیا و آخرت ان کے سامنے ہوتے ہیں۔

⑨ اللہ کے مقبول بندے پیشانی پر نگاہ سے ہی تمام احوال معلوم کر لیتے ہیں۔

⑩ لوحِ محفوظ اولیاءُ کے پیشِ نظر ہوتی ہے۔

⑪ وہ تقدیریں بدل دیتے ہیں۔

⑫ ایمان جان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔

⑬ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے وہ لوگوں کے حالات سے واقف ہوتے ہیں۔

⑭ ان کی نگاہ زمین کے نیچے دفن چیزوں کو دیکھ سکتی ہے۔

⑮ اولیاء گرتی ہوئی اشیاء کو روک دیتے ہیں۔

⑯ ان کے کاموں پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

⑰ ہر چیز کے صرف ظاہر پر ہی نظر نہیں رکھنی چاہیے۔

مندرجہ سترہ باتوں کے علاوہ بھی اس سے بے شمار موتی نکلتے ہیں۔ آج کی تقریر میں ہم ان سترہ چیزوں کے متعلق عرض کریں گے اس لیے کہ ان کا اصل قرآنِ کریم سے ثابت ہو گیا اور قرآن سے بڑھ کر کون سی کتاب ہے۔ جو بات قرآنِ حکیم سے ثابت ہو جائے اس میں شک و شبہ مومن کی شان سے بعید ہے۔

تفصیل

اب آپ حضرات ان سترہ باتوں کی تفصیل سماعت فرمائیں۔ اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضری کے لیے سفر تو قرآن کریم کی اس آیتِ پاک سے ثابت ہو گیا کہ اولیاؑ سے ملاقات کے لیے حاضری انبیاء کی سنّت ہے۔ اولیاؑ اللہ کی حاضری کے متعلق یہاں صرف ایک واقعہ عرض کرتا ہوں جس سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ مقبولانِ خدا کی بارگاہ میں حاضری کے آداب کیا ہیں۔

شہنشاہِ جیلان اور ایک غوث

بہجۃ الاسرار شریف میں ہے حضرت عبداللہ تمیمی فرماتے ہیں کہ میرا طالب علمی کا زمانہ تھا اور میں بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں تعلیم حاصل کرتا تھا ایک دن ہمیں علم ہوا کہ شہر سے کچھ دُور ایک مقبولِ خدا ہیں جنہیں غوث کہا جاتا ہے۔ ہمیں ان کی زیارت کا شوق ہُوا۔ میں اور میرے دو ساتھی طالب علم، ابنِ سقا نے کہا کہ میں اس غوث سے ایسا سوال کروں گا کہ وہ چکرا جائے گا اور میرے سوال کا جواب نہیں دے سکے گا۔

میں نے کہا میں سوال تو بڑا سخت کروں گا، دیکھوں اس کا کیا جواب دیتا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی نے کہا تمہارے الفاظ ٹھیک نہیں، یہ کلمات بے ادبی سے بھرے ہوئے ہیں، میں تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر صرف یہ دیکھوں گا کہ مجھے کتنا فیض ملتا ہے۔

Marfat.com

تینوں جب وہاں پہنچے تو وہ بزرگ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گئے۔ پھر اچانک ظاہر ہوئے اور ابنِ سقا کی طرف غضب کی نگاہ کر کے فرمایا:

"اے ابنِ سقا! خدا تیرا بھلا نہ کرے۔ تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھتا ہے جس کا جواب مجھے نہ آتا ہو۔ سُن! تیرا سوال یہ ہے اور یہ اس کا جواب ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے جسم میں کفر کی آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔"

عبداللہ بن علی تمیمی فرماتے ہیں پھر وہ بزرگ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"اے عبداللہ! تیرا خیال ہے کہ میں تیرے سوال کا جواب نہ دے سکوں گا؟ تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ دُنیا تیرے کانوں کی لو تک پہنچ چکی ہے۔"

پھر شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو سینے سے لگا لیا۔ فرمایا:

"اے عبدالقادر! تم نے ادب کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کو راضی کر لیا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بغداد کے منبر پر بیٹھا ہوا وعظ کہہ رہا ہے اور لاکھوں انسان تیرے بیان سے فیض یاب ہو رہے ہیں اور تو کہہ رہا ہے:

قَدَمِیْ ھٰذَا عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ

"میرا یہ قدم تمام اولیاءُ اللہ کی گردن پر ہے۔"

اور مجھے یہ بھی نظر آ رہا ہے کہ تمام اولیاء اللہ نے تیری بزرگی کے سامنے اپنی گردنوں کو جھکا دیا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ بزرگ ہم سے پھر غائب ہو گئے اور پھر ان کا کسی کو پتا نہ چل سکا۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ جس طرح اس غوث نے کہا تھا اللہ تعالیٰ نے اسی طرح کر دیا۔

ابنِ سقا نے ہر علم میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ ساری دُنیا میں اس کے علم کا چرچا ہونے لگا۔ بڑے بڑے عالم اس سے مناظرہ میں شکست کھا گئے۔ روم کے عیسائی بادشاہ نے اپنے تمام پادریوں کو جمع کیا اور ابنِ سقا کو مناظرہ کی دعوت دی۔ ابنِ سقا نے تمام

Marfat.com

پادریوں کو شکست فاش دی اور لاجواب کر دیا۔ بادشاہ اس صورتِ حال سے سخت پریشان ہوا اچانک اُس کی جوان بیٹی پر ابنِ سقا کی نظر پڑ گئی اور وہ اس پر عاشق ہو گیا۔ بادشاہ کو کہا کر اپنی اس لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دے۔ بادشاہ نے کہا اس شرط پر نکاح کر سکتا ہوں کر تو اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت قبول کر لے۔ ابنِ سقا نے فوراً اسلام کو خیر باد کہہ دیا اور مرتد ہو گیا۔

بادشاہ نے اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کر دیا۔ نکاح کے ساتھ ہی اس کے جسم میں کوڑھ کی بیماری پھیل گئی بادشاہ نے اس کو اٹھوا کر شہر سے باہر پھینک دیا۔ جو آدمی اس کے پاس سے گزرتا تھا اس پر لعنت بھیجتا تھا۔ لوگ کہتے یہ وہ آدمی ہے جس نے ایک ولی اللہ کی بے ادبی کی ہے۔ آخر وہ اسی حالت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے : ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس دَرد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

"جب اللہ تعالیٰ کسی کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو وہ پاک لوگوں پر طعن شروع کر دیتا ہے۔"

دُعا کیجئے اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کا ادب کرنے کی توفیق دے۔ ماں باپ کا بے ادب، استاد کا بے ادب، پیر کا بے ادب کبھی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ؎

بے ادباں مقصود نہ حاصل نہ درگاہے ڈھوئی
تے منزل مقصود نہیں پہنچا باجھ ادب دے کوئی

اولیاء اللہ کے بارے میں اور ان کی شان میں گستاخیاں کرنے والے لوگوں کو ابنِ سقا کا واقعہ سن کر اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا چاہئے۔ حدیثِ قدسی میں ہے۔ حدیث قدسی وُہ ہوتی ہے جو کلام اللہ تعالیٰ کا ہو اور راوی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ لِلْحَرْبِ۔

Marfat.com

"جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میں اسے جنگ کا چیلنج دیتا ہوں۔"
بھلا اللہ سے کون جنگ کر سکتا ہے۔

عبداللہ تیمی فرماتے ہیں کہ جس طرح اس غوث نے فرمایا تھا، میں نے دیکھا ابن سقا پر اسی طرح گزری۔

معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے منہ سے جو بات نکلتی ہے اسی طرح ہو کر رہتی ہے۔

راوی کہتے ہیں مجھے تحصیل علم کے بعد سلطان نورالدین شہید نے دمشق میں بلایا اور وزیر اوقاف بنایا۔ میں نے دیکھا دنیا میرے کانوں کی لو تک پہنچ گئی ہے۔ میرے معاملہ میں بھی غوث کا کہنا صحیح ہوا اگر ایمان سلامت رہا کیونکہ میری بے ادبی اس سے کم تھی۔ اور شیخ عبدالقادر کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بغداد کی جامع مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر فرما رہے ہیں:

قَدَمِیْ هٰذَا عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ۔

"میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔"

جن کی منبر بنی گردنِ اولیاء
اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس سے اٹھ کر غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قدم پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا۔ دو ہزار اولیاء آپ کی محفل میں حاضر تھے سب نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔

سلطان الہند علیہ الرحمۃ کا اعتراف

اُس وقت سلطان الہند خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ غزنی کے پہاڑوں میں عبادت فرما رہے تھے شہنشاہِ بغداد کا اعلان سنتے ہی سر جھکا دیا اور کہا:

لَا بَلْ عَلٰی عَیْنِیْ وَ رَاْسِیْ۔

"نہیں بلکہ میری آنکھوں پر اور میرے سر پر۔"

Marfat.com

؎ واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اُونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کوئی کیا جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا
کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں نہیں لاتا ہے کتا تیرا

سبق ثابت ہوا کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے مگر نہایت ادب و احترام کے ساتھ۔

عالم اور ولی ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ علماء کی محفل میں زبان سنبھال کر اور اولیاء کی محفل میں دل سنبھال کر بیٹھنا چاہیے۔

فیض حاصل کرنا اولیاء اللہ سے ظاہری زندگی اور وصال کے بعد برابر فیض حاصل ہوتا ہے اس کے لیے بے پناہ دلائل موجود ہیں مشکوٰۃ شریف میں ہے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْاَبْدَالُ بِالشَّامِ وَھُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا کُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہٗ رَجُلًا یُسْقٰی بِھِمُ الْغَیْثُ وَیُنْتَصَرُ بِھِمْ عَلَی الْاَعْدَآءِ وَیُصْرَفُ مِنْ اَھْلِ الشَّامِ بِھِمُ الْعَذَابُ ط

"میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے ہیں کہ شام میں ابدال ہوں گے جن کی تعداد چالیس ہو گی جب ان سے ایک فوت ہو جائیگا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دُوسرا مقرر فرما دے گا۔ ان کے وسیلہ سے بارش ہو گی اور انہی کے طفیل دشمنوں پر فتح حاصل ہو گی اور انہی کی برکت سے اہلِ شام سے عذاب دُور کیا جائے گا۔"

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے ذریعہ بارش ہوتی ہے،

Marfat.com

دشمنوں پر فتح ملتی ہے اور عذاب دُور کیا جاتا ہے۔ اولیاءُ اللہ سے ظاہری زندگی میں توفیض ملنے کا کوئی بھی منکر نہیں۔ بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اولیاءُ اللہ سے وصال کے بعد فیض نہیں ملتا۔ مگر یہ عقیدہ اور خیال بالکل غلط ہے اور فاسد ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں کہ اولیاءُ اللہ وصال کے بعد ظاہری زندگی سے زیادہ امداد فرماتے ہیں اس لیے کہ اب وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

امام ابوُحنیفہ کی قبر اور خضر علیہ السلام

مشارق الانوار صفحہ ۹۹ میں ہے ابنِ جوزی کہتے ہیں کہ شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سیکھنے کے لیے حضرت خضر علیہ السلام ہر روز صبح کے وقت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی مجلس میں آیا کرتے تھے جب آپ کا وصال ہوگیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ امام ابوحنیفہ کی روح کو ان کے جسم میں لوٹا دے تاکہ میں علمِ فقہ ان سے مکمل کرسکوں۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام اپنی عادت کے مطابق ہر روز صبح کے وقت امام ابوُحنیفہ کی قبر پر آکر ان سے فقہ اور شریعت کے مسائل سُنا کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ کی قبر اور امام شافعی علیہ الرحمۃ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال فلسطین سے بغداد شریف حضرت امام ابوحنیفہ کی قبر پر حاضر ہوا کرتے تھے اور اس مسجد میں جو حضرت امام اعظم کے مزار کے قریب ہے نماز ادا فرماتے تھے اور رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ شاگردوں نے عرض کیا ہم دیکھتے ہیں کہ آپ یہاں اپنے اجتہاد پر عمل کی بجائے اس اجتہاد پر عمل فرماتے ہیں جو امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے۔

امام شافعی نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے یہاں پہنچ کر اتنے بڑے امام کے سامنے اپنے اجتہاد پر عمل کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

حضرات اولیا کرام کے مزارات پر حاضر ہونا اور ان سے فیوضات حاصل کرنا اہلِ اسلام کا شروع سے طریقہ چلا آرہا ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے کثیر التعداد واقعات کتابوں میں

Marfat.com

موجود ہیں۔

داتا صاحب علیہ الرحمۃ کے مزار شریف پر حاضری

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے اور چلّہ کاٹا۔ فراغت کے بعد آپ نے داتا صاحب کی شان میں یہ شعر فرمایا جو زبان زدِ عام ہے:

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

اس شعر میں دو لفظ خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ ایک "گنج بخش" اور دوسرا "فیضِ عالم"۔ معلوم ہوا کہ خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ کا ولی قبر میں لیٹا ہوا بھی خزانے بخشنے والا اور فیض دینے والا ہوتا ہے۔ اسی مزارِ پاک پر خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بابا فرید گنجِ شکر رحمۃ اللہ علیہ اور کئی بزرگوں نے چلّے کاٹے ہیں۔ علامہ اقبال نے فرمایا ہے:

سیدِ ہجویر مخدومِ اُمم
مرقدِ او پیرِ سنجر را حرم
خاکِ پنجاب از دمِ او زندہ گشت
صبحِ ما از مہرِ او تابندہ گشت

ایک لطیفہ ایک فقیر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سامنے بیٹھ کر کہہ رہا تھا "داتا دس روپے دے دو، داتا دس روپے دے دو۔" ایک بدعقیدہ شخص کا ادھر سے گزر ہوا اس نے کہا، او فقیر! کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا، اپنے داتا سے دس روپے مانگ رہا ہوں۔ اس نے کہا: یہ شرک ہے، خدا سے مانگ، وہ داتا ہے، اس قبر سے تمھیں کچھ نہیں ملے گا۔ فقیر نے کہا: تیرے لیے شرک ہوگا میرے لیے نہیں۔ اس شخص نے کہا، تجھے کچھ نہیں ملے گا، تیری جھولی خالی رہے گی، یہ کچھ نہیں دے سکتے، تم دس روپے مجھ سے لے لو۔

فقیر نے دس روپے لے کر جیب میں ڈال لیے اور مزار کی طرف متوجہ ہو کر کہا، اے

Marfat.com

داتا! مجھے یقین ہوگیا ہے کہ تُو واقعی داتا ہے، دلایا بھی تو اس سے جو تیرے داتا ہونے کا ہی منکر ہے، واہ دلایا بھی تو کیسے مُوذی سے دلایا۔

ے

درِ فیضِ حق بند جب تھا نہ اب کچھ
فقیروں کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ
یہ اللہ والے ہیں دیتے ہیں سب کچھ
مگر ان سے چاہیے لینے کا ڈھب کچھ

حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچ کر وہ مچھلی یوشع بن نون اپنے ساتھ لئے تھے زندہ ہوگئی اور چھلانگ لگا کر پانی میں عجیب راستہ بناتی ہوئی چلی گئی۔

معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی بارگاہ میں آکر مُردہ چیزیں زندہ ہوجاتی ہیں۔ یونہی مُردہ قلوب ان کی نگاہ سے زندہ ہوجاتے ہیں۔

حکایت ایک شخص جس نے بے پناہ قتل کیے تھے اپنے علاقے کا مشہور ڈاکو اور رہزن تھا کوئی جُرم ایسا نہیں تھا جو اس نے نہ کیا ہو۔ رفتہ رفتہ اس کے دل پر ایسی سیاہی پھیل گئی کہ اس کے نزدیک گناہ گناہ نہ رہا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہی کا ایک نقطہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کرلے تو وہ نقطہ مٹا دیا جاتا ہے ورنہ وہ پھیل کر سارے دل کو گھیر لیتا ہے پھر مجرم کی نظر میں جرم جرم نہیں رہتا۔ یہی حال اس چور اور ڈاکو کا تھا اس کا دل بالکل مُردہ ہوچکا تھا۔

ایک دن اس نے ایک مکان پر ڈاکہ ڈالا تو صاحبِ مکان نے اس کو کہا ہم غریب آدمی ہیں ہمارے گھر سے تمہیں کیا ملے گا، گولڑہ شریف جاؤ وہاں پیر مہر علی ہیں ان کے گھر سے تمہیں بڑی دولت ملے گی۔ ڈاکو واپس آگیا اور گولڑہ شریف پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرنے لگا۔ ع

"رحمت حق بہانہ می جوید بہانمی جوید"

ڈاکو اپنے ساتھیوں کو لے کر رات کی تاریکی میں گولڑہ شریف کی طرف روانہ ہوا قطبِ وقت

Marfat.com

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت عبادتِ الٰہی میں مشغول تھے۔ ان لوگوں کے دن صیام اور راتیں قیام میں گزرا کرتی ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا

"یہ لوگ سجدے اور قیام کی حالت میں راتیں گزارتے ہیں"۔

میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ؎

ایہہ راتیں کر کر زاری روندے نیند اکھیں تھیں دھوندے
فجریں اوہ گنہگار بدا دن سب تھیں نیویں ہوندے

اور سرکار گولڑہ وہ ذات ہیں جن کی سنتیں قضا ہو جائیں تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں "مہر علی! میری سنتیں قضا کر دی ہیں"۔ ؎

سُبْحَانَ اللهِ مَا اَجْمَلَكَ
مَا اَحْسَنَكَ مَا اَكْمَلَكَ
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں

اج سک متراں دی ودھیری اے
کیوں دلڑی اداس گھنیری اے
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے
اج نیناں نے لائیاں کیوں جھڑیاں

اس صورت نوں میں جان آکھاں
جاناں کر جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان تھیں شاناں سب بنیاں

Marfat.com

لا ہو دُکھ تھیں مخلط بردِ یمن
من بھانوری شکل دکھاؤ سجن
ادہا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن
جیہڑیاں حمرا وادی سُن کریاں

الغرض وُہ ڈاکو جب گولڑہ شریف کی حدود میں داخل ہوا، قدم رکھا ہی تھا کہ دل کی حرکت تیز ہو گئی۔ وُہ حیران تھا کہ میں نے بڑے بڑے امرا کے گھروں پر ڈاکے ڈالے مگر میرا دل کبھی نہیں دھڑکا، آج پتا نہیں کہ دل کیوں بے قابو ہُوا جا رہا ہے۔

وہ اور آگے بڑھا مگر حرکت اور تیز ہوتی گئی۔ آخر ایک ایسا نور ظاہر ہُوا کہ اس کی آنکھیں چُندھیا گئیں اور دل سے بے اختیار نکل گیا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی چُھری سے دل کی سیاہی کُھرچ کُھرچ کر اتار رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکو بیہوش ہو گیا۔ ہوش آیا تو دیکھا کہ سر پر وقت کے غوث پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کھڑے ہوئے کہہ رہے ہیں: ؎

دل مُردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کی مرضِ کُہن کا چارہ

ڈاکو آپ کے قدموں پر گر گیا اور اس قدر عبادت و ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوا کہ مقبول بارگاہِ قدس ہو گیا۔

حکایت یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک چور نے شہنشاہِ بغداد رضی اللہ عنہ کے جسم پر ایک قیمتی قبا دیکھی۔ آپ بازار میں جا رہے تھے، چور بھی پیچھے ہو لیا کہ کسی صورت یہ قبا چھین سکوں۔ جب آپ اپنے حجرے میں داخل ہُوئے تو چور بھی کسی طرح خاموشی سے اندر داخل ہو گیا۔ آپ نے کُرتہ اتار کر رکھا اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔ وہ چور چپکے سے اٹھا اور کُرتہ بغل میں دبا لیا۔ جب دروازے پر پہنچا تو اسے دروازہ نظر نہ آیا۔ ناچار دیواروں پر ہاتھ مارتا رہا مگر دروازہ نہ ملا۔ اتنے میں دروازے پر کسی نے دستک دی حضور غوث پاک نے دو رکعت نفل پڑھ کر سلام پھیرنے کے بعد فرمایا، "دروازہ پر کون ہے؟" آواز آئی "أنا بلیا بن ملکان" (میں بلیا بن ملکان ہوں)۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام کا نام ہے۔

بعض کتابوں میں ان کا نام احمد بھی لکھا ہے۔ مگر علما فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ اس لیے کہ حضور علیہ السلام سے پہلے اور کسی کا نام احمد نہیں رکھا گیا۔ اعلحضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

پیر پیراں میر میراں یا شہِ جیلاں توئی
اُنسِ جانِ قدسیاں و غوثِ انس و جاں توئی
سر توئی سرور توئی سر را سر و ساماں توئی
جاں توئی جاناں توئی جاں را قرارِ جاں توئی

حضور غوث پاک نے فرمایا: آپ کیسے تشریف لائے؟ خضر علیہ السلام نے کہا: فلاں علاقے کا ابدال انتقال کر گیا ہے اس علاقے کے لیے ابدال لینے آیا ہوں۔

وہ چور اندر ایک صف میں چھپا بیٹھا تھا۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا: اس علاقے کے لیے ابدال کی ابھی ضرورت ہے۔ شہنشاہِ بغداد نے فرمایا کہ صبح کسی کو مقرر کیا جائے گا۔ خضر علیہ السلام نے کہا: اگر صبح تک وہ علاقہ غرق ہو گیا تو ذمہ دار کون ہوگا؟ حضور غوث پاک نے فرمایا: اچھا ایک ابدال اندر ہماری صف میں لیٹا پڑا ہے اسے لے جائیے۔

خضر علیہ السلام نے جا کر فرمایا: اے ابدال۔ چور نے کہا: میں ابدال نہیں چور ہوں۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا: نہیں تو ابدال ہے، ٹھیک ہے تو چور تھا، ڈاکو تھا، رہزن تھا، غوث کی نگاہ سے ابدال ہو گیا ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں: ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

معلوم ہُوا کہ اولیاءُ اللہ کی بارگاہ میں مُردہ دل مردہ نہیں رہتے بلکہ زندہ ہو جاتے ہیں۔
کئی کتابوں میں آیا ہے کہ اکثر اولیاءُ اللہ نے مُردے بھی زندہ کیے ہیں۔ یہ بات بعید نہیں اس لیے کہ یہ مسئلہ مسلّمہ ہے کہ جو چیز نبی سے بطور معجزہ صادر ہو سکتی ہے ولی اللہ سے اس کا ظہور بطور کرامت ہو سکتا ہے۔

علامہ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

اِنَّ کُلَّ مُعْجِزَۃٍ وُجِدَتْ لِنَبِیٍّ یَجُوْزُ اَنْ تَقَعَ کَرَامَۃً لِوَلِیٍّ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اٰتَیْنٰہُ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔

علمِ لدنی اس علم کو کہتے ہیں جو اللہ کریم اپنے خاص فضل وکرم سے اپنے خاص بندوں کو اپنی طرف سے سکھا دے۔

عوارف المعارف میں شیخ عمر بن محمد شہاب الدین سُہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ قرشی نے فرمایا:

"علم لدُنی اللہ کے اسرار ہیں جنھیں وُہ اپنے اکابرین اولیاء کرام اور خاص بندوں کو سماع اور تعلیم کے بغیر عطا فرماتا ہے۔ یہ وُہ اسرار ہیں جن سے صرف خواص ہی آشنا ہوتے ہیں۔"

شیخ ابوسعید الخراز کا قول ہے:

"عارفین کے پاس ایسے خزانے ہیں جن کے اندر انہوں نے عجیب و غریب علوم وفنون کو محفوظ رکھا ہوا ہے۔ ان کا اظہار وہ ابدیت کی زبان سے کرتے ہیں اور انھیں ازلیت کی عبارت میں بیان کرتے ہیں۔ یہ وہ علم ہے جس سے عام لوگ بے بہرہ ہیں۔"

اس قول میں ابدیت کی زبان، ازلیت کی عبارت سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ یہی وُہ علم لدنی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کے واقعہ میں بیان فرمایا ہے۔

حدیث شریف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم ایک پوشیدہ خزانہ کی مانند ہے جس سے علماء ربانی ہی واقف ہوتے ہیں۔ جب وہ علم کی باتیں بیان کرتے ہیں تو مغرور انسان کے سوا کوئی انکار نہیں کرتا۔

Marfat.com

علم اور ولایت ولایت کے لیے علم ضروری و لابدی ہے۔ علم کے بغیر ولایت نہیں مل سکتی۔ علم چاہے کسی انسان سے حاصل کرے یا اللہ تعالیٰ اسے علم لدنی عطا فرمادے۔ پہلے علم حاصل ہوتا ہے پھر علم ولایت کا حصول ہوتا ہے، جاہل ولی نہیں ہوتا۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ تَزَهَّدَ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَقَدْ مَاتَ فِي الْكُفْرِ۔

"جو علم کے بغیر زہد کرتا ہے اس کا خاتمہ کفر پر ہوا۔"

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کلام کا ترجمہ یوں فرمایا ہے: ع

باجھ علموں جو کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہو

علم کے بغیر حصولِ ولایت محال ہے کیونکہ قدم قدم پر شیطانی حملوں کا خطرہ ہے۔ اور شیطان کے حملوں سے بچنے کے لیے بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

ایک واقعہ بہجۃ الاسرار میں ہے کہ ایک مرتبہ شہنشاہِ بغداد رضی اللہ عنہ کہیں جنگل میں تشریف لے جا رہے تھے اچانک آسمان پر بادل کا ٹکڑا نظر آیا۔ وہ بادل سر کے قریب آتا گیا۔ جب وہ کافی قریب آگیا تو اس سے آواز آئی:

"اے عبدالقادر! میں تیرا خدا ہوں، میں نے تجھے قبول کر لیا ہے۔ لہٰذا اب تجھے عبادت و ریاضت کی کوئی ضرورت نہیں میں نے تیری سب عبادتیں قبول کر لی ہیں۔"

یہ لفظ سن کر حضور غوث پاک نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھا بادل پھٹ گیا اور آواز آئی:

"اے عبدالقادر! میں ابلیس ہوں، تجھے تیرے علم نے بچا لیا ہے ورنہ میں اس مرتبہ پر پہنچے ہوئے ستر غوثوں کو اسی حربے سے گمراہ کر چکا ہوں عبدالقادر! تجھے تیرے علم نے بچا لیا ہے۔"

Marfat.com

حضور غوث پاک نے فرمایا:

"ظالم! اب بھی دھوکا دینا چاہتا ہے کہ میں علم پر فخر کروں، غلط ہے۔
مجھے میرے علم کے علاوہ اللہ کے فضل نے بچایا ہے۔"

امام حسن بصری علیہ الرحمۃ عوارف المعارف میں ہے امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ "فقیہہ وہ زاہد ہے جو دنیا سے رغبت نہ رکھے۔

صوفیاء کرام جب ظاہری علم حاصل کرتے ہیں تو یہ علم انھیں عمل کی تلقین کرتا ہے اور جب وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہیں تو انھیں علمِ وراثت عطا ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ دوسرے علماء کے علوم میں مساوی درجہ رکھتے ہیں مگر کچھ زاید عمل کی وجہ سے ممتاز ہوتے ہیں۔ وہ زائد علم علمِ وراثت ہے اور یہی ولایت ہے۔"

حدیث شریف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں،

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقِیْہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ ط

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک عالمِ دین شیطان پر ہزار (بے علم) زاہد سے زیادہ سخت ہے۔"

ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اور اس مذہب کا ستون علم ہے۔ حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جب علم قلب تک پہنچتا ہے تو دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ حق و باطل کو دیکھنے لگتا ہے اور ہدایت و گمراہی کا فرق معلوم کر لیتا ہے۔"

خواجہ شہاب الدین سہروردی کا ارشاد جب وہ علم کے مطابق عمل شروع کر دیتے ہیں تو انھیں معرفت حاصل ہوتی ہے۔ معرفت کے بعد انھیں ہدایت حاصل ہوتی ہے لہٰذا علم قلوب کے لیے خداداد نعمت ہے جسے معرفت امتیاز بخشتی ہے اور ہدایت دلی وجدان کا دوسرا نام ہے۔

اکابرین اولیاء کرام کے ان ارشادات سے صاف صاف واضح ہوتا ہے کہ ولایت کے لیے علم نہایت ضروری ہے۔

ایک مذموم تحریک اکثر جاہل لوگ آج کل اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ علم اور چیز ہے اور ولایت اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ کثرت ایسے جاہلوں کی ہوگئی ہے جنہوں نے پیری مریدی کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے وہ خود تو علم حاصل نہیں کرتے اب وہ اپنی جہالت پر نادم ہونے کی بجائے اپنے مریدین کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ علم کوئی چیز نہیں ہے ولایت علم پر منحصر نہیں۔ ان کی اس کوشش سے جاہل پیروں کا ایک جال ہے جو پھیلتا چلا گیا ہے۔ بات یہاں تک ختم نہیں ہوتی بلکہ اب تو عبادت سے بھی انکار کیا جا رہا ہے اور علی الاعلان کہا جاتا ہے کہ عبادت کی کوئی ضرورت نہیں۔ ع

نمازِ عاشقاں کلی وجود ست

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

"بہت سے ابلیس شیطانوں کی شکل میں پھرتے ہیں ہر ایک ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔"

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ایسے جاہل بے دین پیروں سے بچائے۔ یہ ظالم لوگ ہیں، ایمان کے ڈاکو ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

ایسے لوگوں کے پاس نہیں بیٹھنا چاہیے۔

شہنشاہِ بغداد کا ارشاد ایک شخص نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ حضور! آپ کو یہ عظیم مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟

آپ نے فرمایا:

Marfat.com

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْبًا۔

"میں علم (ظاہری و باطنی) پڑھتے پڑھتے قطب بن گیا ہوں"۔

آپ کا یہ ارشاد کہ "میں مسلسل علم پڑھ کر قطب کے درجہ پر فائز ہو گیا ہوں" کتنا واضح اور صاف اعلان ہے کہ بغیر علم کے مقامِ ولایت و قطبیت کا حصول محال ہے۔ پھر علم چاہیے بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ علم کا نام علمِ لدُنّی ہے۔

آصف بن برخیا حضرت سلیمان علیہ السّلام کی اُمّت کے ایک ولی آپ کے وزیر آصف بن برخیا جو ایک آن میں سینکڑوں میلوں سے شہزادی بلقیس کا تخت لے آئے تھے، ان کے متعلق قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے:

وَقَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ۔

"کتاب کے عالم نے کہا"

آپ غور فرمائیں کہ اللہ کریم نے ان کی تعریف صفتِ علم سے فرمائی ہے۔ قرآن کریم کی دُوسری آیت میں فرمایا:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔

"اللہ تعالیٰ کے بندوں میں اللہ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں۔

حرفِ آخر نتیجہ یُوں سمجھ لیجئے کہ عالم اور ولی میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، یعنی ہر عالم ولی نہیں ہوتا اور ہر ولی عالم ضرور ہوتا ہے۔ علم منزلِ اوّل ہے اور ولایت منزلِ ثانی۔ جو مرتبۂ ولایت کے لیے کوشاں ہو اور راہ پر چل رہا ہو اس کی مخالفت گویا مرتبۂ ولایت کی مخالفت ہے۔ راہ کی تردید منزل کی تردید ہوا کرتی ہے۔ اس لیے میں اپیل کروں گا کہ وہ حضرات جو مرتبۂ ولایت کی آڑ میں مرتبۂ علم کی مخالفت کرتے ہیں اس مذموم تحریک سے دست بردار ہو جائیں کیونکہ یہ فی الحقیقت اسی درخت کی بنیاد پر کلہاڑا ہے جس کے سائے میں آرام کیا جا رہا ہے۔

مرتبۂ علم علم بذاتِ خود ایک عظیم مرتبہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے:

Marfat.com

اَلْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا بَلْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ۔

"انبیاء دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ علم کا وارث بناتے ہیں اور علماء ان کے وارث ہیں۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

"کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔"

مرتبۂ ولایت کی مخالفت جس طرح مرتبۂ علم کے خلاف ایک تحریک چل رہی ہے بعینہٖ اسی طرح مرتبۂ ولایت کے متعلق بھی ایک تحریک زوروں پر ہے۔ اس تحریک میں حصہ لینے والے دو طبقوں پر منقسم ہوتے ہیں، ایک وہ جو مرتبۂ ولایت کو تسلیم کرتے ہوئے بھی مخالفت میں سرگرداں ہیں۔ دوسرے وہ جو مرتبۂ ولایت کے سرے سے ہی منکر ہیں۔ گروہِ ثانی کا تو کوئی علاج نہیں اور گروہِ اوّل کی مخالفت بھی ایک چیستان ہے۔ پیری مریدی میں بھی مشغول ہیں۔ حنفی، نقشبندی کہلاتے ہیں اور ساتھ ساتھ تردید بھی کیے جا رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی پاکستان اور ہندوستان میں کثرت ہے۔ ان لوگوں سے اپنا ایمان اور عقیدہ محفوظ رکھنا بڑا مشکل ہوتا ہے اس لیے کہ یہ لوگ روپ دھار کر آتے ہیں۔ اصل میں یہ بھی گروہِ ثانی کا ہی ایک حصہ ہیں۔

عیسائی گرجا میں جاتا ہے، مرزائی اپنے مرزا کی نبوت کا اعلان کرتا ہے، وہابی تقلید کا انکار کرتا ہے، شیعہ علی الاعلان ماتم کرتا ہے۔ غرضیکہ ہر عقیدے والا اپنا عقیدہ ظاہر کرتا ہے مگر یہ لوگ چھپ کر آتے ہیں۔ یہ لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں ذِيَابٌ فِيْ ثِيَابٍ "انسانی لباس میں بھیڑیے" ہیں۔

جانور کا مقدمہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک شکاری نے بھیس بدل کر ایک جانور کا شکار کیا۔ اس جانور کی والدہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں مقدمہ دائر کر دیا۔

Marfat.com

شکاری پیش کیا گیا۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اس کے بیٹے کو کیوں شکار کیا؛ شکاری نے عرض کی، حضور! حلال جانور تھا اور حلال جانور کا شکار جناب کی شریعت میں جائز ہے۔ جانور کی والدہ نے یہ موقف اختیار کیا کہ حلال جانور کے شکار پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ شکاری کا لباس پہن کر کیوں نہیں آیا۔ اگر یہ لباسِ شکاری میں آتا تو ہم اپنا بچاؤ کر لیتے۔ اس نے دھوکے سے شکار کیا ہے اور دھوکا کرنا آپ کی شریعت میں ناجائز ہے۔

دونوں کے دلائل سُن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ فیصلہ دیا کہ جانور کی والدہ کا موقف ٹھیک ہے اور شکاری کو سزا دی جائے گی۔

یہ لوگ ان لوگوں کا بھی یہی حال ہے کہ یہ لوگ اہلسنّت کے لباس میں آتے ہیں مدتوں سلام، قیام، ختم، فاتحہ، عرس، میلاد وغیرہ کے قائل رہتے ہیں بلکہ اگر ان کی کسی حرکت سے عوام کو شبہ ہو جائے تو منبر پر کھڑے ہو کر قرآن کریم کی ہزار ہزار قسمیں اٹھا کر اہلِ سنّت ہونے کا یقین دلاتے ہیں۔ سادہ لوح انسان ان کے اس بھرّے میں آجاتے ہیں۔ آخر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اپنا ایمان وعقیدہ ضائع کر بیٹھتے ہیں۔

باطنی نظام حضرت موسٰی وخضر علیہما السلام کا واقعہ اس باب کی بہت بڑی دلیل ہے کہ پروردگارِ عالم جل جلالہٗ نے ایک مکمل باطنی نظام مقرر فرمایا ہوا ہے یہ نظام مقبولانِ بارگاہِ الٰہی چلاتے ہیں۔ اس نظام کی پوری تفصیل کے لیے کافی ورق درکار ہیں۔ یہ مختصر کتاب اس کی متحمل نہیں ہو سکتی، یہاں صرف دو حدیثیں سماعت فرمائیے؛

حدیث شریف علامہ شیخ محمد عبد الباقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی فِی الْاَرْضِ ثَلٰثَ مِائَۃِ رَجُلٍ قُلُوْبُھُمْ عَلٰی قَلْبِ اٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلَہٗ اَرْبَعُوْنَ قُلُوْبُھُمْ عَلٰی قَلْبِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلَہٗ سَبْعَۃٌ قُلُوْبُھُمْ عَلٰی قَلْبِ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلَہٗ خَمْسَۃٌ قُلُوْبُھُمْ

عَلٰی قَلْبِ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلَہٗ ثَلَاثَۃٌ قُلُوْبُھُمْ عَلٰی قَلْبِ مِیْکَائِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلَہٗ وَاحِدٌ قَلْبُہٗ عَلٰی قَلْبِ اِسْرَافِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاِذَا مَاتَ الْوَاحِدُ اَبْدَلَ اللہُ مَکَانَہٗ مِنَ الثَّلَاثَۃِ وَاِذَا مَاتَ مِنَ الثَّلَاثَۃِ اَبْدَلَ اللہُ مَکَانَہٗ مِنَ الْخَمْسَۃِ وَاِذَا مَاتَ مِنَ الْخَمْسَۃِ اَبْدَلَ اللہُ مَکَانَہٗ مِنَ السَّبْعَۃِ وَاِذَا مَاتَ مِنَ السَّبْعَۃِ اَبْدَلَ اللہُ مَکَانَہٗ مِنَ الْاَرْبَعِیْنَ وَاِذَا مَاتَ مِنَ الْاَرْبَعِیْنَ اَبْدَلَ اللہُ مِنْ ثَلٰثِ مِائَۃٍ وَاِذَا مَاتَ مِنْ ثَلٰثِ مِائَۃٍ اَبْدَلَ اللہُ مَکَانَہٗ مِنَ الْعَامَّۃِ فَبِھِمْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَیُمْطِرُ وَیُنْبِتُ وَیَرْفَعُ اللہُ بِھِمُ الْبَلَاءَ مِنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ۔

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق میں تین سو اولیا ہیں ان کے دل آدم علیہ السلام کے دل پر ہیں اور چالیس کے دل موسیٰ علیہ السلام کے دل پر اور سات کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل پر اور پانچ کے دل جبریل علیہ السلام پر اور تین کے دل میکائیل علیہ السلام پر اور ایک کا اسرافیل علیہ السلام پر ہے۔ جب ان سے ایک فوت ہوجاتا ہے تو تین میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور جب ان میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو پانچ میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور جب ان سے کوئی انتقال کر جاتا ہے تو سات میں سے اس کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے اور جب سات میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو چالیس میں سے کوئی اس کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے اور جب چالیس میں سے کوئی مرتا ہے تو تین سو میں سے اس کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے اور جب تین سو سے کوئی فوت ہو جائے تو عوام سے لیا جاتا ہے انھیں سے حیات و موت، مینہ کا برسنا، نباتات کا اُگنا، بلاؤں کا دفع ہونا اس امت کا ہوا کرتا ہے"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تین سو چھپن اولیاء اللہ ہیں جو اس نظام کو چلاتے ہیں

Marfat.com

نیز مصیبتوں کا دُور ہونا، بارش کا برسانا، موت وحیات انہی اولیاء اللہ کی وساطت سے ہوا کرتی ہے۔

روض الریاحین مصری صفحہ ۱۰ میں حضرت خضر علیہ السلام سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

ثَلٰثُ مِائَةٍ هُمُ الْاَوْلِيَاءُ وَسَبْعُوْنَ هُمُ النُّجَبَاءُ وَاَرْبَعُوْنَ هُمْ اَوْتَادُ الْاَرْضِ وَعَشَرَةٌ هُمُ النُّقَبَاءُ وَسَبْعَةٌ هُمُ الْعُرَفَاءُ وَثَلٰثَةٌ هُمُ الْمُخْتَارُ وَوَاحِدٌ مِّنْهُمُ الْغَوْثُ۔

"تین سو اولیاء ہیں اور ستر نجباء ہیں اور چالیس اوتاد ہیں اور دس نقباء ہیں، اور سات عرفا ہیں اور تین مختار ہیں، اور ان میں سے ایک غوث ہے۔"

زرقانی شرح مواہب اللدنیہ صفحہ ۳۹۶ میں ہے کہ اولیاء کرام سے چار اوتاد ہوتے ہیں زمین پر۔ ایک مشرق، دوسرے مغرب، تیسرے شمال اور چوتھے جنوب کا انتظام فرماتے ہیں۔

شاہ بُو علی قلندر علیہ الرحمۃ

ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں کہ شاہ بُو علی قلندر رحمۃ اللہ کے ایک مرید کو شہر کے گورنر نے بلاوجہ سزا دی۔ اس مرید نے حضرت شاہ بُو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شکایت کی۔ آپ نے ہندوستان کے شہنشاہ کو خط لکھا، اس کے مضمون کا ترجمہ علامہ اقبال یُوں بیان کرتے ہیں: ؎

باز گیر ایں عاملِ بد گوہرے
ورنہ بخشم ملکِ تو با دیگرے

"اس گورنر کو قرار واقعی سزا دی جائے اس نے میرے مرید کو بلاوجہ مارا ہے۔ اگر تُو نے سزا نہ دی تو تیرا ملک کسی اور کو بخش دُوں گا۔"

ملک کا دینا اور چھین لینا اللہ کا کام ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے:

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ۔

"جس کو چاہے ملک بخش دے اور جس سے چاہے چھین لے۔"

اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے مظہر ہوتے ہیں ان کا ہر فعل درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ہی ہے مگر وہ اولیاء جن کے سپرد یہ انتظام کیا جاتا ہے کبھی کبھی ان کی طرف بھی نسبت کر دی جاتی ہے اس نسبت کو نسبتِ مجازیہ کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت قرآن کریم کی سورۂ مریم میں ہے۔

Marfat.com

نسبت مجازی حضرت مریم کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا:
اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا
"میں تیرے رب کا قاصد ہوں تاکہ تجھے ایک ستھرا بیٹا بخش دوں"۔
یہاں بیٹا بخشنے کی نسبت حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف ہے حالانکہ اولاد بخشنا فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے مگر حضرت جبریل علیہ السلام اپنی طرف نسبت فرما رہے ہیں۔ یہ نسبت مجازی ہے۔ نسبت مجازی کی لاتعداد مثالیں موجود ہیں۔

اولیآ کا پانی پر تصرف اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے اولیاء اللہ ہر چیز پر حکومت فرماتے ہیں۔ سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا وطیرہ تھا کہ دریائے دجلہ پر مصلیٰ بچھاتے اور مصلیٰ تیرتا ہوا پار گزر جاتا۔ کبھی کبھی آپ دیر تک دریا کے درمیان مصلےّ پر کھڑے رہتے تھے۔

ایک دن دُور سے ایک آدمی نے دیکھا اور سمجھا کہ کوئی ملاح کشتی لیے جا رہا ہے۔ اس نے آواز دی کہ اے ملاّح! مجھے بھی پار لے جانا۔ آپ نے جواباً فرمایا: جلدی آؤ ہم اس کائنات میں اسی لیے آئے ہیں۔ اس آدمی نے قریب آکر دیکھا کہ مصلےّ پر کھڑے ہیں اور مصلیٰ پانی پر تیر رہا ہے۔ اس نے عرض کیا: حضور! میں نے سمجھا تھا کہ شاید ملاّح ہوگا۔ آپ نے فرمایا، تجھے دریا کے اس پار گزر جانے سے غرض ہے تجھے کشتی اور ملاّح سے کیا واسطہ؟ اس نے عرض کیا: حضور! یہ کیسے ہو سکتا ہے! آپ نے فرمایا: میرے مصلےّ پر کھڑے ہو جاؤ اور "یا جنید، یا جنید" کہتے چلو۔ اس نے مصلےّ پر قدم رکھا اور ڈر رہا تھا کہ کہیں ڈوب نہ جائے۔ آپ نے فرمایا: خوف مت کھاؤ اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو۔

لج پال پریتاں نوں توڑدے نہیں
جیہدی بانہہ پھڑدے پھر چھوڑدے نہیں

اس نے اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے دیا اور مصلےّ پر کھڑا ہو گیا۔ مصلیٰ پانی پر تیرنے لگا وہ "یا جنید" کہتا ہوا چلا جا رہا تھا اور مصلیٰ پانی پر تیرتا جا رہا تھا، جب دریا کے درمیان

Marfat.com

پہنچے تو اس نے "یا جنید" چھوڑ کر "یا اللہ" کہنا شروع کر دیا۔ جونہی اس نے وسیلہ ترک کیا تو ڈوبنے لگا۔ آپ نے پکڑ کر باہر نکالا اور فرمایا کہ تم ابھی جنید تک بھی نہیں پہنچ پائے، اللہ تعالیٰ تک کیسے پہنچ سکتے ہو!

معلوم ہوا کہ وسیلہ کے بغیر اللہ تعالیٰ تک پہنچنا مشکل ہے۔ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ؎

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست پُر از آفت و خوف و خطر

دلیل: قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝

"وہ لوگ جو اپنی جانوں پر ظلم کر چکے ہیں (اے محبوب!) آپ کے پاس آجائیں پس استغفار کریں اللہ تعالیٰ سے اور استغفار کرے ان کے لیے یہ رسول تو ضرور پائیں گے اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان۔"

اس آیت پاک سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ گناہوں کی توبہ کرنے کے لیے بھی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ ضروری ہے۔

فاروقِ اعظم اور نیل متعدد کتابوں میں آیا ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریائے نیل کی طرف خط لکھا، وہ ہر سال ایک بھینٹ لے کر جاری ہوا کرتا تھا۔ عملداریِ اسلام میں آنے کے بعد حضرت امیر المومنین کی بارگاہ میں یہ واقعہ پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: یہ بدعت ہم قبول نہیں کر سکتے۔ آپ نے اُسی وقت دریائے نیل کی طرف ایک رقعہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

"اگر اللہ کی مرضی سے بہتا ہے تو تجھے یہ بدعت فوراً چھوڑ دینی چاہیے اور اگر اللہ کے حکم کے تحت نہیں چلتا تو ہمیں تیرے پانی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ خط گورنرِ مصر نے جب دریائے نیل کے درمیان رکھا تو ابھی وہ باہر کنارے تک بھی نہیں

Marfat.com

پہنچے تھے کہ پانی اس زور سے آیا کہ کناروں سے اُچھل گیا اور پھر آج تک برابر بہہ رہا ہے۔

دریائے دجلہ

فتوح الشام میں ہے کہ دریائے دجلہ کی وادی میں کفر و اسلام کی جنگ ہو رہی تھی یہودی لشکر تعداد کے لحاظ سے لشکرِ اسلام سے کئی گنا زیادہ تھا۔ سامانِ حرب بھی ان کے پاس بکثرت موجود تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اگر انہیں شکست بھی ہو جائے تو دریائے دجلہ پار کرنے کے لیے ان کے پاس کشتیوں اور جہازوں کا وافر انتظام تھا اور دریا کے دُوسرے کنارے مدائن کا قلعہ ایک مضبوط قلعہ تھا جو یہودی لشکر کو پُورے طریقے پر پناہ دے سکتا تھا۔

جنگ زوروں پر تھی، زخمیوں کی چیخوں اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ نے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا، کان پڑی آواز سُنائی نہ دیتی تھی۔ ایک دفعہ تو ایسا ہُوا کہ قریب تھا کہ لشکرِ اسلام شکست سے دوچار ہو جاتے۔ مگر لشکر کے سپہ سالارِ اعظم حضرت سعد بن ابی وقاص کی ولولہ انگیز تقریر نے مجاہدین کے حوصلے بڑھا دیے اور پھر لشکرِ اسلام نے تعاقب کیا۔ یہودیوں کے پاس دریائے دجلہ پار کرنے کا مکمل انتظام تھا۔ چنانچہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے دریا سے پار گزر گئے۔

اتنے میں لشکرِ اسلام دریا کے اس کنارے پر پہنچ چکا تھا۔ ساٹھ ہزار گھوڑے کنارۂ دریا پر کھڑے اپنے سپہ سالار کے حکم کے منتظر تھے۔ دریا اپنی طغیانی اور موجوں سے بہہ رہا تھا کسی نے کہا ہے کہ: ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

تھوڑی دیر میں حضرت سعد آگئے، فرمایا: "سپاہیو! کیوں کھڑے ہو گئے ہو؟ کیا دریائے دجلہ کی لہروں سے ڈر گئے ہو؟" مجاہدین نے کہا: "صرف اور صرف آپ کے حکم کا انتظار ہے۔ آپ حکم دیں تو ہم اپنے گھوڑے دریا میں ڈالنے کے لیے تیار ہیں۔" آپ نے فرمایا: "سب سے پہلے میرا گھوڑا جائے گا۔" آپ نے اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈالتے ہوئے فرمایا:

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ؕ

ے

سپردم بہ تو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

حضرت سعد کا گھوڑا پانی کی سطح پر سوار ہو گیا تو تمام لشکرِ اسلام نے اپنے گھوڑے دریا کی سطح پر ڈال دیے، سب کی زبان پر جاری تھا:

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا۔

ے

آنے دو دیا ڈبو دو اب تو تمھاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیے ہیں

لشکرِ اسلام کے گھوڑے دریا کی سطح پر دوڑتے جا رہے تھے اور دریا سے چھینٹوں کی بجائے گرد اُڑتی نظر آتی تھی۔ لشکرِ اسلام دریائے دجلہ پار کر گیا مگر کسی کے گھوڑے کی زین تک بھی نہیں بھیگی تھی۔ علامہ اقبال ارشاد فرماتے ہیں: ے

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

معلوم ہُوا کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کا پانی پر پورا پورا تصرف ہے، پانی بھی ان کا احترام کرتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ: ے

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

لشکرِ اسلام دریا کو پار کر گیا تو سپہ سالار نے کہا، اگر کسی سپاہی کی کوئی چیز دریا میں گر گئی ہو تو بتائے! میں دریا سے واپس لے کر دُوں۔ ایک سپاہی نے کہا: اگر کوئی چیز گر گئی ہو تو دریا کا بہاؤ اسے بہا کر لے گیا ہو گا، اب واپس کیسے مل سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر تمھاری کوئی چیز گر گئی ہے تو بتاؤ۔ اس نے عرض کیا: حضور! میرا

Marfat.com

لکڑی کا پیالہ گر گیا ہے۔

آپ نے دریا کو حکم دیا کہ میرے سپاہی کا پیالہ واپس کر دے۔ پیالہ پانی سے بہہ کر دُور نکل چکا ہے، دریا کے پانی میں ایک چکر سا بنتا ہے، وُہ بنتا گیا اور پیالہ دریا کی اوپر کی سطح پہ آتا گیا، آخر دریا نے پیالہ اچھال کر باہر پھینک دیا۔

نگاہِ ولایت پروردگارِ عالم کی عطا کی ہوئی طاقت سے اولیاً اللہ سب کچھ دیتے ہیں۔ ان کی نگاہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی۔ عارفِ رومی قدس سرہٗ لکھتے ہیں:ے

لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاً
ہر چہ محفوظ است محفوظ از خطاً

تشریعی اور تکوینی ولی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے ولی دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تشریعی اور دُوسرے تکوینی۔

تشریعی اس ولی کو کہتے ہیں جو سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے۔

اور تکوینی ولی وُہ ہوتے ہیں جن کو عالم کے سیاہ و سفید کے اختیارات عطا کیے جاتے ہیں۔ ان کی نگاہ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ دُنیا کی کوئی چیز ان سے پوشیدہ نہیں ہوتی۔ وہ عالم میں اللہ کے حکم سے پورا پورا تصرف کرتے ہیں۔

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:ے

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا
کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ

"میں اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح ہتھیلی پر رائی کا دانہ ہو۔"

غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضور! دعا

Marfat.com

فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد نصیب فرمائے۔ آپ نے تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں بند کرلیں تاکہ دیکھ سکیں کہ لوحِ محفوظ پر اس عورت کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے کوئی بچہ لکھا ہے یا نہیں! سبحان اللہ! مقبولانِ خدا دیکھتے ہیں تو آنکھوں کو بند کرکے دیکھتے ہیں ؎

اُلٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگانِ عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لیے

بہرحال آپ نے فرمایا کہ تیری قسمت میں لوحِ محفوظ پر کوئی اولاد نہیں ہے۔ عورت مایوس ہوکر واپس آرہی تھی کہ راستے میں غوث بہاء الحق زکریا کے پوتے شاہ رکن عالم صاحب نوری رحمۃ اللہ علیہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ بچپن کا زمانہ تھا انہوں نے عورت کو روتے دیکھ کر فرمایا: "کیوں روتی ہے؟" عورت نے کہا: "شہزادے! تمہارے دادا جان کے پاس گئی تھی تاکہ اولاد کی دعا کرا سکوں۔ مگر انہوں نے فرمایا ہے کہ تیری قسمت میں اللہ تعالیٰ نے اولاد نہیں لکھی ہے۔" شاہ رکن عالم نے فرمایا: "پھر تُو نے کیا کہا؟" عورت نے کہا: "شہزادے! میں کیا کہہ سکتی تھی۔" آپ نے فرمایا: "جواب تجھے میں سکھاتا ہوں، مگر دادا جان کے سامنے میرا نام مت لینا۔" آپ نے فرمایا: "جاکر یہ کہو کہ اگر قسمت میں لکھا ہوتا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی یا نہ، مجھے مل ہی جاتا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا کیا فائدہ ہوا!"

وہ عورت پھر واپس آئی اور جو کچھ شہزادے نے سکھایا تھا عرض کیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا: "ابھی عمر چھوٹی ہے اور باتیں اونچی کرتا ہے۔" آپ نے عورت کو فرمایا کہ "کل آنا، آج رات میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کروں گا۔" چنانچہ صبح عورت آئی تو آپ نے فرمایا:

"میں نے تجھے ایک بیٹا دیا، دو دیے، تین دیے، چار دیے، پانچ دیے، چھ دیے، سات دیے۔"

اس عورت کو اللہ کریم نے سات بیٹے دیے ؎

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

Marfat.com

حضرت موسیٰ آہن گر علیہ الرحمۃ لاہور شہر میں میکلوڈ روڈ نزد قلعہ گوجر سنگھ ایک مزار ہے۔ صاحبِ مزار کا نام حضرت موسیٰ آہن گر ہے۔ یہ بہت بڑے اولیا سے ہیں۔ ان کی بے شمار کرامتیں ہیں۔ آپ کی خدمت میں بھی ایک عورت آئی تو آپ نے فرمایا "جا، میں نے تجھے سات بیٹے دیے۔" اللہ تعالیٰ نے اسے سات ہی لڑکے عطا فرمائے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے ملا طاہر لاہوری سے علمِ شریعت حاصل کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "بچو! تمہارا استاد شقی ہے میں اس کی پیشانی پر لکھا دیکھ رہا ہوں۔" صاحبزادوں نے عرض کیا: "حضور! آپ مجدد ہیں، آپ ہمارے استاد کی شقاوت سعادت سے بدل دیجئے۔" چنانچہ آپ کی دعا سے شقی کی بجائے سعید لکھ دیا گیا۔

قضائے مبرم مکتوبات شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حضور غوث پاک شہنشاہ کا یہ فرمانا کہ میں قضائے مبرم کو ٹال سکتا ہوں، میری دسترس قضائے مبرم میں بھی ہے، مجھے دیر تک پریشان کرتا رہا۔ میں بڑی دیر تک اس کو سوچتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی یہ مرتبہ عطا فرما دیا تو مجھے تسلی ہو گئی۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بہت بلند مقام ہے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ تبلیغِ دین کے لیے وقف تھا۔

ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں: ؎

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک جو ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

ایک ہرن کا واقعہ

حضرت محمد بن حنیف شیرازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں پہنچا اور چالیس روز تک نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ پھر ایک دن پیاس لگی تو ایک ڈول اور رسّی پکڑی اور ایک کنویں پر جا پہنچا۔ دیکھا تو ایک ہرن پانی پی رہا تھا اور کنویں کا پانی کناروں تک پہنچا ہوا تھا۔ میں جب قریب گیا تو ہرن واپس چلا گیا۔ میں نے پانی پینے کا ارادہ کیا تو پانی تہہ میں چلا گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: یا اللہ! کیا میں اس ہرن سے بھی کم مرتبہ رکھتا ہوں؟ ہرن آیا تو پانی کناروں تک آگیا اور جب میں پہنچا تو پانی نیچے تہہ تک پہنچ چکا تھا۔

آواز آئی: ہرن ڈول اور رسّی کے بغیر آیا تھا اور تُو نے ڈول اور رسّی پہ بھروسہ کیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ڈول اور رسّی فوراً پھینک دی اور توبہ کی۔ پھر دیکھا تو پانی اُوپر آگیا۔ میں نے پیٹ بھر کر پیا۔ واپس آکر حضرت جنید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ یہ واقعہ سناؤں مگر آپ نے میرے عرض کرنے سے پہلے ہی فرمادیا شیرازی! اگر تُو تھوڑی دیر اور ٹھہرتا تو پانی تیرے قدموں کے نیچے جوش مارتا، تُو چلتا تو تیرے پیچھے چلتا۔ معلوم ہوا کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے کنویں کا واقعہ پوشیدہ نہیں تھا۔

میراں حسین زنجانی رحمہُ اللہ تعالیٰ

حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کو ان کے پیر و مرشد نے حکم دیا کہ "اے علی! لاہور جا اور تبلیغِ اسلام کا فریضہ انجام دے۔" آپ یقین فرمائیں، جس کو ہندوستان کی تاریخ سے تھوڑی سی بھی واقفیت ہے جانتا ہے کہ یہاں اسلام محمود غزنوی اور محمد بن قاسم کی تلوار سے نہیں بلکہ اولیاء اللہ کی کوششوں سے پھیلا ہے۔ محمد بن قاسم اور محمود غزنوی کی تلواروں نے سر تو جھکا دیے مگر دلوں کو جھکانے والے اولیاء اللہ ہی تھے جنہوں نے منزلوں سفر کیے، جو مشکلات و مصائب کی پروا کیے بغیر طویل اور دشوار گزار راستے طے کر کے محض تبلیغِ اسلام کے لیے تشریف لائے۔ آج ہندوستان ہی نہیں دُنیا کے ہر کونے میں ان کی تبلیغ کے زندہ اثرات موجود ہیں۔ جس پر نگاہ اُٹھ گئی تقدیر بدل کر رکھ دی۔ توحید کی مے پلاتے گئے، کفر کے قلعے گراتے گئے، اسلام کے ڈنکے بجاتے گئے۔ یہ مے وہ شراب نہیں جو

Marfat.com

بوتلوں میں آنے اور گلاسوں میں تقسیم ہو۔ بلکہ یہ توحید

طلبہ سے منگائی جاتی ہے سینوں میں چھپائی جاتی ہے
توحید کی مے پیالوں سے نہیں نظروں سے پلائی جاتی ہے

میں عرض کر رہا تھا کہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ہوا کہ لاہور جائیے۔ آپ نے عرض کیا، حضور! وہاں میرے پیر بھائی حضرت میراں حسین زنجانی (رحمۃ اللہ علیہ) پہلے سے ہی موجود ہیں۔ پیر و مرشد نے فرمایا، تجھے وہاں ضرور جانا ہے۔ چنانچہ آپ حکم کے مطابق سفر فرماتے لاہور تشریف لائے۔ رات ہو چکی تھی، دروازے بند تھے۔ تمام رات دروازے پر عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے۔ صبح ہوئی تو دروازہ کھلا، دیکھا تو ایک جنازہ آ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا، یہ کس کا جنازہ ہے؟ لوگوں نے بتایا، یہ ایک ولیٔ کامل میراں حسین زنجانی کا ہے وہ وصال فرما گئے ہیں اور آپ نے انتقال کے وقت فرمایا تھا کہ میرا جنازہ صبح کے وقت فلاں دروازے سے گزرے اور جو شخص سب سے پہلے نظر آئے وہی میرا جنازہ پڑھائے اور وہ لاہور کا غوث ہوگا۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ ولی اللہ کی نگاہ کہاں تک دیکھتی ہے۔

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گاؤں کا ایک چودھری اپنے کمّیں (پنجابی میں کمّیں نوکر، غلام، چھوٹی قوم والے کو کہتے ہیں) کو ساتھ لے کر حاضر ہوا۔ راستے میں چودھری نے کہا اگر آج حضرت صاحب مجھے پلاؤ کھلائیں تو مانوں۔ اس نے کہا مقبولانِ خدا کا امتحان نہیں لینا چاہیے۔ جب وہ شرقپور شریف پہنچے تو میاں صاحب نے گھر میں آواز دی کہ چودھری صاحب کے لیے ایک پلیٹ پلاؤ کی بھیج دو۔

آپ نے پلیٹ چودھری صاحب کے سامنے رکھتے ہوئے فرمایا: لو اپنا پسندیدہ کھانا کھاؤ۔ اور آپ نے اس کمّیں کو فرمایا، تو نے تو پلاؤ نہیں مانگا آؤ میں اور تم مل کر کھانا کھائیں، تو چودھری صاحب کا کمّیں اور میں حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کمّیں، آؤ

میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔

اس واقعہ سے چودھری صاحب پسینہ پسینہ ہو گئے۔ انہوں نے معافی مانگی اور اولیاؒ کے امتحان سے توبہ کی اور آپ کا مرید ہو گیا۔

اس طرح کے بے شمار واقعات اور حکایات کتابوں میں موجود ہیں، جن کے لیے ایک طویل دفتر درکار ہے۔

ایمان مقدم ایمان جان سے مقدم ہے اگرچہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام نے اجازت دی ہے کہ کبھی ایسا شدید خطرناک وقت آجائے، جب جان کا خطرہ ہو تو دل ایمان سے پُر اور اسلام پر مضبوط ہو تو زبانی انکار وقتی سے ایمان کو نقصان نہیں پہنچ سکتا مگر عمل صحابہ اور اسلاف کا یہ بتاتا ہے کہ ان حضرات نے جانیں قربان کریں مگر ایمان باللہ اور بالرسول کا اعلان کرتے رہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے حالات سے کون واقف نہیں آپ کو ہر قسم کی اذیتیں دی گئیں۔ مصائب کے پہاڑ گرائے گئے، مگر بلال اپنے ایمان پر چٹان سے بھی زیادہ مضبوط تھے۔ ایک دفعہ زمین پر گرا کر جلاد سینے پر بیٹھ گیا، گردن پر تلوار رکھ کر پوچھا "کیا اب بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دامن نہیں چھوڑو گے؟" مگر بلال نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کر کے کہا:

ے

حلق پہ تیغ رہے سینے پہ جلاد رہے
لب پہ تیرا کلمہ، دل میں تری یاد رہے

بلال ہنستے رہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ بلال کو سخت سزا دی جا رہی ہے۔ بلال کوڑے کھائے جا رہے ہیں اور رونے کی بجائے ہنستے ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا: یہ ہنسنے کا وقت تو نہیں۔ بلالؓ نے کہا: یہ ٹھیک ہے، مگر آپ یہ فرمائیں کہ جب کسی نے کوئی چیز خریدنی ہو، مثلاً اگر کسی نے ایک مٹی کا پیالہ خرید کرنا ہو تو

Marfat.com

پہلے تو ٹھونکے بجائے گا اسے وہ بالیقیں کہ یہ کچا ہے اور پلا تو نہیں
میں بھی ہوں مٹی کا پیالہ عشق کے بازار میں آگیا ہوں میں پسند اس دم نگاہِ یار میں۔

صدیق! اللہ تعالیٰ میرے عشق کا امتحان لینا چاہتا ہے کہ میں اس کے محبوب کے عشق میں کچا تو نہیں ہوں۔ صدیقِ اکبر! میں کیوں خوش نہ ہوں محبوب مجھے خریدنا چاہتا ہے۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے ایک صحابی خباب بن الارت ہیں۔ انھیں کفار اس جرم میں کہ اسلام کیوں قبول کرلیا ہے دہکتے ہوئے انگاروں پر ننگے جسم لٹا دیا کرتے تھے ان کے جسم کی چربی پگھل کر باہر آجاتی۔ گوشت کے لوتھڑے سے بھی یہی آواز آتی تھی، جان تو دی جاسکتی ہے مگر ایمان نہیں چھوڑا جاسکتا، جسے ایمان عزیز ہو وہ جان کی پروا نہیں کرتا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے اُس بچے کو صرف اس لیے قتل کیا تھا کہ اس کے والدین کا ایمان محفوظ رہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت کیا گیا تھا۔

علمِ ولی ولایت علم کے بغیر نہیں مل سکتی، بسا اوقات انھیں علمِ لدنی حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر حالات منکشف ہوتے ہیں، ساری کائنات ان کے صرف دو قدم ہوتی ہے۔ طیّ الارض اور طیّ الزماں کا مسئلہ مسلّمہ ہے۔

حضرت عبدالعزیز دبّاغ مغربی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ ایک دفعہ آپ مکان کے اندر کھڑے تھے، قدم اٹھاتے مگر زمین پر رکھنے سے پہلے واپس کرلیتے۔ دیر تک یہ عمل جاری رہا۔ کسی نے عرض کیا: حضور! یہ کیا عمل ہے، آپ قدم اٹھاتے ہیں مگر زمین پر رکھتے نہیں۔ آپ نے فرمایا:

"گفتہ اند کہ زمین اولیاء را دو قدم است و مرا یک قدم میسر نمی شود۔"

"کہتے ہیں کہ زمین اولیاء اللہ کے لیے دو قدم ہوتی ہے مگر مجھے تو ایک قدم بھی میسر نہیں آتا (اٹھاتا ہوں تو زمین سے پار چلا جاتا ہے)۔"

بعض اولیا کئی اولیاء کی ظاہری حالت دگرگوں ہوتی ہے۔ کپڑے پھٹے پرانے ہوتے ہیں۔ سر کے بال بکھرے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے،

رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ۔

"بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ان کے بال بکھرے ہوتے ہیں اور دروازوں سے دُور کیے جاتے ہیں مگر شان یہ ہوتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کر دیں تو اسی طرح ہو جاتا ہے جس طرح ان کی زبان سے نکل جاتا ہے۔"

محدثین کرام نے اس حدیث شریف کے دو مطلب بیان فرمائے ہیں، ایک تو یہ کہ وہ کہہ دے "خدا کی قسم یہ کام اس طرح ہو جائے گا" یا یوں کہے "یا اللہ! تجھے تیری ذات کی قسم یہ کام اس طرح کر دے"۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں، ؎

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

دوسرے مقام پر فرمایا، ؎

نہ پُوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

بابا بُلھے شاہ علیہ الرحمۃ آپ ایک دن اپنی گودڑی بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے، اُچ شریف کے ایک بزرگ سیّد تشریف لائے۔ انھوں نے دیکھا کہ کپڑے تو پھٹے پرانے ہیں مگر پیشانی سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ اُچ شریف کے سیّد صاحب نے کہا کہ آپ کون ہیں؟ بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پہلے آپ فرمائیں کہ آپ کون ہیں؟ انھوں نے کہا کہ آپ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میں تو قصور میں بیٹھا ہوں پہلے آپ فرمائیں۔ سیّد صاحب نے فرمایا، ؎

Marfat.com

اسیں اُچے ساڈی ذات وی اُچی اسیں وِچ اُچاں دے رہنے ہاں
عقل ہووی تے رمز پچھانیں اسیں مُڑ مُڑ تینوں کہنے ہاں

بابا بلھے شاہ صاحبؒ نے فرمایا، میں نے پہچان لیا ہے آپ سید ہیں، آل پاک ہیں، واقعی آپ اُونچے ہیں اور آپ کی ذات بھی اونچی ہے۔

اب انھوں نے فرمایا کہ آپ بتائیں سید محمد عبداللہ شاہ المعروف بابا بلھے شاہ صاحب آپ بھی سید ہیں مگر اپنا تعارف کرانے کے ساتھ مسئلہ بھی حل فرما دیا۔ آپ نے فرمایا، شاہ صاحب! آپ اُونچے ہیں مگر

اسیں آپ قصوری ساڈی ذات قصوری اسیں وِچ قصور دے رہنے ہاں
عقل ہووی تے رمز پچھانیں اسیں مُڑ مُڑ تینوں کہنے ہاں

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ۔

"جو اللہ کے لیے جھکے اللہ اسے بلند فرما دیتا ہے۔"

ع
نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمین
"شاخ میوہ سے بھری ہوئی اپنا سر زمین پر رکھ دیتی ہے۔"

ایک فقیر کا واقعہ بارش ہو چکی تھی مگر تیز نہ ہونے کی وجہ سے بازاروں میں کیچڑ بھر چکا تھا ایک فقیر ٹوٹا ہوا جوتا پہنے بازار سے گزر رہا تھا۔ اس کے ٹوٹے ہوئے جوتے سے اُڑ اُڑ کر کیچڑ راہگیروں کے کپڑوں پر گر رہا تھا، سردی ہو رہی تھی، اس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے، تھوڑی دُور گیا تو ایک حلوائی نے دُودھ کا ایک گرم گرم پیالہ اس فقیر کو دیا۔ اس نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتے ہوئے تین سانس میں پی لیا، اور اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہتا ہوا آگے گزر گیا، یہاں تک کہ ایک مکان کے پاس پہنچا، ایک بدمعاش عورت اپنے ایک دوست کے پاس بیٹھی تھی، اس فقیر کے پاؤں سے کیچڑ اڑا اور اس عورت کے کپڑوں پر گر گیا۔ اس کے بدمعاش دوست کو غصہ آیا، اس نے فقیر کو تھپڑ رسید کیا۔ فقیر نے مار کھا کر کہا، یا اللہ! تُو بھی بڑا بے پرواہ ہے، کہیں دُودھ پلاتا ہے اور کہیں تھپڑ رسید کراتا ہے، اچھا ہم تو

تیری رضا پر راضی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا بھی ایک بہت بڑا مقام ہے۔ جو لوگ مقامِ رضا پر فائز ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا بھی جُرم سمجھتے ہیں۔ وُہ کہتے ہیں کہ جس حال میں وُہ رکھے اس حال پر راضی رہنا ہی اس تک پہنچنے کا صحیح راستہ ہے۔

یہ کہہ کر فقیر آگے گزر گیا۔ اس بدمعاش عورت کا دوست مکان کے اُوپر چڑھا، پاؤں پھسلا، سر کے بل گرا اور ختم ہو گیا۔ کسی نے فقیر کو پکڑ لیا اور کہا کہ تُو نے اس کے لیے بد دعا کی۔ کیا تُو نہیں جانتا کہ ہم اس رسول کی اُمت ہیں جنھیں لوگ پتھر مارا کرتے تھے اور وہ اس کے جواب میں دُعائیں دیا کرتے تھے۔

فقیر نے کہا کہ مجھ سے قسم لے لیجئے جو مَیں نے بد دعا کی ہو۔ اس نے کہا: پھر وہ کیوں مرا؛ فقیر نے کہا: بات یہ ہے کہ دو دوستوں کی دوستوں سے لڑائی ہوئی ہے، عورت کے دوست کو غصّہ آیا اس نے مجھے مارا اور میرے دوست کو غصّہ آیا تو اس نے اس کا کام تمام کر دیا، اس میں میرا کیا قصور ہے!

"ولی" اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ ولی کا معنیٰ دوست ہے اور دوست کا دوست کو پاس ہوتا ہے۔

حدیث شریف اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، حدیث قدسی ہے:

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ لِلْحَرْبِ۔

"جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اسے میں جنگ کا چیلنج دیتا ہوں"

اللہ تعالیٰ سے کون جنگ کر سکتا ہے۔ پروردگارِ عالم نے فرمایا: اَلَا خبردار! کوئی میرے اولیاء کی شان میں گستاخی کا کلمہ نہ کہے لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ انھیں نہ کوئی خوف اور نہ کوئی غم ہو گا۔

کتنی بڑی بشارت ہے ان حضرات کے لیے جنھوں نے اپنی زندگی کے لمحات اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزار دیے، جنھوں نے ذکرِ الٰہی کو سرمایۂ حیات بنا لیا، ان کے لیے دنیا میں بھی اطمینان ہے اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں ذکرِ الٰہی کے بغیر دل کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔

"اللہ کے ذکر کے ساتھ ہی دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔"

اس کے ساتھ یہ بشارت بھی فرمائی:

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ

اس آیہ کریمہ کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ارشادِ الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے زمین کی پستیوں میں یاد کرو میں تمہیں عرش کی بلندیوں پر یاد کروں گا۔

ہم نماز میں یہی دعا کرتے ہیں:

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ

"ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھ، ان لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے انعام کیا۔"

وہ منعم علیہم کون لوگ ہیں، انبیاءؑ، صدیقین، شہدا، اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ ۔

Marfat.com

ماہِ ربیع الاوّل کی تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ عَالِمًا قَدِیْرًا حَیًّا قَیُّوْمًا سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ اَرْسَلَهٗ اِلَی النَّاسِ کَآفَّۃً بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۝ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ کَثِیْرًا کَثِیْرًا ۝

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝

(پ ۱۱، رکوع ۱۶)

حضرات! ربیع الاوّل کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ علماءِ اسلام نے تصریح فرمائی ہے کہ ماہِ ربیع الاوّل کا مرتبہ باقی تمام مہینوں سے بلند ہے حتّٰی کہ رمضان المبارک کی شان بھی اس مہینے کی شان سے کم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ رمضانِ مبارک میں قرآن کریم اترا، اعلانِ باری تعالیٰ ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔

"رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔"

اور ربیع الاوّل میں صاحبِ قرآن تشریف لایا، اُس میں قرآن آیا تو اِس میں قرآن والا تشریف لایا۔ ہماری حقیقی عید تو اسی ماہِ مبارک میں ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا پیارا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عطا فرمایا۔ اگر وہ محبوب تشریف نہ لاتا تو رمضان، قرآن،

Marfat.com

ایمان غرضیکہ کوئی چیز بھی ہمیں نہ ملتی، یہ سب انہیں کا صدقہ ہے۔ بلکہ اگر وہ پیدا نہ کیے جاتے تو ہم کیا' کائنات کا کوئی ذرہ بھی معرضِ وجود میں نہ آتا۔

حُبِّ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اس آیہ کریمہ کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوہِ طور پر نواز اگیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا:

"الٰہی! تُو نے مجھے ایسی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے کہ مجھ سے پہلے کسی کو ایسا مقام عطا نہیں ہوا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے موسیٰ! ہم نے تیرے دل کو متواضع پایا تو اس مقام سے نواز دیا۔
فَخُذْ مَا اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشَّاكِرِیْنَ وَمُتْ عَلٰی تَوْحِیْدِ وَ حُبِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔
جو آپ کو دیا گیا اس پر شکر کرو اور زندگی کے آخری لمحات تک توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر رہو۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

"یا اللہ! محمد کی محبت تیری توحید کے ساتھ ضروری ہے؟"

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَوْلَا مُحَمَّدٌ وَّ اُمَّتُهٗ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَا الشَّمْسَ وَلَا الْقَمَرَ وَلَا اللَّیْلَ وَلَا النَّهَارَ وَلَا مَلَكًا مُّقَرَّبًا وَّلَا نَبِیًّا مُّرْسَلًا وَّ لَا اِیَّاكَ۔

"اگر محمد اور اس کی اُمت نہ ہوتی تو میں جنت، دوزخ، سورج، چاند، رات، دن، فرشتے، انبیا کسی کو پیدا نہ کرتا اور اے موسیٰ تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔"

Marfat.com

حدیثِ قدسی ہے:

لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ۔

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو بھی ظاہر نہ کرتا۔"

احسانِ عظیم آپ غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے ہمیں اپنا پیارا محبوب عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بے پناہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ ہم اپنے جسم کو ہی دیکھیں۔ آنکھ، کان، بازو، پاؤں وغیرہ وغیرہ ایسی نعمتیں ہیں کہ ساری کائنات ان کی قیمت نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نعمتیں مفت عطا فرمائی ہیں۔ اس کی نعمتوں کا شمار نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط

"اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔"

اور پھر کمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نعمت پر یہ نہیں فرمایا کہ اے انسان! میں نے تجھے یہ نعمت دے کر تجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ یعنی نعمتیں تو دی ہیں مگر احسان نہیں جتلایا۔ اور جب کائنات میں اپنا پیارا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا تو ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ط

"اللہ نے مومنین پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں بڑی عظمت والا رسول بھیجا ہے۔"

معلوم ہوا یہ وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان جتلایا ہے۔ احسان اس نعمت پر ہوتا ہے جس پر دینے والے کو خود بھی ناز ہو۔

تشریحِ آیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا اعلان اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے فرمایا۔ جس آیت کو میں نے عنوانِ تقریر بنایا ہے اب اس کی مختصر تشریح سماعت فرمائیے۔

ارشاد ہوتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔

"بیشک تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول تشریف لائے۔"

Marfat.com

اگر وہ ہم میں سے تشریف نہ لاتے تو ہم کبھی فیض حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اَنْفُسِکُمْ کی دو قرائتیں ہیں، ایک "ف" پر پیش اور دوسری میں "ف" پر زبر۔ یعنی اَنْفَسِکُمْ۔ اس تقریر پر معنی یہ ہوں گے کہ بے شک تم میں سے نفیس ترین اور بہترین جماعت سے آئے۔ تمام دُنیا میں عرب افضل، عرب میں قریش افضل اور قریش میں بنو ہاشم افضل۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بنو ہاشم میں پیدا ہوئے۔ وہ جس مہینے میں تشریف لائے وہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل، جو کتاب لائے وہ تمام کتابوں سے افضل، جو دین لائے وہ تمام دینوں سے افضل، جس شہر میں آئے وہ تمام شہروں سے افضل اور جس زمانے میں آئے وہ تمام زمانوں سے افضل، ان کے صحابہ تمام کائنات سے افضل، ان کی اُمت تمام اُمتوں سے افضل، ان کا قانون قانونِ الٰہی، ان کا کلام کلامِ الٰہی، ان کا دیکھنا خدا کا دیکھنا، ان کا بولنا خدا کا بولنا، اُن کا ہاتھ خدا کا ہاتھ، ان کا پھینکنا خدا کا پھینکنا، اُن کی بیعت خدا کی بیعت، ان کا گھر خدا کا گھر ہے

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

یہاں لفظ "رسول" کی تنوین تعظیم کے لیے ہے یعنی عظمت والا رسول۔ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں گزرتا ہے۔ وہ تمہاری تکلیف نہیں دیکھ سکتے۔ یہ حقیقت ہے کہ تکلیف ہمیں ہوتی ہے اور بے چین حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں۔

تین مقام حشر کو بھی جو مشکل مقام ہو گا ہمارے حضور علیہ السلام وہاں پر جلوہ افروز ہوں گے۔ ایک صحابی نے عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِدَاکَ اُمِّیْ وَ اَبِیْ (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں) اگر ہم نے آپ کو حشر میں تلاش کرنا ہو تو کہاں تلاش کریں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "تین مقام ہوں گے جہاں مَیں مل سکوں گا۔ جہاں میری اُمت کے اعمال تولے جا رہے ہوں گے میں پاس کھڑا ہوں گا تا کہ اگر کسی اُمتی کا عمل کم ہو جائے تو پورا کر دوں۔"

صحابی نے عرض کیا: "آقا! اگر ہم آپ کو وہاں نہ پائیں تو؟"

Marfat.com

حضور علیہ السلام نے فرمایا: "حوضِ کوثر پر ہوں گا، اُمت پیاسی ہوگی میں آبِ کوثر کے جام پلاتا ہوں گا۔"

اعلیٰحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، ؎

ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں
رب ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں
اس کی بخشش، ان کا صدقہ دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں
اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ساری کثرت پاتے یہ ہیں
قصرِ دنیٰ تک کس کی رسائی جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں

صحابی نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم وہاں بھی نہ پائیں تو؟"

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"پُل صراط پر کھڑا ہوں گا، جبریل کے پَر بچھے ہوں گے اور میں دُعا کرتا ہوں گا: رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِیْ اے میرے رب! میری اُمت کو سلامتی سے گزار دے۔"

آپ اندازہ فرمائیں جب دُعا فرمانے والے سیدالانبیاء ہوں تو غم کس چیز کا ؎

رضاؔ! پُل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے "رَبِّ سَلِّمْ" صدائے محمد

حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

"تمہاری بھلائی کے چاہنے والے، مومنوں پر رحم کرنے والے مہربان ہیں۔"

کوئی اپنی اولاد پر حریص ہوتا ہے، کوئی دولتِ دُنیا کا حریص ہے، کوئی اپنے آرام کا حریص ہے، مگر ہمارے حضور علیہ السلام صرف ہمارے ہی حریص ہیں، انھیں جتنا پیار اپنی اُمت سے ہے اور کسی چیز سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں حضور علیہ السلام کی شان میں "رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ" فرمایا ہے حالانکہ رَءُوْف اور رحیم اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔

Marfat.com

صفاتِ الٰہی قرآنِ کریم میں ارشاد ہے، اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ ثابت ہوا کہ رءوف اور رحیم اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں، مگر یہی صفتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائی ہیں۔ حضور علیہ السلام کی یہ صفات عطائی ہیں اللہ تعالیٰ بھی رؤف رحیم ہے اور اس کا حبیب بھی رؤف رحیم ہے۔

قرآن کریم ایک آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بیان فرماتا ہے، ھُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔

اس آیت کے متعلق حضرت علامہ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اپنی کتاب مدارج النبوت کی ابتدا میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت حمدِ خدا بھی ہے اور نعتِ مصطفیٰ بھی۔ یہ صفات الٰہی بھی ہیں اور صفاتِ رسول بھی۔ علامہ اقبالؒ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے، ؎

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ
وہ دانائے سُبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

اوّل و آخر حضور علیہ السلام اوّل بھی ہیں اور آخر بھی۔ سب سے پہلے پیدا کیے گئے اور سب سے آخر بھیجے گئے۔

خصائص الکبریٰ جلد اوّل صفحہ ۱۵۶ پر ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معراج کی رات حضور علیہ السلام کو کچھ احباب ملے۔ انہوں نے آپ پر سلام پڑھا۔ الفاظ یہ تھے:
اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اٰخِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَاشِرُ۔

جبریل نے عرض کیا، حضور! یہ سلام کرنے والے حضرات ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ معلوم ہوا کہ انبیائے سابقین بھی آپ کو اوّل اور آخر کہہ کر پکارتے تھے۔

حدیث شریف یہ حدیث بہت مشہور ہے اور اس حدیث کو امام بخاری کے استاد سیّد عبدالرزاق نے اپنے مسند میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

Marfat.com

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ فِدَاكَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ مجھے فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب اشیا سے پہلے کس کو پیدا کیا؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُوْرِہٖ۔

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔"

پھر وہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں اللہ کو منظور تھا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتے تھے نہ آسمان، نہ چاند تھا نہ سورج، نہ جن تھے نہ انسان، نہ مٹی تھی نہ پانی، نہ آگ تھی نہ ہوا۔ غرضیکہ کائنات کی کسی شے کا وجود نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے باقی مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے، ایک سے قلم، دوسرے سے لوحِ محفوظ، تیسرے سے عرش اور چوتھے سے باقی سب چیزیں پیدا فرمائیں۔

یہ حدیث کافی طویل ہے اس کو امام قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں، امام ابنِ حجر مکی نے افضل القریٰ میں امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں درج فرمایا ہے۔

ایک شبہ اس حدیث میں کسی کو کلام نہیں صرف بعض حضرات کو "نور نبیك" کی تشریح میں غلط فہمی ہوگئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہاں لفظ "نور" لفظ "نبیك" کی طرف مضاف ہے اور مضاف و مضاف الیہ میں تغایر ہوتا ہے۔ جیسے زید کی ٹوپی۔ زید اور ہے ٹوپی اور۔ تو معلوم ہوا کہ نبی اور ہے اور نور اور۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اضافت بیانیہ ہے۔ اور یہ کہنا کہ مضاف اور مضاف الیہ الخ میں ہمیشہ تغایر ہوتا ہے صحیح نہیں۔ اگر یہ دعویٰ تسلیم کر لیا جائے تو نفسہٗ، عینہٗ، ذاتہٗ، وجودہٗ کا کیا جواب ہوگا۔

امامِ اہلسنت اعلیٰحضرت قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ اگر یہاں اضافت بیانیہ نہ لی جائے بلکہ نور سے وہی مشہور یعنی روشنی (کہ عرض و کیفیت ہے) مراد ہو تو

Marfat.com

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو مخلوق نہ ہوئے بلکہ ایک عرض وصفت پھر وجودِ موصوف سے پہلے صفت کا وجود کیسے ممکن ہے۔ لاجرم حضور خود ہی وُہ نور ہیں کہ سب سے پہلے مخلوق ہیں۔

مِنْ نُوْرِہٖ یُونہی مِنْ نُوْرِہٖ میں بھی اضافت بیانیہ ہے۔ اس میں لفظ مِنْ سے دھوکا کھانے والوں کو وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ پر غور کرنا چاہیئے۔

بشریّت اسی طرح لباسِ بشریت بھی نور کی نفی نہیں کرتا ورنہ فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا کا کیا جواب ہوگا؛ جبریل امین نور ہیں مگر لباسِ بشریت میں حضرت مریم کے پاس آئے۔

عبدیّت یُونہی عبدیت بھی نور کے منافی نہیں ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے لیے بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ فرمایا ہے۔ معلوم ہُوا کہ عبد اور بشر، نور کے متضاد چیزیں نہیں کہ جمع نہ ہو سکیں۔

عبادتِ نُور پھر یہ مخلوقِ اوّل نورِ کامل صلی اللہ علیہ وسلّم ہزار ہا برس تک خاص مقامِ قرب میں عبادتِ الٰہی کرتا رہا۔ ستر ہزار سال تک قیام فرمایا، پھر ستر ہزار سال رکوع میں رہا، تب سجدہ کیا تو صبح کی نماز فرض ہوگئی۔ سجدہ میں گئے تو ظہر اور عصر کی نماز۔ پھر قیام اور سجدہ ہوا تو مغرب کی نماز اور چوتھی بار عشاء کی نماز فرض ہوگئی۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہٗ منطق الطیر میں لکھتے ہیں؛ ؎

قرن ہا اندر رکوع استادہ بود۔ عمر ہا اندر سجود افتادہ بود

از نماز نور آں دریائے راز فرض شد بر جملہ اُمتہا نماز

اُمت کے لیے استغفار پھر اس نُور نے دو نفل ادا کیے، ایک ہزار برس قیام، ہزار سال رکوع، ہزار سال قومہ، ہزار سال سجدہ، ہزار برس جلسہ، ہزار برس دُوسرے سجدے میں رہے۔ اسی طرح دُوسری رکعت بھی ادا کی۔ جب فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛

"اے میرے حبیب! تُو نے میری عبادت کا حق ادا کر دیا ہے۔ میں نے تیری عبادت قبول کرلی ہے اب جو چاہے مانگ لے۔"

Marfat.com

حضور علیہ السلام نے عرض کی کہ "مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تُو مجھے ایک قوم کا رہنما بنا کر روانہ فرمائے گا۔ بہ تقاضائے بشریت ان سے غلطیاں سرزد ہوں گی۔ میں آج اپنی امت کے لیے مغفرت کی دُعا کرتا ہُوں"۔ اللہ تعالیٰ نے دُعا قبول فرمائی۔

اس مضمون کو علامہ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں، علامہ عبدالباقی نے زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں، ملا معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے معارج النبوۃ میں، علامہ یوُسف نبہانی نے جواہر البحار میں تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔ یہ نور مقام خاص میں کئی ہزار برس تک چمکتا رہا۔

انسان العیون، رُوح البیان، سیرتِ حلبیہ، جواہر البحار کے علاوہ کئی کتابوں میں ہے کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل! تیری عمر کتنی ہے؟ عرض کی، حضور! اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب میں ہر ستر ہزار برس بعد ایک ستارہ چمکتا تھا اس کو میں نے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اپنے رب کے عزت و جلال کی قسم! آنا ذٰلِكَ الْكَوْكَبُ وہ ستارہ میں ہی تھا۔"

خاکِ پاک ایک دن جبریل امین کو حکم ہُوا کہ زمین پر جا اور مزارِ مقدس کی جگہ سے ایک مثقال خاکِ پاک لے آ۔ جبریل نے آکر زمین کو حکم سنایا، زمین ذوق سے وجد میں آگئی اور مثل کافور کے خاکِ پاک ظاہر ہوئی۔ جبریل اس خاک کو لے کر اپنے مقام پر پہنچے تو حکم ہوا کہ ماءِ معین، کوثر و تسنیم میں ملائی جائے۔ اب وہ خاک کا ذرہ جب نور کی کان میں پہنچا اور ہزار برس رہا تو اس کی ماہیت بدل گئی۔

یہ امر مسلّم ہے کہ جب کوئی چیز کان میں جاتی ہے تو اس کی ہیئت و احکام بھی بدل جاتے ہیں، تو وہ خاک کا ذرہ خاک کہاں رہا، نور ہوگیا۔ اس کے لیے بے شمار نظائر موجود ہیں مگر یہ مختصر مضمون متحمل نہیں۔

اب نیا دَور شروع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ خلیفۃ اللہ فی الارض کی

Marfat.com

پیدائش ہو۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کا پُتلا تیار کیا گیا۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

"ابھی آدم علیہ السلام رُوح اور جسم کے درمیان تھے تو میری نبوت چمک رہی تھی"

نور آدم کے پاس اب وہ نورِ مقدس حضرت آدم علیہ السلام کی پشتِ اطہر میں ودیعت فرمایا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی پشت پر پرندے کی سی آواز سُنی۔ عرض کی : یا اللہ! یہ آواز کیا ہے؟ جواب آیا کہ یہ میرے محبوب محمد مصطفیٰ کی تسبیح کی آواز ہے۔ میرا عہد پکڑو اور اسے پاک رحموں اور مقدس پشتوں میں امانت رکھنا۔ اب وُہ نور چمکا، فرشتوں کو حکم ہوا سجدہ کیجئے۔ سب جُھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا۔ اور انکار کی سات دلیلیں پیش کیں۔ حکم ہوا کہ نکل جا، تُو میری بارگاہ سے دُور کر دیا گیا ہے، تجھ پر قیامت تک میری لعنت برستی رہے گی۔ اُدھر سجدہ کرنے والوں کو مراتبِ رفیعہ عطا کیے گئے۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ آدم کو سجدہ اس لیے ہوا کہ :

كَانَ فِيْ جَبْهَتِهٖ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

"ان کی پیشانی میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تھا"

انگوٹھوں کا چُومنا حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ فرشتے ان کے پیچھے پیچھے پھرتے رہتے ہیں اور سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھتے ہیں۔ عرض کی : یا اللہ! یہ فرشتے میرے پیچھے کیوں پھرتے ہیں؟ ارشاد ہُوا کہ یہ میرے حبیب کے نور کی زیارت کرتے ہیں۔ عرض کی : یا اللہ! یہ نور میری پیشانی میں ہونا چاہیے تاکہ فرشتے میرے آگے کھڑے ہوں۔ لہٰذا وہ نور پیشانی میں رکھ دیا گیا۔ وہ نور پیشانیِ آدم میں آفتاب کی طرح چمکتا رہا اور فرشتے صفیں باندھے اس کی زیارت کرتے رہے۔ حضرت آدم نے خواہش ظاہر کی کہ میں بھی دیکھوں۔ تو وہ نور ان کی انگلی میں ظاہر ہوا، انہوں نے چوم کر آنکھوں پر رکھا اور کہا :

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (روح البیان)

اب آدم علیہ السلام بھی زیارت کرتے اور کہتے تم ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ ہو۔

Marfat.com

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میری نخل
یہ صدا ان کی یاد میں ابوالبشر کی ہے

پھر وُہ نور حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا۔ آپ آدم علیہ السلام کی تمام اولاد سے زیادہ حسین و جمیل تھے جب حدِ بلوغ کو پہنچے تو ان سے اس نور کی حفاظت کا عہد لیا گیا کہ اس مقدس نور کو نہایت پاکیزہ طریقہ سے ارحامِ طاہرات و اصلابِ طیبات تک پہنچائیں۔ چنانچہ یہ عہد نامہ قرن بعد قرن ایک دوسرے تک وصول ہوتا رہا۔

اب وہ نور پاک جناب انوش، قینان، مہلائیل یارو سے ہوتا ہوا حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ آپ تین سو پینسٹھ سال کی عمر میں زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ پھر وہ نور متوشلخ لامک سے منتقل ہو کر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آیا۔ اسی نور کے صدقے کشتی جُودی پہاڑ پر ٹھہری ؎

اگر نامِ محمد را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

جناب متوشلخ کے پاس ۹۶۹ سال لامک کے پاس ۷۷۰ سال، حضرت نوح علیہ السلام کے پاس ایک ہزار سال۔ اس کے بعد جناب سام، ارفخشد، حضرت ہُود علیہ السلام، جناب شالخ، فالج، اشروع، ارعوناحور سے ہوتا ہوا جناب تارخ کے پاس تشریف لایا۔ تارخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے، نہایت عابد و زاہد نیک فال تھے۔ کئی کئی مہینے پہاڑوں میں تنہا عبادت کرتے تھے، بھُوکوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے دادا نے کفالت اپنے ذمہ لی۔ جب دادا بھی فوت ہو گئے تو آزر (جو حضرت ابراہیم کا چچا تھا) کی پرورش میں آ گئے۔ یہ بت تراش تھا۔ آزر آپ کا باپ نہیں بلکہ چچا تھا جس نے پرورش کی۔ جب آپ جوان ہوئے تو اپنے چچا کو کہا:

لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ۔ شیطان کی پیروی نہ کرو۔

آیت کی ابتداء یُوں ہوتی ہے اِذْ قَالَ لِاَبِیْہِ اٰزَرَ "جب اپنے "اب" آزر کو کہا۔

یہاں لفظ "اَبْ" سے بعض احباب کو سخت غلط فہمی ہوئی ہے۔ اُنھوں نے اَبْ کا ترجمہ والد کیا ہے حالانکہ اَبْ عام ہے۔ باپ، چچا، دادا سب کے لیے بولا جاتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو فرمایا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ تو سب نے باتفاق جواب دیا:

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔

"ہم عبادت کریں گے آپ کے خدا اور آپ کے اَبْ ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحاق علیہم السلام کی، جو ایک معبود ہے اور ہم اس کے فرماں بردار ہیں۔"

اس آیت میں لفظ "اٰباء" اَبْ کی جمع ہے۔ یہاں لفظ اَبْ اسحاق علیہ السلام پر بولا گیا ہے، وہ آپ کے باپ ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کو بھی اَبْ کہا گیا ہے حالانکہ وہ آپ کے چچا ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کو بھی کہا گیا ہے حالانکہ وہ دادا ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اَبْ چچا، دادا سب کے لیے بولا جا سکتا ہے۔ باپ کے لیے عربی زبان میں حقیقۃً لفظ "والد" ہے۔ "والد" باپ کے بغیر کسی اور کے لیے نہیں بولا جاتا۔

تورات وغیرہ کتب سابقہ میں بھی یہی تصریح ہے کہ ابراہیم کے والد کا نام تارخ تھا۔

اس وضاحت کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ پاک آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک پاک پشتوں، طیب پیشانیوں میں ہی منتقل ہوتا رہا۔ قرآن کریم میں ہے:

اَلَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ۔

"اللہ تعالیٰ تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے اور پھرنا تیرا سجدے کرنے والوں میں۔"

اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس کا معنیٰ یہ ہے:

اِنَّهٗ كَانَ يَنْقُلُ نُوْرَهٗ مِنْ سَاجِدٍ اِلٰى سَاجِدٍ۔

"وہ نور منتقل ہوتا رہا ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنیوالے کی طرف۔"

اس آیت پاک سے معلوم ہوا کہ حضور کا نور جس کے پاس رہا وہ اللہ تعالیٰ کو ہی سجدہ کرتے رہے ہیں۔ اب اگر آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ مانا جائے تو لازم آئے گا کہ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آزر کے پاس رہا اور وہ بُت پرست تھا اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والا نہیں تھا۔ تو عندالتحقیق ثابت ہُوا کہ آزر باپ نہیں چچا تھا۔ یہ مختصر تشریح ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے رسائل کا مطالعہ ضروری ہے۔

اب وُہ نور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس مدتوں ظہور فرماتا رہا۔ پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس پہنچا اور ایک سو تہتر برس تک آپ اس سے مستنیر ہوتے رہے۔ پھر جناب قیذار، حمل، ثابت، یسیع، اود، ادہدنان، معد، نزار، مضر، الیاس، مدرکہ، خزیمہ، کنانہ، نضر، مالک، فہر، غالب، لوی، کعب، مرہ، کلاب، قصی، عبدالمناف، ہاشم، عبدالمطلب سے ہوتا ہوا حضرت عبداللہ کے پاس ظہور پذیر ہوا۔

عجیب درخت اور کاہنہ عورت

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں حطیم کعبہ میں سو رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان درخت زمین سے ظاہر ہو رہا ہے۔ میرے دیکھتے دیکھتے وہ بڑھتا چلا گیا اس کی شاخوں نے آسمان کو چھُو لیا ہے اور عرض میں مشرق و مغرب تک پھیل گیا۔ اس کے پتے آفتاب سے زیادہ چمک رہے ہیں۔ مَیں نے دیکھا کہ عرب و عجم کے رہنے والے اس درخت کے سامنے جھک گئے ہیں اور اس کی روشنی آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ قریش کے کچھ لوگ اس کی شاخوں سے لپٹ گئے ہیں اور کچھ اس کو کاٹنا چاہتے ہیں۔ لیکن جب وہ اس خیال سے اس کے قریب ہوتے ہیں تو ایک خوبصورت نوجوان ان کو روک دیتا ہے میں نے اس سے زیادہ خوب صورت نوجوان آج تک نہیں دیکھا اس نوجوان کے جسم سے ہر طرف خوشبو پھیلتی جا رہی ہے میں نے چاہا کہ عظیم الشان درخت سے لپٹ جاؤں مگر نہ پہنچ سکا۔

میں نے اس خوبصورت نوجوان سے پُوچھا تو اس نے کہا قسمت والے لپٹ گئے ہیں۔ یہ لفظ سن کر بیدار ہو گیا اور ایک کاہنہ عورت کے پاس جا کر خواب بیان کیا۔ خواب سنتے ہی اس کا چہرہ بدل گیا اور گھبرا کر بولی، تیری پشت سے ایک شخص ہوگا جو مشرق و مغرب کا

Marfat.com

شہنشاہ ہوگا اور پوری دنیا اس کے آگے جھک جائے گی۔

حضرت عبداللہ کے پاس

جس وقت وہ نور حضرت عبداللہ کے پاس منتقل ہو گیا تو کئی عجائبات ظہور پذیر ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں بطحاء مکہ سے چل کر کوہِ ثبیر پر چڑھ جاتا تو میری پشت سے ایک نور نکل کر دو حصے ہو جاتا، ایک حصہ مشرق میں اور دوسرا مغرب میں پھیلتا چلا جاتا اور بصورتِ بادل مجھ پر سایہ کر دیتا۔ پھر آسمان کا دروازہ کھل جاتا اور وہ نور آسمان پر چڑھ جاتا۔ تھوڑی دیر بعد لوٹ کر پھر میری پشت میں مل جاتا اور جب میں زمین پر بیٹھتا تو زمین سے آواز آتی:

"اے وہ ذات! جس کی پشت میں حضور علیہ السلام کا نورِ مقدس ہے آپ پر میرا سلام ہو"

اور جب میں کسی خشک درخت اور کسی خشک جگہ پر بیٹھتا تو وہ فوراً سرسبز ہو جاتے اور اپنی ہری بھری ٹہنیاں مجھ پر ڈال دیتے اور جب میں لات وعزّٰی اور دوسرے بتوں کے پاس سے گزرتا تو بت چیخنا شروع کر دیتے اور کہتے کہ ہم سے دور ہو جا، تیرے اندر وہ چیز ہے جس کے ہاتھوں پر ہماری اور تمام دنیا کے بتوں کی ہلاکت ہوگی۔ آپ کے یہ عجائبات دور دور تک مشہور ہو گئے تو ستر یہودیوں نے آپس میں عہد و پیمان کیا کہ جب تک عبداللہ کو قتل نہ کریں ہم اپنی قوم کو منہ نہیں دکھائیں گے۔

ستر یہودی

اس غرض سے وہ مکہ میں آئے اور موقع تلاش کرتے رہے۔ ایک دن حضرت عبداللہ شکار کی غرض سے شہر کے باہر جا رہے تھے کہ انہی ستر یہودیوں نے اپنی زہر آلود تلواروں کے ساتھ آپ پر حملہ کر دیا۔ ایک رنگا رنگ فوج گھوڑوں پر سوار اچانک آسمان سے اتری اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے یہودیوں کو ختم کر دیا۔

اس واقعہ کو عبدِ مناف کے بیٹے حضرت وہب دیکھ رہے تھے۔ یہ کرامت دیکھ کر انہوں نے مکمل ارادہ کر لیا کہ اپنی لڑکی آمنہ خاتون کو عبداللہ کے نکاح میں دیں گے۔ فوراً گھر آئے اور اپنی بیوی برہ بنت عزّٰی کو اس واقعہ عجیبہ کی خبر دے کر کہا کہ عبداللہ قریش میں سب سے زیادہ خوبصورت نوجوان ہے، میں اپنی بیٹی آمنہ کے لیے اس سے زیادہ اچھا کوئی رشتہ نہیں پاتا۔ پھر حضرت برہ کو عبدالمطلب کے پاس بھیجا اور کہا کہ آپ اپنے بیٹے کے لیے میری لڑکی

Marfat.com

آمنہ خاتون کو قبول کریں۔ حضرت عبدالمطلب نے اس کو پسند فرمایا اور حضرت آمنہ حضرت عبداللہ کے نکاح میں آگئیں۔

اُمِّ قتال یوں وُہ نور حضرت آمنہ کی طرف منتقل ہوگیا، سینکڑوں وہ عورتیں جو حضرت عبداللہ سے شادی کی خواہش رکھتی تھیں، مایوس ہوگئیں۔ ان میں سے ایک عورت اُمِ قتال نے جو سب سے زیادہ خواہشمند تھی صبح سویرے حضرت عبداللہ کو دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ تُو نے اعراض کیوں کیا؟ بولی: جس نُور کی میں طلبگار تھی وہ آج تیری پیشانی سے غائب ہے۔ اب مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں۔

یہ واقعہ سیرت ابنِ ہشام میں ہے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جب حضور میرے پاس تشریف لاتے تو مجھے اپنے جسم سے پیاری پیاری خوشبو آیا کرتی تھی۔

جانوروں کی مبارکبادیاں سیرت حلبیہ میں ہے جب وہ نور حضرت آمنہ کے پاس تشریف لایا تو قریش کے مویشیوں[1] چوپایوں نے ایک دُوسرے کو بشارت دی قسم ہے کعبہ کے رب کی کہ آج رات دُنیا کا سردار اپنی والدہ کے پاس آگیا۔ اسی رات تمام دُنیا کے بادشاہوں کے تخت الٹ دیے گئے۔ سب بُت سرنگوں ہوگئے۔ روئے زمین کے تمام بادشاہ گُونگے ہوگئے، ایک اعلان ہو رہا تھا کہ ابوالقاسم کا ظہور قریب ہوگیا ہے۔

نبیوں کی مبارک بادیاں آپ فرماتی ہیں کہ پہلا مہینہ گزرا تو میں نے بلند قد والا آدمی دیکھا جس نے بڑی تسلی کے لہجے میں فرمایا کہ آمنہ! تجھے خوشخبری ہو تُو نبیوں کے سردار کی حاملہ ہے۔ میں نے عرض کی، آپ کون ہیں؟ اس نے کہا میں آدم (علیہ السلام) ہُوں۔ دوسرے مہینے حضرت شیث علیہ السلام کی زیارت ہوئی، انہوں نے بھی مبارکباد دی۔ تیسرے مہینے نوح علیہ السلام، چوتھے مہینے حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں مہینے حضرت ہُود علیہ السلام، چھٹے مہینے حضرت ابراہیم علیہ السلام، ساتویں مہینے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، آٹھویں مہینے حضرت موسٰی علیہ السلام، نویں مہینے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارتیں دیں۔

Marfat.com

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ مجھے ان نو ماہ میں کچھ بوجھ محسوس ہوا نہ کوئی ایسی چیز جو عورتوں کو پیش آتی ہے میں اس سے بالکل مبرا اور صاف رہی۔

ابرہہ کا حملہ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے صرف باون دن پہلے ابرہہ جو شاہِ حبش نجاشی کی طرف سے یمن کا گورنر تھا، کعبہ شریف کی عظمت کو برداشت نہ کر سکا، ایک بڑا جنگی لشکر ہاتھیوں سمیت لے کر کعبہ شریف کو گرانے کی غرض سے حملہ آور ہوا جب کعبہ شریف سے تیس میل دور وادیٔ محسر میں پہنچا تو اس کے ہاتھی نے آگے جانے سے انکار کر دیا۔ آخر مجبوراً اسی جگہ لشکر کا پڑاؤ ڈال دیا۔

عرب والوں کے لیے ہاتھی ایک عجیب چیز تھی۔ انھوں نے اس سے قبل ہاتھی کبھی نہیں دیکھے تھے۔ اس بڑے لشکر کی سطوت و شوکت سے گھبرا کر اہلِ مکہ پہاڑوں میں جا چھپے صرف حضور علیہ السلام کے دادا حضرت عبدالمطلب اور ان کے خاندان کے چند افراد جن کی تعداد بمشکل بارہ افراد تک پہنچتی تھی باقی رہ گئے اور ابرہہ کے اس عظیم لشکر سے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔

ابرہہ کے ساتھی اور اونٹ

اسی دوران میں ابرہہ کے کچھ لشکری اہلِ مکہ کے مویشیوں کے ساتھ حضرت عبدالمطلب کے چند اونٹ بھی لے گئے۔ حضرت عبدالمطلب اکیلے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر ابرہہ کے پاس پہنچ گئے۔ ابرہہ نے جب اس پیکرِ شرافت کو اپنی طرف آتے دیکھا تو استقبال کے لیے خیمے سے باہر نکل آیا اور نہایت احترام سے پیش آیا۔ اس نے کہا، آپ کیسے تشریف لائے؟ آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے اہلِ عرب عبدالمطلب کے نام سے پکارتے ہیں اور یہاں آنے کی وجہ یہ ہے کہ تیرے لشکری میرے اونٹ لے گئے ہیں وہ واپس دے دو۔

ابرہہ نے تکبر آمیز قہقہہ لگایا اور کہا: عبدالمطلب! اپنے کعبہ کی فکر کرو، اونٹ تو ایک حقیر چیز ہے، میں تمہارا کعبہ گرانے آیا ہوں، میں نے تو سمجھا تھا کہ کعبہ کو بچانے کی کوشش کے لیے آئے ہو گے اور اسے نہ گرانے کی درخواست کرو گے، تمہیں تو اپنے اونٹوں کی فکر ہے
تعجب ہے کہ اک ناچیز شے کا ذکر کرتے ہو نہیں کعبے کی فکر اونٹوں کی اپنے فکر کرتے ہو

Marfat.com

ابرہہ کی یہ بات سُن کر حضرت عبدالمطلب نے کیا نفیس جواب دیا۔ فرمایا:

صداقت ہے یہی میں اپنی شے کی فکر کرتا ہوں
کہ میرا مال ہیں اونٹ اس لیے میں فکر کرتا ہوں
کرے گا فکر اپنے گھر کی جو اس گھر کا مالک ہے
جو اس گھر کا مالک ہے وہ بحر و بر کا مالک ہے

"اے ابرہہ! مجھے کعبہ کی فکر کیوں ہو؟ کعبہ جانے، کعبے والا جانے، مجھے میرے اونٹ واپس کر دے۔"

ابرہہ آپ کا یہ صداقت انگیز جواب سُن کر خاموش ہو گیا اونٹ واپس کر دیئے۔ آپ اونٹوں کو لے کر گھر واپس تشریف لائے اور حضور علیہ السلام کی والدہ حضرت آمنہ کو ساتھ لے کر کعبہ شریف میں حاضری دی اور دُعا کی:

"اے کعبہ کے مالک! اے چودہ طبق کی کائنات کے خالق! تُو سمیع و بصیر ہے، تُو علیم و خبیر ہے، تُو جانتا ہے کہ ایک دشمن تیرے مقدس گھر کو گرانے کی نیت سے آیا ہے، الٰہی! تُو نے مجھے بشارت دی تھی کہ تیرے گھر میں ایک نور چمکے گا۔ الٰہی! اگر وہ نُور آمنہ کے پیٹ میں ہے تو اُسی کے واسطے سے ہم دُعا کرتے ہیں، اے مالک! سوا تیرے ہم کسی سے نہیں ڈرتے۔ اے مالک! بچا لے یورشِ دشمن سے اپنے گھر کی حرمت کو، بچا لے آلِ اسمٰعیل کے سامانِ عزّت کو۔"

صبح سورج کے طلوع کے ساتھ ہی ابرہہ کعبہ پر حملہ کی تیاری کرنے لگا۔ ادھر حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے مانگی ہوئی دُعا فوراً قبول ہو گئی۔ پروردگارِ عالم نے ابابیلوں کے لشکر کو تیار رہنے کا حکم دے دیا۔ لشکرِ ابرہہ کی کعبہ پر چڑھائی کا منظر حضرت عبدالمطلب اپنے خاندان سمیت ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے۔ جونہی لشکر کے ہاتھی کعبہ کے قریب آئے تو سب کے سب عظمتِ کعبہ کے سامنے سجدے میں گر گئے، مہابت ہاتھیوں کو مارتے ہیں، اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں مگر

Marfat.com

پڑے ہیں اس طرح ہاتھی کہ جنبش تک نہیں کرتے
خدا کا ڈر ہے دل میں آج شیطاں سے نہیں ڈرتے

اور ابرہہ کا ہاتھی جس کا نام محمود تھا وہ تو بالکل اُٹھنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ ابرہہ یہ صورت دیکھ کر بہت گھبرایا اور فوج پیدل کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ابھی اس نے یہ حکم دیا ہی تھا کہ پروردگار عالم کا لشکر جدہ کی طرف سے نمودار ہوا۔ چھوٹے چھوٹے ہزاروں ابابیل منہ میں تین تین کنکریاں اور ایک ایک کنکری پنجوں میں لے کر ابرہہ کے لشکر پر آ گئے اور سنگریزوں کی بارش شروع کر دی۔

قدرتِ خداوندی کہ ہر کنکر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس سے وہ مارا جاتا تھا۔ جب کنکر جسم پر پڑتا تو جسم کو چیر کر پاؤں کی طرف سے نکل جاتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ عظیم الشان لشکر چند منٹوں میں تباہ و برباد کر دیا گیا۔ قرآن پاک نے اس واقعہ کو کتنے شاندار طریقہ پر بیان فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝ تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۝

"اے محبوب! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حال کیا؟ کیا ان کا داؤ تباہی میں نہ ڈالا اور اُوپر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں کہ انھیں پتھر کے کنکر سے مارتے تھے تو ان کو کر ڈالا جیسے کوئی کھائی ہوئی کھیتی ہوتی ہے۔"

اسی لیے عرب والے اس سال کو عام الفیل اور سنۃ الفتح والا بتھاج بھی کہتے ہیں۔

ظہورِ نور

جب نور کے ظہور کا وقت قریب آیا، رات جا رہی تھی اور صبح آ رہی تھی، پیر کا دن تھا، سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک مختصر جماعت کو آسمان سے اُترتے دیکھا جن کے پاس تین سفید جھنڈے تھے، اس جماعت نے ایک جھنڈا میرے گھر کے صحن میں گاڑ دیا، ایک کعبہ کی چھت پر اور ایک بیت المقدس پر کھڑا کر دیا۔

Marfat.com

اس سہانی رات میں آسمان کے ستارے قریب آرہے تھے۔ ان ستاروں کی روشنی نے تمام دنیا کو نور سے بھر دیا۔ میں نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل رہے تھے، میں گھر میں اکیلی تھی، عبدالمطلب طوافِ کعبہ کو گئے ہوئے تھے، اچانک میں نے سفید پرندے کو دیکھا جو اپنا پر میرے دل پر مل رہا تھا۔ اس کے اثر سے میری بے چینی زائل ہو گئی۔ بعد میں میں نے غور سے دیکھا کہ میرے سامنے شربت کا ایک پیالہ ہے جس کا رنگ بالکل سفید تھا میں اسے دودھ سمجھ کر پی گئی وہ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ پھر میرے پاس چند عورتیں آئیں، میں نے ان سے پوچھا، آپ کون ہیں؟ ان میں سے ایک بولی: میں مریم عیسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ ہوں۔ دوسری بولی کہ میں آسیہ فرعون کی بیوی ہوں۔ تیسری نے کہا میں ہاجرہ ہوں باقی سب حوریں ہیں ہم سب آپ کی خدمت کے لیے آئی ہیں۔ پھر ایک آواز آئی جس سے میں پریشان ہو گئی، دیکھا تو ایک سفید ریشم کی چادر آسمان اور زمین کے درمیان لٹک گئی۔ ایک پکارنے والے نے کہا کہ اس کو دنیا کی نگاہوں سے چھپا لو۔ آسمان سے عورتیں اُتر رہی تھیں جن کے ہاتھوں میں سفید آفتابے تھے پھر بادل کا سفید ٹکڑا جس میں سبز رنگ کی چڑیاں جن کی چونچیں یاقوت کی مانند سرخ نظر آئیں۔ یہ دیکھ کر میرا بدن پسینہ پسینہ ہو گیا۔ جو قطرہ ٹپکتا تھا اس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ مشرق و مغرب، زمین و آسمان ایک دم روشن ہو گئے حتیٰ کہ شام کے محلات اور بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں نظر آنے لگیں۔ اس نور کا منبع میرا وجود تھا۔ اطرافِ عالم میں اعلان ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو گئے۔

حضرات! یہ وقت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کا ہے تمام حضرات مل کر کھڑے ہو کر سلام پڑھیے۔

سلام بحضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام   شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند   اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام
دُور و نزدیک سے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے کھچی گردنیں جھک گئیں
اس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام
جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
جس کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں
اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اعلانِ الٰہی پروردگارِ عالم نے فرمایا:
قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ (پ ۶)

"بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب"۔

تمام مفسرینِ کرام اس پر متفق ہیں کہ اس آیت میں لفظ "نُوْر" سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ "نور" سے مراد بھی قرآن کریم ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ:

"نور اور کتاب دونوں سے قرآن مراد لینا ضعیف ہے کیونکہ عطف سے معطوف اور معطوف الیہ میں مغایرت کا ہونا ضروری ہے۔ حضور کا نام نور ہے"۔
(صلی اللہ علیہ وسلم)

فضیلتِ شبِ ولادت کی تین وجوہ علامہ امام قسطلانی قدس سرہ العزیز مواہبِ لدنیہ میں فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شبِ ولادت شبِ قدر سے افضل ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کی تین وجوہ ہیں:

Marfat.com

اوّل: شبِ ولادت آپ کی ذاتِ گرامی کے ظہور کی رات ہے اور شبِ قدر آپ کو عطا کی گئی اور اس مسئلہ میں کسی کو بھی نزاع نہیں ہے۔ اسی اعتبار سے شبِ ولادت شبِ قدر سے افضل ہے۔

دوم: شبِ قدر نزولِ ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہے اور شبِ ولادت آپ کے ظہور کی وجہ سے مشرف اور وہ ذات جس کی وجہ سے شبِ ولادت کو فضیلت دی گئی ہے۔ یقیناً ان صفات سے افضل ہے جن کی وجہ سے شبِ قدر کو فضیلت دی گئی، لہٰذا شبِ ولادت شبِ قدر سے افضل ہوئی۔

سوم: لیلۃ القدر میں صرف اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضل واقع ہوا ہے اور شبِ ولادت میں تمام موجودات پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہوا ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

لہٰذا آپ کی وجہ سے تمام مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں عام ہوئی ہیں۔ لہٰذا شبِ ولادت کا نفع زیادہ ہے اور یہی افضل ہے۔

دُرِّ یتیم کے ظہور سے پہلے ہی والد وصال فرما گئے، ابھی چھٹے سال بھی نہیں ہونے تھے کہ پیکرِ شفقت و محبت والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب دادا عبدالمطلب ہیں۔ دادا کو اس مقدس پوتے سے بے حد پیار تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے بھی آنکھوں سے جُدا نہیں کرتے تھے۔ ابھی دو سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ دادا بھی داغِ مفارقت دے گئے اب شفیق چچا ابُوطالب ہیں۔ عبدالمطلب کے انتقال کے بعد لوگوں نے سمجھا کہ ابُوطالب کثیرالعیال ہیں اپنی اولاد کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا بھی مشکل ہے چہ جائیکہ یتیم عبداللہ کی نگرانی کر سکیں۔ مگر ابُوطالب کے دل میں اللہ تعالیٰ نے وہ محبت پیدا کر دی کہ اتنی محبت اپنے صلبی بچوں سے بھی نہیں تھی ؎

پیدا ہوئے تو باپ کا سایہ اٹھا لیا — بڑھنے لگے تو مادر و عم ہو گئے جُدا
چلنے لگے تو دادا عدم کو رواں ہوا — ایک ایک سایہ یُونہی اٹھتا چلا گیا
سائے پسند آئے نہ پروردگار کو — بے سایہ کر دیا اس سایہ دار کو

Marfat.com

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا عرب کے رواج کے مطابق قبیلہ بنی سعد کی دائیاں مکہ شریف پہنچ گئی تھیں۔ ان میں ایک حلیمہ بھی تھی اس کی سواری کمزور تھی اس لیے وہ پیچھے رہ گئی تھی۔ جب وہ پہنچی تو امرا کے سب بچے تقسیم ہو چکے تھے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ میں مایوس ہی واپس چلی جاؤں گی۔ غیب سے آواز آئی، اے حلیمہ! غم نہ کر، آج تیری گود میں کونین کی دولت آ رہی ہے۔ حلیمہ! آج تیری قسمت پر حوریں رشک کریں گی۔ آواز آ رہی تھی: ؎

واہ واحلیمہ تیرے تے اج کرم کمایا جانا ایں
اج یکتا تیری جھولی دے وچ گوھر پایا جانا ایں
ایہہ تیرے حق پچھانے گا نالے چارے گا تیریاں بکریاں نوں
ایسے نوں اک دن عالم دا مختار بنایا جانا ایں

حلیمہ جب حضور علیہ السلام کو گود میں لے کر واپس جا رہی تھی تو وہ سواری جو چلنے کا نام نہیں لیتی تھی اب اس کی حالت یہ تھی کہ حلیمہ روکتی ہے تو وہ رُکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ حلیمہ کے گھر کی برکت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ حلیمہ کی بکریاں جنہوں نے مدت سے دودھ دینے کا نام نہیں لیا تھا اب اتنا دودھ دیتی ہیں کہ ختم ہی نہیں ہوتا۔

چاند کا رقص رات ہو چکی تھی اندھیرے آہستہ آہستہ گہرے ہوتے چلے گئے۔ حلیمہ سعدیہ نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ چاند نکل آیا تھا اور ستارے چھپتے نظر آ رہے تھے اس نے دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پنگھوڑے میں لیٹے ہوئے ہیں۔ حلیمہ نے دیکھا کہ جس طرف حضور کا مبارک ہاتھ اُٹھتا چاند بھی ادھر ہی پھر جاتا تھا۔ امام اہلسنت اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

مٹی کو کھلونے بھی مٹی ہی کے ملتے ہیں اور نور کو اللہ تعالیٰ نے کھلونا بھی نور کا ہی عطا فرمایا۔

حضور کی تلاش

ایک دفعہ حلیمہ حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر آبِ زمزم پینے گئی۔ واپس آئی تو حضور کو وہاں نہ پایا۔ تلاش کرتے کرتے عاجز آ گئی کعبہ شریف میں گئی تو تمام بت حضور کا نامِ مبارک سنتے ہی سجدے میں گر گئے۔ حلیمہ حضور کو تلاش کر رہی تھی تو ایک آواز آئی ؎

غم مخور یاوہ نہ گردد او ز تو
بلکہ عالم یاوہ گردد اندر او

"حلیمہ! غم مت کر، کائنات اس میں گم ہو سکتی ہے مگر وہ گم نہیں ہو سکتا"

پنجابی کے ایک شاعر نے حلیمہ کی شان میں ایک شعر لکھا ہے۔ کہتا ہے: ؎

ویکھو دائی حلیمہ دے بھاگ جاگے نبی پاک نوں گود کھڈاوندی اے
جس دے پیراں دی خاک نوں نبی ترسن اوہدیاں لباں تے لب ٹکاوندی اے

حجرِ اسود کا نصب کرنا

وقت گزرتا گیا۔ اہلِ مکہ حجرِ اسود کو نصب کرنے لگے تو یہ جھگڑا شدت اختیار کر گیا کہ کون نصب کرے۔ دیر تک جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر یہ فیصلہ کیا گیا کہ صبح کے وقت جو سب سے پہلے کعبۃ اللہ میں آئے وہی نصب کرے۔ چنانچہ صبح ہوئی تو سب سے پہلے کعبۃ اللہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے۔ فیصلہ کے مطابق پتھر حضور نے ہی رکھنا تھا مگر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا شاندار فیصلہ فرمایا۔ تمام اہلِ مکہ کے خاندان کے سربراہوں کو بلایا اور ایک چادر بچھائی اور اس پر پتھر کو رکھ دیا اور سب کو فرمایا کہ ایک ایک کونہ پکڑو۔ یُونہی کیا گیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پتھر اپنے ہاتھ سے نصب فرمایا۔ سیدِ عالم کے اس فیصلہ سے تمام قبائل خوش ہو گئے اور آپ کی ذہانت کی بے پناہ داد دینے لگے اور یُوں ایک بہت بڑا خون خرابہ رُک گیا۔

پتھروں کے سجدے

ابھی تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بارہ برس کی تھی کہ ابو طالب کو پتا چلا ایک قافلہ تجارت کے لیے ملک شام جا رہا ہے۔ ابو طالب بھی تیار ہو گئے۔ حضور علیہ السلام کے قلبِ اقدس میں بھی خیال آیا کہ چچا کے ساتھ ملک شام جائیں۔ آپ کا ارادہ دیکھ کر چچا ششں و پنج میں مبتلا ہو گیا۔ سفر کی

Marfat.com

صعوبتیں، راہ کی دشواریاں ان کے سامنے تھیں۔ خیال آیا کہ تپتے ہوئے ریگستان کا سفر اور گرم ہوا کے سخت جھکڑ میرے اس پھول کو کملا نہ دیں۔ لیکن اپنے پیارے بھتیجے کی دل شکنی بھی گوارا نہ تھی اس لیے چچا ساتھ لے جانے پر راضی ہو گئے۔

کئی دن بعد جب یہ قافلہ ایک راہب کی خانقاہ پر اترا تو اس کی نظریں حضور علیہ السلام کے چہرے پر رک گئیں اور فوراً پکار اٹھا،

هٰذَا سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ۔

ابو طالب یہ سن کر خاموش رہا لیکن دوسرے ساتھیوں نے راہب سے پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ سید المرسلین ہیں، راہب نے کہا؛ جب تم لوگ پہاڑ سے اتر رہے تھے تو میں نے دیکھا تھا کہ پتھر ان کو سجدے کر رہے تھے۔

حدیث شریف شفا شریف میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے راوی ہیں مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ پتھر ابھی تک یاد ہیں جن کے پاس سے میں حضور کے ساتھ گزرا کرتا تھا اور پتھر بلند آواز سے کہتے تھے؛

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللہ

اس راہب کی بات سن کر ابو طالب کے دل میں اور زیادہ محبت پیدا ہوگئی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جوں جوں عالمِ شباب میں قدم رکھتے گئے آپ کے اخلاق و محاسن، صدق و صفا سے ابو طالب کی مسرتوں میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ ابو طالب کوئی کام حضور علیہ السلام کے مشورے کے بغیر نہ کیا کرتے تھے۔

اعلانِ نبوت نیکی اور پاکبازی کا یہ عالم تھا کہ دنیا آپ کو صادق الوعد الامین کہہ کر پکارتی رہی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا تمام مال راہِ خدا میں تقسیم ہو چکا ہے اور خود پیوند لگی کملی پہنے غاروں اور پہاڑوں میں مصروفِ عباداتِ الٰہی ہیں۔ فرش پر سوتے ہیں، ستوؤں اور کھجوروں پر گزر ہوتا ہے۔ چالیس برس پورے ہو چکے ہیں، غارِ حرا سے

۲۲ فروری ۶۱۰ ء کی عظیم ساعت میں جبریل امین پہلی بار سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، عرض کرتے ہیں:

اِقْرَأْ۔ "پڑھیے"

حضور نے فرمایا:

مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ۔ (میں پڑھنے والا نہیں ہوں)

جبریل علیہ السلام نے حضور کو سینے سے لگایا، دوبارہ عرض کی، اِقْرَأْ۔

حضور علیہ السلام نے نہیں پڑھا۔ تیسری بار جبریل نے عرض کی:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔

تو حضور علیہ السلام نے پوری پانچ آیتیں آگے تلاوت فرمادیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وحیِ الٰہی سے متاثر ہو کر گھر تشریف لاتے ہیں تو پاکباز بیوی مسلمانانِ عالم کی مقدس ماں ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا واقعہ سُن کر بشارت دیتی ہیں کہ آپ خدا کے برگزیدہ رسول ہیں۔

ورقہ بن نوفل پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ حضور کو اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں ورقہ بہت بڑا عالم تھا اس نے یہ واقعہ سُن کر کہا کہ یہ دنیا کے نجات دہندہ ہیں، کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب دنیا اسے مکّہ سے نکال دے گی۔

اس طرح سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت زید رضی اللہ عنہم نے رسالت کی تصدیق کی۔ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

نزولِ قرآن پروردگارِ عالم کا ارشاد ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ۔

Marfat.com

"اگر ہم اس قرآن کو پہاڑوں پر نازل کرتے تو پہاڑ خوفِ الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔"

سبحان اللہ! یہ قلبِ مصطفیٰ ہی تھا جو بوجھ کوئی نہ اٹھا سکے وہ حضور اٹھاتے ہیں۔ یونہی جس کا بوجھ کوئی نہ اٹھا سکے اس کا بوجھ بھی حضور ہی اٹھاتے ہیں۔ جس کا جہاں میں کوئی نہ ہو اس کے آپ ہیں۔ بیکسوں کے کس ہیں۔ بے بسوں کے بس ہیں۔ بے سہاروں کے سہارا ہیں اور بے آسروں کے آسرا آپ ہی ہیں۔

غلط خیال بعض حضرات کہتے ہیں کہ نبوت چالیس سال بعد ملتی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ نبی پر ایسا کوئی وقت نہیں گزرتا کہ اس کا وجود اور نبوت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ خلقت کے ساتھ نبی کو نبوت عطا فرما دیتا ہے۔ نبوت کسبی نہیں وہبی ہوتی ہے۔ یہ عبادت کا ثمرہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ جس پر چاہے فضل فرما دے۔

دلیل قرآنی اس کے لیے قرآن پاک کی دلیل موجود ہے نصِ قطعی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے والد کی گود میں ابھی عمر تین دن کی بھی نہیں تھی کہ کہا:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔

"بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔"

آپ غور فرمائیں کہ جَعَلَنِیْ ماضی کا صیغہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرما دی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ جب چالیس سال پورے ہو جائیں گے تو مجھے نبوت عطا فرمائی جائے گی۔

دُوسری دلیل عالمِ ارواح میں پروردگارِ عالم نے تمام رُوحوں کو جمع فرما کر فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟"

تمام رُوحوں نے بیک زبان اقرار کیا اور کہا:

بَلٰی۔ یعنی کیوں نہیں تُو ہمارا خالق و مالک ہے۔

Marfat.com

اس اقرار کے بعد ایک اور وعدہ لیا گیا۔ اس اجلاس میں صرف انبیاء اور رسل علیہم السلام تھے ان سے جو اقرار لیا گیا وہ قرآن کریم کی زبانی سُنیئے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ۔

"اور جب لیا اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پکا وعدہ"

یہاں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی رُوحوں کو بھی نبی کہا ہے۔ معلوم ہوا کہ خلقتِ رُوح کے ساتھ ہی نبوت ثابت ہو جاتی ہے۔

لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ۔

"میں تمہیں کتاب اور حکمت دے دُوں"

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ۔

"پھر آجائے تمہارے پاس بڑی عظمت والا رسول تمہاری تصدیق کرتا ہوا"

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ "تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لے آنا اور اس کی امداد کرنا"

یہاں اللہ تعالیٰ نے دو جگہ نون تاکید تعلید لا کر اس وعدہ کو مضبوط فرما دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ "کیا تم نے اقرار کر لیا ہے؟" قَالُوْٓا "سب بولے" اَقْرَرْنَا "ہم نے اقرار کر لیا"

معلوم ہوا کہ تمام انبیا بھی ہمارے حضور علیہ السلام کے اُمتی ہیں۔ آپ نبی الانبیاء ہیں انبیاء اور رسل نے آپ کی سرداری کا اقرار کر لیا تو پروردگارِ عالم نے فرمایا، فَاشْهَدُوْا "ایک دوسرے کے گواہ بن جاؤ" وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ "اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں شامل ہوں"۔

سُبحان اللہ! کیا شان ہے ہمارے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نبیوں سے وعدہ لے رہا ہے اور خود فرماتا ہے کہ مَیں بھی گواہ ہوں۔ بات یہاں ہی ختم نہیں ہو جاتی اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا تو صرف یہی کہا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ۔ روحوں نے کہا، بَلٰى۔ بات ختم ہو گئی مگر جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت آتا ہے تو تاکیدیں ہیں کہ ختم ہونے میں آتی ہی نہیں جب تمام انبیاء ایک دُوسرے کے گواہ ہو گئے تو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ پس جو اقرار کے بعد پھر جائے وہی لوگ حکم سے ہٹنے والے ہیں۔"

پہلی محفلِ میلاد یہ پہلی محفل تھی جو حضور علیہ السلام کے ذکر کے لیے قایم کی گئی تھی منعقد کرنے والا خالقِ کائنات ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور کی آمد کے سلسلے میں محفل قائم کرنا سنتِ الٰہیہ ہے اور جس جلسہ میں حضور علیہ السلام کی آمد کا ذکر ہو وہ جلسۂ میلاد کہلاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور علیہ السلام کا میلاد پڑھا۔ میلاد پڑھنا سنتِ الٰہی، میلاد سننا سنتِ انبیاء و رسل علیہم السلام ہے۔

دلیل قرآنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

اے محبوب! دوسرے انبیاء کو میں نے رحمتیں دے کر بھیجا ہے اور آپ کو سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یونہی باقی انبیاء معجزات لے کر آئے ہیں اور ہمارے حضور علیہ السلام کو معجزہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لیے رحمت ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا رب ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وہ رب العالمین ہے۔ اور حضور رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہیں اور جو قرآن لے کر تشریف لائے ہیں وہ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا اللہ تعالیٰ نور ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یہ نور بمعنی منوّر اسم فاعل روشن کرنیوالا ہے اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور ہیں قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ اور جو کتاب لے کر آئے وہ بھی نور ہے وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا۔ اور جو اسلام لے کر آئے وہ بھی نور۔ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔

میں عرض کر رہا تھا کہ حضور کے میلاد کی خوشی کے لیے قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ اللہ نے تمہارے پاس بھیجے اور قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا اللہ کے فضل اور رحمت کے ساتھ خوشیاں مناؤ۔ فَلْيَفْرَحُوْا فرحت سے ہے، یعنی

Marfat.com

خوشی۔ تو رحمت کی آمد پر خوشی منانا حکمِ الٰہی کے عین مطابق ہے۔

امام قسطلانی کی تصریح

امام قسطلانی شارح صحیح بخاری اپنی کتاب مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں :

وَمَا زَالَ اَهْلُ الْاِسْلَامِ يَحْتَفِلُوْنَ بِشَهْرِ مَوْلِدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَعْمَلُوْنَ الْوَلَائِمَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ فِيْ لَيَالِيْهِ بِاَنْوَاعِ الصَّدَقَاتِ وَيُظْهِرُوْنَ السُّرُوْرَ وَيَزِيْدُوْنَ فِي الْمَبَرَّاتِ وَيَعْتَنُوْنَ بِقِرَاءَةِ مَوْلِدِهِ الْكَرِيْمِ وَيَظْهَرُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَرَكَاتِهٖ كُلُّ فَضْلٍ عَمِيْمٍ وَمِمَّا جُرِّبَ فِيْ خَوَاصِّهٖ اَنَّهٗ اَمَانٌ فِيْ ذٰلِكَ الْعَامِ وَبُشْرٰى عَاجِلَةٌ بِنَيْلِ الْبُغْيَةِ وَالْمَرَامِ فَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَاً اتَّخَذَ لَيَالِيَ شَهْرِ مَوْلِدِهِ الْمُبَارَكِ اَعْيَادًا لِّيَكُوْنَ اَشَدَّ عِلَّةٍ عَلٰى مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّاَعْيَاءُ دَاءٍ۔

”آپ کی ولادتِ پاک کے مہینے میں تمام اہلِ اسلام ہمیشہ محفلِ میلاد مناتے چلے آئے ہیں اور اسی خوشی میں کھانا پکا کر کھاتے رہے ہیں اور دعوتِ طعام کرتے آرہے ہیں اور ان مبارک راتوں میں قسم قسم کے صدقات سے وہ صدقہ دیتے رہے ہیں اور اظہارِ سرور و فرحت کرتے چلے آئے ہیں اور اس نیک کام میں حتی الوسع زیادہ کوشش کرتے آئے ہیں اور آپ کا میلاد پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں جن کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عمیم ظاہر ہوتا رہا ہے اور ولادت باسعادت کے ایام میں محفلِ میلاد منانے کے خواص میں سے یہ امر مجرب ہے کہ اس سال میں امن و امان رہتا ہے۔ اور ہر مقصود اور مراد پانے میں جلدی آنے والی خوشخبری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمتیں فرمائے کہ جس نے ماہِ ولادت کی راتوں کو عید بنا لیا تاکہ یہ عید سخت مصیبت ہو جائے اس شخص پر کہ جس شخص کے دل میں مرض ہے اور بیماری کی کمزوری ہے۔“

Marfat.com

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کی خوشی میں محافلِ میلاد کا انعقاد ہمیشہ سے علمائے سلف کا طریقہ چلا آ رہا ہے۔

آمد سے پہلے اور بعد ہادیِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اس جہان کا منظر ہی عجیب تھا۔ ہر طرف تاریکی کا دور دورہ تھا۔ شراب نوشی، قمار بازی، زنا، حرام کاری لوگوں کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ ان کی عیاشیوں کا باب بڑا طویل ہے۔ معصوم بچیوں کو زندہ درگور کرنا ان کا کام تھا۔

ایک شخص نے حضور علیہ السّلام کی بارگاہ میں عرض کی کہ میں اپنی چھوٹی معصوم بچی کو کنویں پر لے گیا وہ میرے ساتھ پیاری پیاری باتیں کرتی جا رہی تھی جب کنویں پر پہنچے تو میں نے اس کنویں میں اسے دھکا دے دیا۔ اس نے گرتے ہوئے مجھے پکارا، یَا اَبَتَاہُ اَدْرِکْنِیْ" اے بابا! مجھے پکڑ لے" اور میری طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ یہ سُن کر حضور علیہ السلام کی مبارک آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر وہی عرب جو خصائل و عادات کے لحاظ سے ارذل الخلائق تھے دُنیا کے افضل ترین انسان بن گئے۔

جس طرف چشمِ محمد کے اشارے ہو گئے
جتنے ذرّے سامنے آئے ستارے ہو گئے

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن۔

ماہِ ربیع الثانی کی تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ط اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْہَادِیْنَ الْمَہْدِیِّیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ

"بے شک وہ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔"

حضرات! پروردگارِ عالم جل جلالہٗ نے اس آیہ کریمہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو ایمان لانے کے بعد اس استقلال سے ثابت قدم رہے کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کے پائے ثبات کو لغزش نہ دے سکی۔

تین بھائی حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شرح الصدور" میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ دشمن کی فوج تعداد اور آلاتِ حرب کے لحاظ سے لشکرِ اسلام سے کہیں زیادہ تھی مگر:

کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ فِئَۃً کَثِیْرَۃً بِاِذْنِ اللّٰہِ۔

Marfat.com

"بہت سی قلیل جماعتیں کثیر جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب ہو جاتی ہیں۔"
اور پھر مسلمان کبھی وسائل پر بھروسا نہیں کرتا۔ اس کا تکیہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہوا کرتا ہے۔

جنگ زوروں پر تھی۔ اگرچہ اس جنگ میں مجاہدینِ اسلام کو شاندار فتح نصیب ہوئی مگر عیسائی چند مسلمان سپاہیوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ ان گرفتار شدگان میں تین سگے بھائی تھے ان کی اٹھتی ہوئی جوانیاں، چہرے پُرنور، گفتار میں بے مثالی عیاں تھی۔ انھیں عیسائی شہنشاہ ہرقل کے دربار میں پیش کیا گیا۔

ہرقل نے کہا، تم نے ابھی تک جوانی کی بہاریں بھی نہیں دیکھی ہیں تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ اسلام کو چھوڑ کر مسیحیت میں شامل ہو جاؤ۔ مجاہدین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دوبارہ ہرقل نے کہا، کیا تمہیں اپنی جوانیوں پر ترس نہیں آتا۔ اگر تم نے اسلام سے انحراف نہ کیا تو تمہاری گردنیں اڑا دی جائیں گی۔ میرے ایک اشارۂ ابرو کی دیر ہے تمہارے جسم خاک و خون میں تڑپتے نظر آئیں گے۔

مجاہدین بولے :-

غلامانِ محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پروا نہیں کرتے

اے عیسائی بادشاہ! اگر ہماری جانیں اللہ کی راہ میں اسلام کے نام پر قربان ہو جائیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا خوش بختی ہو سکتی ہے! ہم شہادت کا جذبہ لے کر ہی میدانِ جہاد میں آتے ہیں ہماری زندگیاں اسی مرتبہ کے حصول کے لیے آرزوئیں کرتے گزر جاتی ہیں۔

ہرقل نے کہا: ایک بار تمہیں اور موقع دیتا ہوں، سوچ لو۔

انہوں نے کہا کہ ہمارے آخری سانس کا بھی یہی جواب ہو گا کہ جان تو دے سکتے ہیں مگر مصطفیٰ کا دیا ہوا ایمان نہیں دے سکتے۔

آخر اس نے حکم دیا کہ یہ لوگ کسی صورت بھی ایمان سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہیں انھیں کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا جائے۔ یہ عمل باری باری ہونا چاہیے تاکہ دوسرا

Marfat.com

پہلے کا حشر دیکھ لے۔

تیل کا ایک بہت بڑا کڑاہا گرم کیا گیا اور تینوں مجاہدوں کو اس کڑاہے کے قریب لایا گیا۔ پہلے ایک کو پکڑ کر جلتے ہوئے تیل میں ڈالا گیا، دوسرے نے پڑھا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس مجاہد نے کہا: جلدی کیجئے میں بھی اپنے بھائی کے پاس جلدی پہنچنا چاہتا ہوں۔ آخر اس کو بھی کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا گیا۔ اب تیسرے کی باری تھی اس کی اٹھارہ سال کی اُبھرتی ہوئی جوانی دیکھ کر ایک وزیر کو ترس آ گیا۔ اس نے کہا اس کا ایمان ہم جلد چھین لیں گے مجھے مختصر سے عرصہ کی مہلت دیجئے۔

ہرقل بادشاہ نے کہا، یہ لوگ اسلام میں بڑے مضبوط ہوتے ہیں۔ ان کے خون کا آخری قطرہ بھی ان کے ایمان کی شہادت دیتا ہے، معلوم نہیں ان کے نبی نے ان کو کیسا نشہ پلا دیا ہے کہ دنیا کی کوئی ترشی اس کو اتار نہیں سکتی۔ وزیر نے کہا یہ ٹھیک ہے مگر یہ عرب کے لوگ عورتوں کے بڑے شائق ہوتے ہیں میں کوشش کروں گا کہ اس کو اسلام سے منحرف کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کروں۔ بادشاہ نے اسے اس مجاہد کو ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔

سورج غروب ہو چکا تھا، رات کی سیاہی آسمان کے کناروں پر پھیلتی چلی گئی، وزیر نے اس نوجوان کو ایک مکان میں بند کر دیا اور اپنی لڑکی کو بلا کر کہا، دنیائے عیسائیت میں تجھ سے بڑھ کر کوئی لڑکی حسین نہیں ہے، عقلمند اور ذہین بھی ہو۔ اگر تو اس عربی نوجوان کا ایمان چھیننے میں کامیاب ہو گئی تو ہم انعام و اکرام سے مالا مال کر دیے جائیں گے۔

وزیر کی لڑکی نے کہا، ابا! یہ بات تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اس نوجوان کی میرے چہرے پر اُٹھی ہوئی ایک نظر اس کے ایمان کو متزلزل کر دینے کے لیے کافی ہے۔ وزیر نے اپنی لڑکی کو تھپکی دی اور کہا جاؤ اور کامیاب واپس آؤ۔ لڑکی نے جا کر دروازہ کھولا، دیکھا تو نوجوان قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہے۔ لڑکی جا کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ نصف رات گزر گئی مگر اس نوجوان نے اس لڑکی کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ وہ تمام رات منتظر رہی کہ یہ نوجوان اسے ایک نگاہِ غلط سے ہی دیکھ لے مگر جن نگاہوں میں حُسنِ مصطفیٰ بس چکا ہو وہ

نگاہیں بھلا کسی اور کی طرف کیسے اٹھ سکتی ہیں۔

اس لڑکی کے لیے یہ منظر بڑا ہی عجیب تھا، کہیں دنیا اس کے چہرے کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب ہے اور کہیں یہ نوجوان کہ تمام رات گزر گئی اور اس کو علم بھی نہیں کہ کوئی میرے پاس آیا بھی ہے یا نہیں۔ صبح ہوئی تو وہ لڑکی دروازہ بند کر کے چلی گئی۔

وزیر نے پوچھا، کہو، کیا خبر لائی ہو؟ لڑکی نے کہا، آج رات اس کی کوئی عبادت کی رات تھی میں نے ہر چند کوشش کی مگر اس نے میری طرف نگاہ اٹھانے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی۔

دوسری رات پھر لڑکی اس نوجوان مسلمان کے کمرے میں پہنچتی ہے مگر دیکھا کہ وہ نوجوان نفل پڑھ رہا ہے۔ یہ رات نفل پڑھتے گزر گئی۔ یونہی مسلسل چالیس راتیں وہ لڑکی آتی رہی مگر وہ آنکھیں جن پر اللہ اور اس کے رسول کا قبضہ ہو ان کے غیر کی طرف اُٹھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سبحان اللہ! کیا تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ یہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أُولَـٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ

"ان پر میری رحمتیں اور برکتیں ہیں۔"

ہر رات اس کی عبادت اور قرآن خوانی دیکھ کر لڑکی کی زندگی میں انقلاب آتا گیا۔ اس نے سوچا آخر وہ کون ایسا حسین ہے جو اس کی نگاہوں میں بس گیا ہے کہ یہ کسی دوسرے کی طرف نظر اٹھانا بھی پسند نہیں کرتا۔ ہاں ان کی یہی شان ہے ؎

نبیوں میں نبی ایسے کہ ختم الانبیاءؐ ٹھہرے
حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوبِ خدا ٹھہرے

آخر ایک رات لڑکی نے کہا: اے عربی نوجوان! میں حیران ہوں کہ آج چالیس راتیں گزر گئی ہیں مگر تُو نے مجھے دیکھا تک نہیں ہے۔ مجھے بتا وہ کون سا نشہ ہے جس میں تُو ہمیشہ مست رہتا ہے، وہ کون ذات ہے جس میں ہمیشہ تو مستغرق رہتا ہے؟

Marfat.com

مجاہد نے کہا کہ میرا محبوب ؎

جگر دلبند مائی آمنہ دا اتے بابل پیاری فاطمہ دا
قدیمی شہنشاہ، عالی گھرانہ حسین و حسن دا غم خوار نانا
اکھاں وچ قدرتی سرمے دی دھاری دلاں نوں قتل کر دی جیوں کٹاری
مدینہ طیبہ وچ رہن والا خدا دے عرش تے جا بہن والا
زلیخا اس نوں جے ویکھ لیندی نہ پچھے یوسف شامی دے پیندی

یہ سن کر لڑکی نے کہا: خدارا مجھے بھی ایسے پاک دین میں داخل کر لو۔ اس مجاہد نے کہا: پڑھیے!

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

کبھی ہمارا کردار اتنا مضبوط ہوتا تھا کہ اس کو دیکھ کر دنیا کی تقدیریں بدل جاتی تھیں۔ پھر اس لڑکی نے کہا: اے نوجوان! اب ہمارا یہاں رہنا کسی طرح بھی مناسب نہیں، تم یہیں ٹھہرو، میں ابھی اصطبل سے دو گھوڑے لاتی ہوں اور رات ہی رات میں یہاں سے نکل جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں وہ وزیر زادی دو گھوڑے لے کر آ گئی۔ دونوں تمام رات گھوڑے دوڑاتے رہے۔ صبح ہوئی تو نماز کے لیے رکے۔ مڑ کر پیچھے کو دیکھا تو دور ایک لشکر آ رہا تھا، گرد اڑتی نظر آئی۔ لڑکی نے کہا کہ خبر ہو چکی ہے اب ہم گرفتار ہو جائیں گے۔ نوجوان نے کہا: گھبراؤ نہیں ایک ہزار کی فوج کے لیے تو میں اکیلا ہی کافی ہوں۔

سبحان اللہ! بکریوں کے ریوڑوں کے لیے ایک شیر ہی کافی ہوتا ہے۔ یہ دیکھتے رہے گرد قریب آتی گئی۔ جب بالکل قریب آئے تو دونوں یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے کہ وہ بھائی جو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیے گئے تھے گھوڑوں پر سوار چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا اور بولے، حیران کیوں ہو گئے ہو؟ کیا قرآنِ کریم کا یہ اعلان یاد نہیں؛

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

"وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں وہ مردہ نہیں زندہ ہوتے ہیں مگر تم ان کی زندگی کو سمجھ نہیں سکتے۔"

ہم اس لیے آئے ہیں کہ تم دونوں کا نکاح پڑھا دیں۔ ہرقل کے ظلم و ستم انھیں مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کر سکے۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ انھیں ہمیشہ کی زندگی عطا فرما دی گئی۔ یہ استقامت علی الایمان کا نتیجہ ہے۔

حجاج اور حضرت سعید بن جبیرؓ

حجاج بن یوسف جس کے ظلم کی داستانیں زبان زدِ عام ہیں۔

۹۵ھ ماہ شعبان تھا، کرسی پر مغلوب الغضب بیٹھا ہوا خالد قیسری کے بھیجے ہوئے قیدیوں کو سخت سے سخت سزائیں سُنا رہا تھا۔ ہر لمحہ اس کا غصہ تیز ہوتا چلا گیا۔ جب کوئی قیدی پیش کیا جاتا ہے تو اس کی آتشِ انتقام بھڑک اٹھتی ہے:

"لے جاؤ ایک لمحہ دیر کیے بغیر اس کی گردن اڑا دو۔"

قیدی آتے رہے اور ظلم کی تلوار چلتی رہی۔

آج ان قیدیوں میں ایک خرقہ پوش فقیر بھی تھا۔ یہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما تھے خلیفہ عبدالملک کا یہ ظالم گورنر حجاج انھیں دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گیا:

"او سعید! میں اس کا خون پی جاؤں گا۔ یہ دیکھے گا کہ سرکشی کی کیا سزا ہے۔ میں اس کی کرامتوں اور زہد و اتقا کے چرچے بھسم کر کے رکھ دوں گا۔ میری انتقامی تلوار کسی سے پوشیدہ نہیں۔"

یہ گورنر آج ایک ایسے فقیر سے اُلجھ گیا جس کی آہ سے اس کا سارا دربار خس و خاشاک ہو کر رہ جائے گا۔ آج کے بعد ظلم کی تلوار کسی پر نہ اُٹھ سکے گی۔

حجاج نتیجہ سے بے پروا وادیٔ ظلم میں بڑھتا ہی چلا گیا۔ حکم دیا کہ اس باغی کو میرے سامنے لایا جائے۔ آج میں چاہتا ہوں کہ اس کے علم کا بھرم بھی نکال کر رکھ دوں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما پیش کیے گئے۔

حجاج: بتاؤ سعید! میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

سعید: اِنَّکَ لَقَاسِطٌ عَادِلٌ۔

درباری خوش ہوئے کہ بہت اچھا ہوا کہ حضرت سعید بھی مان گئے۔ گورنر کو قاسط و عادل کہہ دیا ہے۔ مگر حجاج یہ سن کر سخت غصہ میں آیا اور کہنے لگا:

تم جاہل ہو اس نے مجھے وہ قاسط اور عادل کہا ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَہَنَّمَ حَطَبًا۔

"اور ظالم پس، وہ جہنم کا ایندھن ہوئے۔"

دوسری آیت یہ ہے:

ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّہِمْ یَعْدِلُوْنَ۔

"اور کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔"

سعید: ہاں میری مراد یہی تھی۔

حجاج: (درباریوں سے متوجہ ہوکر) میں نہ کہتا تھا اس کا مطلب اور ہے۔ (سعید کو مخاطب کرتے ہوئے) تمہارا نام کیا ہے؟

سعید: سعید بن جبیر۔

حجاج: نہیں، تو شقی بن کُسیر ہے۔ (بدبخت، حقیر)

سعید: میری والدہ میرے نام کو تجھ سے بہتر جانتی ہے۔

حجاج: تیری والدہ بھی شقی اور تو بھی شقی۔

سعید: غیب کی باتیں تو اللہ ہی جانتا ہے۔

حجاج: بخدا! میں تیری ساری عیش کو بھڑکتی ہوئی آگ سے بدل دوں گا۔

سعید: اگر میں یہ جانتا کہ نفع وضرر یا راحت و آرام تیرے قبضے میں ہے تو میں تجھے خدا سمجھتا اور تجھے سجدہ کرتا۔

حجاج: اچھا یہ بتاؤ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟

سعید: آپ نبیِ رحمت اور امام ہدایت ہیں۔

Marfat.com

حجاج : اچھا یہ کہو کہ حضرت علی کے بارے میں تم کیا عقیدہ رکھتے ہو، وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں ؛

سعید : اگر میں جنت و دوزخ کی سیر کرتا تو مجھے معلوم ہوتا کہ کون جنت میں ہے اور کون دوزخ میں ۔

حجاج : اچھا یہ بتلاؤ کہ خلفاؑ کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے ؛

سعید : مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کاموں پر مؤکل بنا کر نہیں بھیجا کہ میں ان کے احوال کی تفتیش کروں ۔

حجاج : یہ کہو کہ خدا کے ہاں کون بہتر ہے ؛

سعید : اس کا علم اس کو ہے جو ان کے ظاہر و باطن کو یکساں جانتا ہے ۔

حجاج : میں چاہتا ہوں کہ تم میری کسی بات کی تصدیق تو کرو ۔

سعید : اگر مجھے تمہاری محبت نہ ہوتی تو میں تمہاری تکذیب نہ کرتا ۔ میں تمہیں عذابِ الٰہی سے بچانا چاہتا ہوں ۔

حجاج : تمہیں کیا ہوا کہ تم کسی بات پر ہنستے نہیں ہو ؛

سعید : وہ شخص کیسے ہنس سکتا ہے جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہو اور اسے یہ بھی پتا ہو کہ آگ مٹی کو کھا سکتی ہے ۔

حجاج : پھر ہم کیوں کر ہنستے ہیں ؛

سعید : سب قلوب برابر نہیں ہوتے کوئی غافل ہوتا ہے کوئی بیدار ۔

حجاج پر نہ معلوم اس وقت کون سا افسون پڑھ دیا گیا تھا کہ حضرت سعید اس کی ہر بات کاٹتے تھے اور وہ نرم ہو جاتا تھا ۔ اور اس بے باکانہ مکالمے پر بجائے گردن مارنے کے اپنے خدام کو حکم دیتا ہے کہ قیمتی موتی اور یاقوت و زبرجد حضرت سعید کے سامنے پیش کریں ۔

سعید : یہ مال تو نے اس لیے جمع کیا ہے کہ احوالِ قیامت اور عذابِ آخرت سے تیرے لیے ڈھال بن جائے ۔ یاد رکھو کہ قیامت کا ایک زلزلہ ماں کو اپنے شیر خوار بچے سے غافل کر دے گا اور سمجھ لو کہ حلال طیب کے سوا دنیا کے کسی مال میں خیر نہیں ۔

Marfat.com

یہ سن کر بے پروائی سے حجاج راگ باجے میں مشغول ہو گیا۔ سعید باجے کی آواز سُن کر رونے لگے۔

حجاج: اے سعید! یہ کیا حرکت ہے، اسبابِ تفریح کو رونے سے کیا نسبت؟

سعید: باجے کی آواز نے مجھے صورِ قیامت کی یاد تازہ کر دی اور اس کے ساتھ یہ بھی سوہانِ رُوح بن کر آیا ہے کہ تمہارے یہ سارے آلاتِ لہو ولعب بھی تمہارے لیے وبالِ جان ہیں۔

حجاج: سعید! تم پر ہلاکت، یہ کیا بیباکی ہے۔

سعید: جس کو اللہ نے دوزخ سے چھڑایا ہو اور جنت میں داخل کیا ہو اس کی ہلاکت کیا۔

حجاج: (حجاج پھر غصہ میں بھڑک اُٹھا اور کہنے لگا) سعید! معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنی زندگی سے بیزار ہو چکے ہو اس لیے تم خود پسند کر لو کہ تمھیں کس طرح قتل کیا جائے؟

سعید: جس طرح تم اپنا قتل پسند کرتے ہو اسی طرح مجھے کر دو کیونکہ قیامت میں خدا تعالیٰ اسی طرح قتل کرے گا جس طرح تم مجھے قتل کرو گے۔

حجاج: کیا تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری جان بخشی کر دیں؟

سعید: یہ تیرے اختیار میں نہیں۔ اگر جان بخشی ہو گی تو خدائے علیم و قدیر کی طرف سے ہو گی مگر تیری جان بخشی کی کوئی صورت نہیں اور نہ تیرا کوئی عذر مسموع ہو گا۔

حجاج: (سپاہیوں کی طرف متوجہ ہو کر) اس کو لے جا کر قتل کر دو۔

سعید: (نہایت مسرت سے ہنستے ہوئے کھڑے ہو کر) بہت اچھا!

سپاہی: حضور! یہ گستاخ مجرم آپ کے حکم پر ہنستا ہے۔

حجاج: (حضرت سعید کو واپس بلا کر) تم کس بات پر ہنستے ہو؟

سعید: مجھے اس بات پر ہنسی آئی کہ تو اللہ تعالیٰ پر کتنی جرأت کرتا ہے اور وہ کتنی بُردباری!

حجاج: اچھا اس کو ہمارے سامنے قتل کر دو۔

سعید: (نہایت اطمینان سے، گویا سونے کے لیے بستر پر لیٹتے ہیں۔ رو بقبلہ لیٹ کر) إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا

Marfat.com

اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔

حجاج: (حضرت سعید کو روبقبلہ ہونے پر خوش ہوتے دیکھ کر) اس کا منہ قبلہ شریف سے پھیر دو۔

حضرت سعید ان باتوں سے کب متاثر ہونے والے تھے جس کروٹ لٹایا گیا لیٹ گئے۔ اور یہ وردِ زبان ہے:

اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔

"تم جس طرف منہ پھیرو اللہ اسی طرف ہے۔"

حجاج: (سعید کو اس پر مسرور دیکھ کر) اس کو اوندھا کر دو۔

سعید جن کا رُخ صرف ایک خدائے بے نیاز کی طرف ہے جو حدود جہت سے اعلیٰ و برتر ہے۔ اس پر بھی اسی خوشی کے ساتھ راضی ہیں اور یہ آیت وردِ زبان ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔

حجاج اس خدا کے سچے ولی کی کرامت دیکھ رہا ہے مگر شقاوت اپنے خیال سے پھرنے نہیں دیتی اور اسی حالت میں ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔

سعید: (اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھ کر) اے حجاج! اسے میرا یہ آخری کلمہ محفوظ رکھ، یہاں تک کہ ہم قیامت میں خدا کے سامنے حاضر ہوں۔

آخر میں سعید شہید یہ دعا کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ لَا تُسَلِّطْهُ عَلٰى اَحَدٍ یَّقْتُلُهٗ بَعْدِیْ۔

"اے اللہ! میرے بعد اسے کسی شخص کے قتل پر مسلط نہ فرما۔"

حجاج: اس گستاخ کو زیادہ بولنے کی فرصت نہ دو۔

جلاد بے رحم بڑھا اور اس مقدس سر کو بدن سے جدا کر دیا جس کا زمانہ محتاج تھا۔ سعید کے بدن سے خون کا فوارہ شدت سے جاری تھا۔ درباری طبیب آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے کہ یہ شخص موت سے کتنا بے خوف تھا۔ حجاج دربار ختم کر دیتا ہے خوابگاہ

میں آنکھ نہ لگنے پائی کہ چیخ اٹھا:

مَالِیْ وَلِسَعِیْدِ ابْنِ جُبَیْر مَالِیْ وَلِسَعِیْدِ ابْنِ جُبَیْر

مَالِیْ وَلِسَعِیْدِ ابْنِ جُبَیْر

مجھے سعید بن جبیر سے کیا کام تھا مجھے سعید بن جبیر سے کیا کام تھا

مجھے سعید بن جبیر سے کیا کام تھا

سعید کی دعا درجۂ قبول کو پہنچ چکی تھی۔ پھر وہ تلوارِ ظلم کبھی نہ اُٹھ سکی۔ ظالم بھی ایک ماہ بعد ختم ہو جاتا ہے ؎

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے جان دے دی مگر جادۂ حق سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے۔

ایک صحابی

میدانِ اُحد میں ایک صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ کو تیر لگا۔ آپ زمین پر گر گئے۔ تیر اتنا سخت تھا کہ اُٹھتے مگر گر پڑتے۔ اس شدید تکلیف میں بھی احد احد کے نعرے لگا رہے تھے۔ خیال یہ تھا کہ کہیں کوئی کلمۂ شکایت زبان پر نہ آجائے اور میرے ایمان میں خلل واقع ہو جائے۔ کوشش کرتے ہیں مگر اٹھا نہیں جاتا۔ اچانک نگاہ اُٹھی تو دیکھا کہ تھوڑی دُور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔ حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ کیا ہی قسمت ہو اگر میں حضور علیہ السلام تک پہنچ جاؤں، میرا سر ہو اور آقا کے پاک قدم۔ پھر انھوں نے اپنے جسم مبارک کو گھسیٹنا شروع کیا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ آخری لمحات تھے اور انھوں نے اپنا سر حضور کے قدموں میں رکھا تو روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ روح نے مُڑ کر دیکھا کہ عاشق کا سر اپنے محبوب کے قدموں میں پڑا ہے روح نے کہا، ؎

مرے وقتِ اجل سر ترے قدموں پہ دھرا ہو

نبتیں ہو تنفس ایک ہی سجدے میں ادا ہو

مولانا کافی علیہ الرحمۃ ہندوستان پر ظلم وستم کے پہاڑ گرائے جا رہے تھے۔ انگریزوں نے جا بجا سُولیاں نصب کر رکھی تھیں۔ معمولی سے معمولی شبہ پر بھی سُولی لٹکا دیا جاتا۔ حضرت مولانا کفایت علی کافی نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد مرتب کیا آپ جنرل بخت خاں روہیلہ کی فوج میں کمانڈر رہتے۔ دہلی آئے تو ایک کلال کی مخبری پر انگریزوں نے گرفتار کر لیا اور بر سرِ عام سُولی چڑھا دیے گئے۔ اس سے پہلے ان پر طرح طرح کے ظلم کیے گئے۔ جسم پر گرم گرم استری پھیری گئی۔ زخم کر کے ان پر نمک مرچیں چھڑکی گئیں۔ آپ نے سُولی پر چڑھنے سے پہلے یہ اشعار پڑھے ؎

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائیگا
پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائیگا
ہمصفیرو! باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اُڑ جائیں گی سُونا چمن رہ جائیگا
اطلس و کمخواب کی پوشاک پہ نازاں نہ ہو
اس تنِ بے جان پہ خاکی کفن رہ جائیگا

حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ بلال کے نام سے کون واقف نہیں۔ ان کا نام سنتے ہی ان پر مصائب اور ظلم کی داستانیں سامنے آجاتی ہیں۔ انھیں تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر بڑی چٹان رکھ دی جاتی۔ رات کو زنجیروں میں جکڑ کر کوڑے لگائے جاتے۔ پھر ان زخموں پہ داغ دیے جاتے تاکہ بیقرار ہو کر اسلام سے پھر جائیں یا تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔ مارنے والوں کے ہاتھ تھک جاتے۔ امیہ بن خلف عذاب دے دے کر اکتا جاتا مگر بلال وہ چٹان تھے جنھیں کوئی آندھی اور طوفان راہِ حق سے نہ ہٹا سکا۔

نیز اسی ماہ ربیع الثانی کی سترہ تاریخ کو حضور قطب الاقطاب غوث الاغواث محی الدین ابو محمد سید عبد القادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ کی تاریخ وصال ہے۔ اطرافِ عالم میں اسی ماہ کی گیارہ اور بعض مقامات پر سترہ کو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس

Marfat.com

منایا جاتا ہے۔

عرس

مشائخ عظام اور بزرگانِ دین کے عرسوں کا سلسلہ علماء سلف وخلف سے چلا آرہا ہے۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ہر سال شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔

علامہ فخر الدین رازی قدس سرّہٗ نے تفسیر کبیر میں اور علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے تفسیر درمنثور میں فرمایا ہے؛

اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْتِىْ قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ حَوْلٍ فَيَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَالْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَةُ هٰكَذَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۔

"حضور علیہ السلام ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لیجایا کرتے تھے اور فرماتے تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے پھر آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے اور چاروں خلفا بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔"

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"ازیں جااست حفظِ اعراسِ مشائخ ومواظبتِ زیارتِ قبور والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں واعتنائے تمام کردن بہ تعظیم آثار و اولادِ ایشاں۔"

"اسی سبب سے مشائخ کے عرسوں کی حفاظت اور قبروں کی زیارت کرنا اور فاتحہ پڑھنا، صدقہ دینا، اہتمام کرنا اور ان کی نشانیوں اور اولاد کی عزت کرنا"

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فقیر ایک سال میں دو مجلسیں کرتا ہے، ایک مجلس حضور علیہ السلام کے ذکر میں اور دُوسری حضرت امام حسین کی شہادت کے ذکر میں جو عموماً محرم کی دسویں تاریخ کو اور کبھی اس سے زیادہ یا ایک دو دن پہلے بھی ہوجاتی ہے۔ اس مجلس میں درود شریف پڑھا جاتا ہے اس کے بعد فقیر

آکر بیٹھ جاتا ہے اور حسنین کے فضائل جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں بیان کرتا ہے اور شہادت کی جو خبریں احادیث میں وارد ہیں ان کا ذکر کرتا ہے اور قاتلوں کی بدانجامی کے بعض حالات بھی بیان ہوتے ہیں اور اس کے ضمن میں بعض اشعار بھی جو جنوں اور پریوں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے صحابہ نے سنے ہیں بیان کیے جاتے ہیں اور وہ پریشان کن خواب جن کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دیکھا تھا بیان کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد قرآن شریف اور پانچ آیتوں کا ختم پڑھ کر جو طعام حاضر ہو اس پر بھی فاتحہ پڑھا جاتا ہے اور اگر خوش الحان شخص سلام پڑھنے والا ہو تو سلام پڑھنے کا بھی اتفاق ہوتا ہے۔"
(فتاویٰ عزیزیہ)

گیارھویں شریف

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے معتقدین ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو آپ کا ختم دلاتے ہیں محفل وعظ و نعت ہوتی ہے اور کچھ کھانا پکا کر حاضرین میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ یہ ختم جو گیارھویں شریف کے نام سے مشہور ہے اصل میں حضور علیہ السلام کا ختم شریف ہے۔

علامہ یافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب قرۃ الناظرہ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ دلائی۔ وہ نیاز اس قدر مقبول ہوئی کہ آپ نے ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو یہ فاتحہ مقرر کر دی۔ آہستہ آہستہ یہ عمل آپ کی طرف منسوب ہو گیا۔ گیارھویں غوث پاک کی یعنی وہ گیارھویں جو حضور پاک کیا کرتے تھے اب آپ کا عرس بھی گیارہ تاریخ کو ہی ہوتا ہے حالانکہ آپ کی تاریخ وصال سترہ ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "ماثبت بالسنۃ" میں فرماتے ہیں:

قَدِ اشْتَهَرَ فِیْ دِیَارِنَا هٰذَا الْیَوْمُ الْحَادِیْ عَشَرَ وَهُوَ الْمُتَعَارَفُ عِنْدَ مَشَائِخِنَا۔

"گیارھویں شریف ہمارے ملک میں مشہور ہے اور یہی ہمارے مشائخ کا معمول ہے"

گیارھویں شریف ایصالِ ثواب کا ایک طریقہ ہے اور ایصالِ ثواب پر علماء سلف و خلف کا اجماع چلا آ رہا ہے اس کے ثبوت کے لیے وہ قرآن و سنت سے کئی دلائل لاتے ہیں۔

بعض لوگ گیارھویں شریف کے ختم کو بدعت کہہ کر عوام کے دل میں بڑے اچھے طریقے سے نفرت پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا مشغلہ ہی کچھ اس قسم کا ہے کہ ہر نیک کام کو بدعت اور شرک کی آڑ میں حرام و ناجائز کہہ دیا جائے حالانکہ وہ لوگ بدعت و شرک کی تعریف سے بھی واقف نہیں۔

ایک واقعہ حیدرآباد سندھ کے علاقہ بالا میں ایک مولوی صاحب سے دوران مناظرہ میں نے یہی سوال کیا کہ بدعت کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟ مولوی صاحب نے بدعت کی تعریف تو کر دی مگر غلط۔ پھر اس کی قسمیں بتانے سے انکار کر دیا۔ وجہ یہ تھی کہ اگر بدعت کی قسمیں بیان کرتے تو ان کے لیے یقینی شکست کا سامنا تھا۔ بدعت کی انہوں نے یہ تعریف کی کہ جو چیز حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ ہو بعد میں پیدا ہو وہ بدعت ہوتی ہے اور بدعت حرام ہوتی ہے۔ اس کے میں نے دو جواب دیے، ایک الزامی تھا۔ میں نے کہا، مولوی صاحب! مجھے یہ بتائیے کہ آپ خود حضور علیہ السلام کے زمانہ میں تھے؟ کہنے لگے نہیں۔ تو میں نے کہا پھر آپ بعد میں پیدا ہوئے ہیں اور بقول آپ کے جو چیز بعد میں پیدا ہو وہ بدعت ہوتی ہے تو گویا تمہارا وجود ہی بدعت ہوا اور بدعت حرام ہوتی ہے۔ مولوی صاحب سخت گھبرائے کہنے لگے آپ مجھ پر زیادتی کرتے ہیں۔ میں نے کہا حضرت! زیادتی کاہے کی، آپ کی تعریف آپ پر بیان کر دی۔

دوسرا جواب یہ دیا کہ مولوی صاحب! یہ کہنا کہ یہ چیز حضور کے زمانہ میں نہ تھی اور اب ہے، بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ختم ہونے والا نہیں قیامت تک حضور ہی کا زمانہ ہے۔ اکثر یہ لوگ عوام کو نیکی سے روکنے کے لیے بدعت و شرک کے فتوے لگاتے رہتے ہیں حالانکہ لفظ بدعت میں فی نفسہ کوئی برائی نہیں ہے۔

بدعت کی قسمیں کوئی عمل جو حضور علیہ السلام کی ظاہری زندگی کے بعد پیش آئے اس کی دو صورتیں ہوں گی۔ وہ عمل قرآن و سنت کے مطابق ہوگا

یا خلاف۔ اگر مطابق ہوگا تو اسے بدعتِ حسنہ کہیں گے اور خلاف ہوگا تو بدعتِ سیئہ کہلائے گا۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں کہ:

"آنچہ موافقِ اصول و قواعدِ سنت است و قیاس کردہ شدہ است آں را بدعتِ حسنہ گویند و آنچہ مخالفِ آں باشد باعثِ ضلالت گویند۔"

"جو بدعت اصول و قواعدِ سنت کے موافق ہو اور اس سے قیاس کی ہوئی ہو اس کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو گمراہی۔"

مشکوٰۃ شریف باب العلم میں ہے:

حدیث شریف

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَعَلَیْہِ وِزْرُھَا مِنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْءٌ۔

"جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ رائج کرے اس پر اس کا گناہ اور جو اس پر عمل کریں ان کا گناہ ہوگا اور ان کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔"

اس حدیث مبارکہ میں بدعت کو حضور علیہ السلام نے لفظ سنت سے تعبیر فرمایا ہے۔ یعنی سنتِ سیئہ اور سنتِ حسنہ۔

حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں نمازِ تراویح کو باقاعدہ رواج دیا، جماعت مقرر فرما کر کہا:

نِعْمَ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ۔

"یہ بدعت اچھی ہے۔"

اب آپ غور فرمائیں کہ ختم گیارھویں شریف میں وہ کونسی چیز ہے جو قرآن و سنت کے

Marfat.com

خلاف ہے، کس چیز کو بُرا کہا جائے، نعت خوانی ہوتی ہے، علماء کرام مسائلِ شرعیہ بیان فرماتے ہیں۔ بعد ازاں ختم شریف پڑھ کر اس کا ثواب انبیاء، اولیاء، حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ارواحِ طیبات کو پہنچا دیا جاتا ہے اور طعام و شیرینی وغیرہ حاضرین میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔ یہ سب چیزیں الگ الگ بلاشک و شبہ جائز ہیں تو ان کا مجموعہ کیوں حرام ہو گیا؟

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔

Marfat.com

ماہِ جمادی الاُولیٰ کی تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ط وَالصَّلٰوۃُ وَ
السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ
الطَّاھِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْھَادِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ
رِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِکَ
مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ ۚۛ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚۛ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ
فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ
بِھِمُ الْکُفَّارَ ط وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ○

(پ ۲۶، ع ۱۲)

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور

Marfat.com

آپس میں نرم، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے، ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے، یہ ان کی صفت توراۃ میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے، جیسے ایک کھیتی نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی، پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی، کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں، اللہ نے وعدہ کیا ہے ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔"

حضرات! اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اُن نفوسِ قدسیہ کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے اپنی جان، مال، اولاد سب اسلام کے لیے وقف کر دیئے تھے، جن کا سونا، اوڑھنا، بیٹھنا، اٹھنا اسلام تھا ان پر اللہ کریم راضی اور وہ اللہ تعالیٰ پر راضی ہوئے، جنہوں نے اپنی بے مثال قربانیوں سے جنت خرید کر لی۔ جنھوں نے شجرِ اسلام کی آبیاری پانی سے نہیں، خون سے کی۔ جن پر اسلام قیامت تک ناز کریگا اور قرآن فخر کرتا رہے گا۔ آیت پاک کی ابتداء ان پاک اور مقدس الفاظ سے ہوتی ہے،

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔"

لفظ "محمد" کا ترجمہ عربی زبان میں یہ ہے:

اَلَّذِیْ یُحْمَدُ حَمْدًا بَعْدَ حَمْدٍ۔

"وہ ذات جس کی ہمیشہ حمد کی جائے۔"

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی وہ رکھا جس کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ اس کی ہمیشہ حمد ہوتی رہے۔ کفار نے کہا ہم بھی کتنے کم عقل ہیں اس کو محمد کہہ کر تردید کرتے ہیں۔ جب محمد ہی کہہ دیا تو پھر تردید کیسی؟ لہٰذا اس نام کی بجائے "مذمم" کہا کریں گے۔ مذمم کے معنیٰ ہیں برائی کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا: ان کا مذمم کوئی اور ہوگا مجھے تو اللہ تعالیٰ نے محمد بنا کر بھیجا ہے۔

Marfat.com

۵

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا ہے سایہ تجھ پر
ذکر اونچا ہے ترا بول ہے بالا تیرا

انگوٹھے چومنا لفظ مُحَمَّد کتنا پیارا ہے ہم اہلسنت وجماعت جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سنتے ہیں تو دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھ لیتے ہیں اور پڑھتے ہیں:

قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔

"یارسول اللہ! میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ ہیں"

حضور کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔ علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تفسیر روح البیان میں، مُلا معین کاشفی نے معارج النبوۃ میں اور ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یوں حاضر تھے کَاَنَّ عَلٰی رُءُوْسِہِمُ الطَّیْرَ گویا کہ سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں، ذرہ بھر بھی حرکت نہیں۔ ذرہ بھر بھی حرکت حضور کی بارگاہ میں بے ادبی ہے۔ سبحان اللہ! صحابہ کرام کے احترام کا یہ عالم تھا کہ وہ پانی جس سے حضور وضو فرمایا کرتے تھے جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے ساتھ لگ کر زمین کی طرف آتا تھا تو صحابہ کرام گرنے نہیں دیتے تھے بلکہ اُٹھا کر چہروں پر مَل لیا کرتے تھے۔

عرض کر رہا تھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ سنا تو دونوں انگوٹھے چوم کر

Marfat.com

آنکھوں سے لگا لیے۔ اذان سے فراغت کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا: کسی نے دیکھا ہے کہ آج میرے صدیق نے کیا کیا ہے؟ ایک صحابی نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک فداک ابی وامی (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں) میں نے دیکھا ہے جب آپ کا نام پاک حضرت بلال نے اذان میں لیا تو حضرت صدیق اکبر نے دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگا لیے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِیْلِیْ اَنَا طَالِبُہٗ فِیْ صُفُوْفِ الْقِیٰمَۃِ وَ قَائِدُہٗ اِلَی الْجَنَّۃِ۔

"جو اس طرح کرے گا جس طرح میرے خلیل نے کیا میں اس کا طالب ہونگا قیامت کی صفوں میں، اور جنت کی طرف اس کا قائد ہوں گا۔"

انجیل برنباس عیسائیوں کے پاس عہد نامہ چار انجیلیں ہیں جن کو توراۃ کی شمولیت کے ساتھ بائبل کہا جاتا ہے، لوقا، متی، یوحنا، مرقس۔ ان چار انجیلوں کے علاوہ ایک انجیل برنباس ہے۔ اس انجیل میں یہ واقعہ موجود ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: یا اللہ! جن کے صدقے تُو نے میری توبہ قبول فرمائی ہے میں ان کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اُن کا نور تیرے ناخنوں میں ظاہر کروں گا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے ناخنوں پر نگاہ ڈالی تو سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نے ظہور فرمایا۔ آدم علیہ السلام نے فرط محبت سے دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پہ رکھ لیے۔ معلوم ہوا کہ تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا حضرت آدم علیہ السلام کی بھی سنت ہے۔

اعتراض اور جواب حضرت آدم علیہ السلام کو نور نظر آیا تھا ہمیں نظر نہیں آتا، ہم کیوں چومیں؟ یہ اعتراض پشاور شہر میں تقریر کے دوران کیا گیا تھا جس کا جواب میں نے یہ دیا تھا کہ نظر آئے یا نہ آئے یہ کوئی شرط نہیں ہے۔ صفا و مروہ دونوں پہاڑوں کے درمیان حضرت ہاجرہ اسماعیل علیہ السلام کے لیے پانی تلاش کرنے دوڑیں، آج وہاں پانی کی بہتات ہے پھر حاجی وہاں کیوں دوڑتے ہیں، کبھی

Marfat.com

صفا پر اور کبھی مروہ پر۔ بات صرف یہ ہے کہ پانی کی ضرورت ہو نہ ہو حضرت ہاجرہ کی سنّت جب تک ادا نہ کی جائے گی حج عمل ہی نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اس طریقہ پر عمل کرنا ضروری ہے سبب کا موجود ہونا نہ ہونا شرط نہیں ہے۔ ہمیں اگر نور نظر نہیں آتا تو یہ ہماری نگاہوں کا قصور ہے۔ آدم علیہ السلام کی سنّت تو ثابت ہو گئی اور وہ لوگ جن کی نگاہوں سے پردے اٹھ چکے ہیں وہ حضرات تو ظاہر و باہر زیارت کرتے ہیں بلکہ کرا دیتے ہیں۔

ایک فقیر ایک مولوی صاحب قرآن کریم کا درس دے رہے تھے، محفل میں ایک فقیر بھی پھٹے پرانے کپڑے پہنے بیٹھا تھا۔ مولوی صاحب نے ایک حدیث بیان فرمائی اور کہا:

"قَالَ رَسُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"

"حضور علیہ السلام نے یوں فرمایا ہے"

اس فقیر نے مولوی صاحب کو ٹوکا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے سچ کہا ہے حضور نے اسی طرح فرمایا ہے۔ اس فقیر نے دوبارہ کہا کہ مولوی صاحب! غلط ہے، حضور علیہ السلام نے یوں نہیں فرمایا۔ جب اپنے اپنے موقف پر اصرار بڑھ گیا تو فقیر یک دم کھڑا ہو گیا اور کہا:

مولوی صاحب! اُنْظُرْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَائِمٌ عَلٰی رَاْسِكَ۔

"دیکھ تیرے سر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ میری حدیث نہیں ہے"

جونہی مولوی صاحب نے نگاہ اٹھائی تو حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہو گئی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ میں نے یوں نہیں کہا ہے یہ میری حدیث نہیں ہے۔

یہ ان لوگوں کا حال ہے جن کی نگاہوں سے پردے اُٹھ چکے ہیں۔

لطیفہ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا سنّت ہے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ ایک صاحب نے مجھے کہا کہ میں یہ حدیث نہیں مانتا۔ میں نے کہا نہ مانو تو کوئی علاج ہی نہیں۔

حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

بَلْ اِذَا ثَبَتَ رَفْعُهٗ اِلَی الصِّدِّیْقِ فَیَکْفِیْ لِلْعَمَلِ۔

"جب اس کا مرفوع ہونا حضرت صدیق اکبر تک ثابت ہو گیا تو عمل کے لیے کافی ہے۔"

مگر وہ صاحب ماننے کے لیے تیار نہ تھے تو میں نے کہا اچھا! ایسا کیجئے کہ حضور علیہ السلام کا نام لیجئے۔ اس نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے کہا: اگر حدیث نہیں مانتا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی ایسا رکھا ہے کہ ادا کرنے سے دو دفعہ ہونٹ خود بخود ایک دوسرے کو چوم لیتے ہیں۔

محمد رسول اللہ محمد اللہ کے رسول ہیں، آج بھی رسول ہیں، قیامت تک کے لیے واحد رسول ہیں۔ کائناتِ ارضی و سماوی میں کوئی شے ایسی نہیں جو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی قائل نہ ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کافر جن اور کافر انسانوں کے علاوہ کائنات کا ذرہ ذرہ جانتا ہے کہ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ میں اللہ کا رسول ہوں۔ حضور علیہ السلام کی رسالت عام ہے وہ زمانوں سے متعلق نہیں آپ کی رسالت کی حدیں زمانوں اور مکانوں سے وراء ہیں۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے آپ فرماتے ہیں:

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّۃً۔

"میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

نباتات کے رسول علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شفا شریف میں یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک یہودی آیا اور آ کر عرض کیا اگر وہ درخت چل کر آپ کے پاس آ جائے تو میں ایمان لے آؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا اور اسے جا کر کہہ دے کہ تجھے محمد مصطفیٰ بلاتے ہیں۔ اس یہودی نے درخت کے پاس جا کر اس کو مخاطب کر کے کہا: اِنَّ مُحَمَّدَ ا یَدْعُوْکَ تجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں۔ جب درخت نے حضور علیہ السلام کا نام پاک سنا تو اس نے چلنا شروع کر دیا۔

Marfat.com

آگے پیچھے، دائیں، بائیں جھکا اور اس کی جڑیں اُکھڑ گئیں پھر تجرُ عوُد قہقا اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا حضور کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوگیا۔

جمادات سے رسول یہ حدیث بھی شفا شریف میں ہے، حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ایک سفر میں جارہا تھا، ایک مقام پر پہاڑوں کا سلسلہ آیا، ہم ابھی زیادہ دُور نہیں گئے تھے کہ ایک آواز آئی۔ بڑی پیاری پیاری آواز تھی، الفاظ یہ تھے:

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ۔

حضرت مولا علی فرماتے ہیں میں نے چاروں طرف دیکھا آواز تھی مگر آواز دینے والا نظر نہ آتا تھا دوبارہ وہی آواز آئی مگر مجھے کوئی نظر نہ آیا تو میں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آقا! ان پہاڑوں میں آپ کا کون عاشق ہے جو اس محبت و ذوق سے درود پڑھ رہا ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا، تجھے وہ پہاڑ نظر آرہا ہے؟ کہا: ہاں اس کے اوپر ایک چوٹی نظر آتی ہے۔ کہا ہاں اس کے اوپر ایک پتھر موجود ہے، کہا ہاں۔ تو فرمایا: وہ پتھر مجھ پر صلوٰۃ و سلام پڑھ رہا ہے۔

حیوانات سے رسول یہ حدیث بھی شفا شریف میں موجود ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں تشریف لے جارہے تھے ایک آواز آئی:

یارسول اللہ! میری امداد فرمائیے۔

حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک ہرنی جال میں پھنسی ہوئی ہے اور مجھے پکار رہی ہے۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا بات ہے؟ ہرنی نے عرض کیا: آقا! میرے دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں مجھے رہا کر دیجئے میں بچوں کو دودھ پلا کر جلد واپس آجاؤں گی۔ حضور نے فرمایا: اَوَ تَفْعَلِیْنَ (کیا تو ایسا کرے گی؟)۔ ہرنی نے عرض کیا، آقا! آپ کے ساتھ وعدہ کر کے کون بے وفائی کرتا ہے؟ حضور نے اسے کھول دیا۔ یہودی آیا کہنے لگا: میرا شکار کیوں چھوڑا؟ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرنی بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجائے گی۔ یہودی نے کہا: کیسی بات کرتے ہو، کمان سے نکلا ہوا تیر بھی واپس آسکتا ہے؟ گیا ہوا شکار کیسے واپس

Marfat.com

آئے گا۔ آپ نے فرمایا، وہ اللہ کے رسول کے ساتھ وعدہ کر کے گئی ہے ضرور آئے گی۔ یہودی نے کہا، اگر واپس آگئی تو میں ایمان لے آؤں گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، وہ دیکھو دو بچے ساتھ لیے آرہی ہے۔ ہرنی نے آتے ہی اپنا سر حضور علیہ السلام کے مقدس قدموں پر رکھ دیا۔ ہرنی کا سر جھکا تو ساتھ ہی یہودی کا سر بھی جھک گیا۔ حضور علیہ السلام نے ایک ہاتھ یہودی اور دوسرا ہاتھ ہرنی کے سر پر رکھا ۔

پھر بشارت اس کو اور اس کو ملی سرکار سے
قید سے آزاد تو اور تو عذابِ نار سے

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کے رسول ہیں۔ جمادات، نباتات، حیوانات، انسانوں، فرشیوں اور عرشیوں کے بھی رسول ہیں بلکہ وہ تو رسولوں کے رسول ہیں۔

پانچ صفات اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی پانچ صفات بیان فرمائی ہیں ارشاد ہوتا ہے: وہ لوگ جو حضور کی بارگاہ میں حاضر رہنے والے ہیں کافروں پر بڑے سخت ہیں۔ آپس میں بڑے رحیم ہیں۔ وہ ہمیشہ رکوع و سجود کرتے ہی نظر آتے ہیں۔ ان کے چہرے سجدوں کے نشان سے منور ہیں۔ ان کی صفات توراۃ اور انجیل میں موجود ہیں۔

اس آیہ کریمہ سے ان کے علاوہ بھی صفتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ مگر یہ پانچ بادی النظر میں سامنے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں پر غور کرنے سے یہ بات صاف طور سے سامنے آجاتی ہے کہ وہ کتنے رحیم تھے اور ان کی عبادتیں کس شان کی تھیں اور اسلام کے دشمنوں پر وہ کتنے سخت تھے۔

تفسیر ابن عباس یہاں ہم صرف اس آیہ کریمہ کی وہ تفسیر بیان کرتے ہیں جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ کے مظہر اتم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ ہمیشہ حضور علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ بچپن میں صدیق اکبر ساتھ ہیں، لڑکپن میں ساتھ، جوانی میں ساتھ، بڑھاپے میں ساتھ، صدیق سفر میں ساتھ، حضر میں ساتھ، اُحد میں ساتھ ہیں تو بدر میں ساتھ، نماز میں ساتھ، زندگی کے ہر موڑ پر ساتھ رہے۔ زندگی میں ساتھ رہے تو قبر میں بھی ساتھ ہی جگہ عطا ہوگئی۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں :-

آں اَمَنَ النّاس بر مولائے ما
آں کلیم اولِ سینائے ما
ہمت او کشتِ ملت را چو ابر
ثانیِٔ اسلام و غار و بدر و قبر

تین چیزیں تین چیزیں انسان کو سب سے زیادہ پیاری ہوتی ہیں۔ مال، جان، اولاد حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے تینوں چیزیں اسلام کی راہ میں قربان کر دیں، کئی غلام آزاد کیے۔ اسلام لانے سے پہلے بہت مالدار تھے۔ اسلام لانے کے بعد تمام مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ ایک دفعہ تمام مال اٹھا کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں لے آئے۔ آقا نے فرمایا کہ صدیق! گھر کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ عرض کی، اللہ اور اس کا رسول گھر چھوڑ آیا ہوں :-

پروانے کو چراغ اور بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

تلوار اٹھائی بدر کے میدان میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن ابوجہل کے ساتھ تھے۔ لڑائی کے دوران عبدالرحمٰن کی تلوار کی زد میں صدیق اکبر آ گئے۔ بیٹے کی تلوار کے نیچے باپ آ گیا۔ محبتِ پدری کے پیشِ نظر تلوار اٹھالی۔ جب عبدالرحمٰن ایمان لائے تو ایک دن والد سے ذکر کیا کہ ابا جان! بدر کے میدان میں میری تلوار کے نیچے آپ آ گئے تھے اگر میں چاہتا تو تلوار سے گردن اڑا دیتا۔ مگر محبتِ پدری کے پیشِ نظر میں نے تلوار اٹھالی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میری تلوار کے نیچے تو آ جاتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ میں یہ کبھی نہ دیکھتا کہ تو میرا بیٹا ہے اس لیے کہ تو میرے آقا کے خلاف تھا۔

غار محرمِ اسرارِ نبوت ہیں، افضل الخلق بعد الانبیاءؑ ہیں ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ ہیں، ہجرت کی رات میں غار کے اندر ان کی ران پر سر رکھ کر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما تھے، سانپ نے صدیق کی ایڑی پر منہ رکھا۔ یہ سانپ بھی

Marfat.com

چھ سو سال سے حضور علیہ السلام کی انتظار میں بیٹھا راہ دیکھ رہا تھا۔ جب نبوت کی بھینی بھینی خوشبو غار میں پھیل گئی تو اس نے سارے راستے دیکھے مگر بند تھے۔ آخر صدیق اکبر کی ایڑی پر منہ رکھ دیا۔ حضرت صدیق اکبر نے پاؤں کو ذرہ بھر بھی حرکت نہ دی۔ سانپ نے ہر چند کوشش کی کہ صدیق اکبر پاؤں ہٹا لیں۔ مگر آپ نے پاؤں ہٹایا نہیں۔ سانپ نے زبانِ حال سے کہا : ؎

آسے آسے عمر گزاری چھلّے خار ہزاراں
مالی باغ نہیں ویکھن دیندا آئیاں جدوں بہاراں

آخر سانپ نے صدیق اکبر کی ایڑی پر ڈنگ چلایا۔ زہر سرایت کرتا چلا گیا صدیقِ اکبر کے چہرے پر ایک رنگ آتا ہے اور ایک جاتا ہے مگر : ؎

مگر صدیق نے پاؤں کو جنبش تک نہ ہونے دی
یہی ڈر تھا کہیں آنکھیں نہ کھل جائیں پیمبر کی

حضور علیہ السلام بیدار ہوئے اور صدیق اکبر کی ایڑی پر لعابِ دہن لگایا، فوراً تکلیف دُور ہو گئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جان کی پروا نہیں کی مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ فرائضِ خلافت سنبھالنے کے ساتھ ہی جو آندھیاں اور طوفان شجرِ اسلام پر آئے وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تدبّر اور معاملہ فہمی سے اس طرح چھٹ گئے کہ تاریخ ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کی مظہر حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وُہ ذات ہے جس پر اسلام کو ناز ہے اور قرآن کو فخر ہے۔ دو آدمیوں نے اپنے جھگڑے کا فیصلہ حضور علیہ السلام سے کرایا جس کے خلاف فیصلہ ہُوا اس نے کہا مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں ہے چلو عمر بن خطاب سے فیصلہ کرائیں گے۔ دونوں مل کر آپ کے پاس آئے جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ مجھے آپ کے نبی کا فیصلہ پسند نہیں آیا اس لیے آپ کے پاس آیا ہُوں۔ آپ نے تلوار اٹھالی اور فرمایا جو رسول اللہ کا فیصلہ قبول نہ کرے اس کا فیصلہ میری تلوار کرے گی۔

Marfat.com

جب آپ ایمان لائے تو علی الاعلان کعبۃ اللہ میں حقانیت کا نعرہ لگایا، حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا، یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِدَاكَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ (یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان) کیا ہم حق پر نہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: کیوں نہیں! عرض کیا: پھر ہم چھپ کر نمازیں کیوں پڑھیں! حضور علیہ السلام نے فرمایا: شیطان عمر (رضی اللہ عنہ) کے سایہ سے بھاگتا ہے۔

رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ اس کے مظہر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ ہیں، باغی ننگی تلواریں لیے مکان کو گھیرے میں لے چکے تھے۔ کئی دنوں سے پانی بند کر دیا گیا تھا۔ مسجد نبوی کی توسیع کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز ادا نہیں کر سکتا۔ طاقت موجود ہے، فوجیں کھڑی ہیں اور حکم کی منتظر ہیں کہ کب حکم آئے۔ باغیوں کا ایک فرد بھی بچ کر نہیں جا سکتا۔ مگر لاکھ رحمت ہو اس اللہ کے بندے پر، اعلان فرماتا ہے کہ:

"میں اپنا خون دے سکتا ہوں مگر مسلمان کے ہاتھوں کسی دوسرے مسلمان کا خون بہتا نہیں دیکھ سکتا۔"

رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ کا کتنا عظیم مظاہرہ ہے۔

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا اس کے مظہر حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ آپ نماز کے لیے وضو فرمایا کرتے تھے تو چہرہ کی رنگت تبدیل ہو جایا کرتی تھی۔ کسی نے عرض کیا: حضور! یہ کیا معاملہ ہے، جب آپ نماز ادا فرماتے ہیں تو چہرہ کی رنگت تبدیل ہو جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا:

"ڈرتا ہوں کہ کہیں امانت ادا کرنے میں کوئی کمی واقع نہ ہو جائے۔"

مصلّے پر خون ایک جنگ میں آپ کی پنڈلی پر ایک تیر لگ گیا۔ ہر چند کوشش کی گئی کہ تیر نکال دیا جائے مگر درد بہت زیادہ تھا۔ پنڈلی پر ہاتھ لگایا نہیں جاتا تھا آخر کسی نے کہا: ایسا کیجیے جب آپ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوں تو بیشک آپ تمام پنڈلی چیر کر تیر نکال لیں، انھیں قطعاً معلوم نہیں ہوگا۔ چنانچہ یونہی کیا گیا۔ جب آپ نماز

Marfat.com

پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ کی پنڈلی سے تیر نکال لیا گیا مگر آپ بدستور نماز پڑھتے چلے گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد فرمایا: مصلے پر یہ خون کیسا ہے؟ عرض کیا گیا: حضور! آپ کی پنڈلی سے تیر نکالا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کی بارگاہ میں میں کھڑا تھا مجھے ذرہ بھر بھی معلوم نہیں ہو سکا۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا مرتبہ نہایت بلند ہے۔

حدیث مبارکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا،

مَا اَدْرِیْ الْقَضَاۃَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ۔

"یا رسول اللہ! میں قضاۃ کرنا نہیں جانتا۔"

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہاں دیر کیا لگتی ہے۔ فرمایا: علی! ذرا قریب آؤ۔

آپ قریب ہوئے تو حضور علیہ السلام نے سینہ سے لگایا۔ مولا علی فرماتے ہیں: مجھے خدا کی قسم ہے اس کے بعد کوئی مسئلہ بھی ایسا نہیں جو میرے پیش ہوا ہو اور میں نے حل نہ

یہ حضور علیہ السلام کے سینے سے لگانے کی برکت تھی۔

کتنا عجیب مقام ہے کبھی آپ نے یہ نہیں سنا!"

قانون بعد میں پڑھایا جائے۔ یہ صرف ما

قاضی پہلے بنایا جاتا ہے!"

رث

یب حبیبنہ

تشریف لائے

ت کریں۔ یہ فرما کر

نک بہتے گئے۔ پھر

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کی اذان

نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ

ع

حاضرین کرام

عظیم دفتر ہے۔ یہ صرف ا

صحابہ کرام کے نقش قدم پر چ

وَمَا عَلَیْنَا اِ

Marfat.com

ماہِ جمادی الاخریٰ کی تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَ
السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ
الطَّاھِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْھَادِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ ؕ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ
وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ۝ (پ ۱۹، ع ۴)

"وہ لوگ جو راتیں گزار دیتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے اور قیام کرتے۔"

حضرات! اس آیۂ کریمہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کی راتیں عبادتِ الٰہی میں گزرتی ہیں کبھی سجدے کرتے اور کبھی قیام کرتے ہیں۔ رکوع کی حالت ہے تو رات ختم ہو گئی ہے
تو ہے کے سجدوں کی طوالت راتوں کی وسعتوں پر حاوی ہے۔ راتیں ختم ہو جاتی ہیں مگر ان کے
تبدیل یہ ختم نہیں ہوتے۔
تو چہرہ کی رنگت

رضی اللہ عنہا

"ڈرتا ہوں سردیوں کی لمبی لمبی راتیں ہوتی تھیں۔ تمام دنیا آرام سے
سوتی مگر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورِ نظر اور

مصلّے پر خون

ایک لختِ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا شہزادوں کو سُلا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں
تیر نکال آتی تھی مگر خاتونِ جنّت کا ابھی پہلا سجدہ بھی ختم نہیں ہوتا تھا
آخر کسی نے کہا: ایسا کیجیے جب رکی بارگاہ میں عرض کرتی ہیں: یا اللہ! تُو نے کیسی چھوٹی چھوٹی
پنڈلی چیر کر تیر نکال لیں، انھیں قطع تو ہے میرا سجدہ ختم نہیں ہوتا، ایک ایسی لمبی رات بنا

کر فاطمہ دل کھول کر عبادت کرلے۔

حدیث شریف حدیثِ قدسی ہے۔ حدیثِ قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں جو کلام اللہ تعالیٰ کا ہو اور راوی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِالنَّوَافِلِ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَکُنْتُ بَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَکُنْتُ یَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا۔

"آدمی عبادت کے ذریعہ مجھ سے اتنا قریب ہوتا ہے کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں وہ میرے ساتھ سنتا ہے میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں وہ میرے ساتھ دیکھتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں وہ میرے ساتھ پکڑتا ہے۔"

یہ وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر عوام وخواص کا فرق ہو جاتا ہے۔ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی ہمیشہ یادِ الٰہی میں مصروف نظر آتے ہیں ذکرِ الٰہی ہی ایک وہ دوا ہے جس سے دلوں کو تسکین حاصل ہوتی ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

"دلوں کو اطمینان اللہ کے ذکر سے ہی ہوتا ہے۔"

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عبادت فرمانا صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور علیہ السلام کی کوئی عجیب چیز بیان کریں۔ آپ نے فرمایا، حضور علیہ السلام کی ہر چیز ہی عجیب تھی ایک رات تشریف لائے ابھی تھوڑی دیر ہی میرے حجرے میں آرام کیا تو فرمایا، لو اب اپنے رب کی عبادت کریں۔ یہ فرما کر نماز کے لیے کھڑے ہوگئے اور رونا شروع کیا یہاں تک کہ آنسو منہ مبارک تک بہتے گئے۔ پھر رکوع فرمایا۔ اس میں بھی اسی طرح روتے رہے حتیٰ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے صبح کی اذان پڑھی حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ

Marfat.com

اتنا رو ۔ نے حالانکہ آپ معصوم ہیں گناہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ آپ نے فرمایا : کیا میں شکر گزار نہ بنوں ! پھر فرمایا : میں ایسا کیوں نہ کرتا حالانکہ آج ہی مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے :

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ (الآیہ)

صحابہ کرام کی عبادت

حضرت صدیق اکبر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک لکڑی گڑی ہوئی ہے ۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما جب سجدہ کرتے تھے تو اس قدر لمبا رکوع کرتے کہ تمام رات رکوع میں گزر جاتی ۔ جب آپ سے لڑائی ہو رہی تھی تو ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا جس سے دیوار کا ایک ٹکڑا اڑا اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حلق اور ڈاڑھی کے درمیان سے گزرتا ہوا آگے نکل گیا مگر آپ پر نہ کوئی پریشانی ہوئی اور نہ ہی رکوع و سجدہ کو مختصر کیا ۔ ایک مرتبہ آپ نماز پڑھ رہے تھے اور بیٹا جس کا نام ہاشم تھا پاس سو رہا تھا چھت سے ایک سانپ گرا اور بچے سے لپٹ گیا ۔ گھر والے سب دوڑتے ہوئے آئے اور سانپ کو مارا مگر ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسی اطمینان سے نماز پڑھتے رہے ۔ سلام پھیر کر فرمانے لگے : کچھ شور سنائی دیا تھا کیا بات تھی ؟ بیوی نے کہا اللہ تم پر رحم کرے بچے کی جان گئی تھی اور تمہیں پتا ہی نہیں چلا ۔ آپ نے فرمایا : اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر غیر کی طرف توجہ کیوں کرتا !

امام محمد غزالی ، حامد غزالی

حضرت حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے اور آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے ایک دفعہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ سے شکایت کی کہ اللہ نے مجھے عظیم دولت سے نوازا ہے لوگوں کے دلوں میں میرا احترام پیدا کیا ہے مگر حامد میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اس سے لوگوں کے دل میں شکوک و شبہات کی فضا پیدا ہوتی ہے ۔ والدہ نے کہا میں حامد کو سمجھاؤں گی ۔ چنانچہ والدہ نے حامد غزالی کو بلا کر فرمایا : بیٹا ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے بھائی کو بہت بڑے علم سے مشرف فرمایا ہے ، علمائے زمانہ اس کے سامنے زانوئے ادب بچھاتے ہیں ، بیٹا ! تم اس کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے اس سے تمہارے

Marfat.com

بھائی کے متعلق لوگوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں لہٰذا آج کے بعد میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اپنے بھائی کے پیچھے نماز ادا کیا کرو۔

حضرت حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا، بہت اچھا، آج ہی جاؤں گا۔ جب نماز کا وقت ہوا تو آج حامد غزالی پہلی صف میں موجود تھے۔ رکوع ہوا تو رکوع کیا، جب سجدے میں گئے تو نماز توڑی اور گھر آ گئے۔ نمازیوں نے اس پر بڑی باتیں کیں۔ حضرت امام غزالی نے والدہ کی خدمت میں عرض کیا، اماں جان! اس سے تو بہتر یہ تھا کہ حامد نماز نہ پڑھتے، آج انہوں نے میرے پیچھے نماز شروع کی اور جب سجدہ میں گئے تو نماز توڑ کر آ گئے۔ والدہ نے فوراً حامد کو بلا کر پوچھا، بیٹا! تو نے یہ کیا عمل کیا، نماز توڑ کر کیوں واپس آ گیا؟ آپ نے عرض کیا جب تک یہ خدا کی نماز پڑھتے رہے میں ان کے پیچھے پڑھتا رہا، جب یہ سجدے میں گئے تو انہوں نے طلاق کے مسئلے پر غور شروع کر دیا، اماں جان! میں اللہ تعالیٰ کی نماز پڑھنے کھڑا ہوا تھا نہ کہ طلاق کی۔ انہوں نے طلاقیں سوچنا شروع کر دیں تو میں نماز چھوڑ کر گھر آ گیا ہوں۔

والدہ بھی تو غزالی کی تھی، فرمایا، حامد! تو نے اس لیے نماز توڑی کہ محمد غزالی کا خیال غیر کی طرف چلا گیا، اور تم بھی تو اللہ تعالیٰ کی نماز پڑھ رہے تھے تو نے اپنا خیال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹا کر غزالی کے دل کی طرف کیوں لگا دیا، جو جرم غزالی نے کیا اس کے تم خود بھی مرتکب ہوئے۔

واقعہ مجنوں مجنوں ایک نمازی کے آگے سے گزر گیا۔ نمازی صاحب نے نماز توڑ کر مجنوں کے دو چار تھپڑ رسید کر دیے تو نے دیکھا نہیں میں نے نماز شروع کر رکھی ہے میرے آگے سے کیوں گزر رہے ہو؟ مجنوں نے کہا، مجھ سے غلطی ہوئی ہے میں نے تمہیں نہیں دیکھا۔ نمازی نے کہا، کیوں نہیں دیکھا، آخر مجنوں نے ایک بات کہی، اس نے کہا، اے نمازی! میں تو دنیا کی ایک عورت کے عشق میں اتنا محو ہو کر جا رہا تھا کہ تجھے نہ دیکھ سکا مگر آپ یہ بتائیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر مجھے کس طرح

بر

Marfat.com

ے

عشقِ لیلیٰ میں مری حالت تباہ
وصلِ حق میں غیر پر تیری نگاہ
کیا اسی کو کہتے ہیں راز و نیاز
بس نمازی دیکھ لی تیری نماز

مجنوں نے کہا؛

اِنَّ الْعَبْدَ یُنَاجِیْ رَبَّہٗ فِی الصَّلٰوۃِ۔

"نمازی نماز میں اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے۔"

کیا یہی تیری نماز ہے!

سُورج لوٹ آیا یہ روایت بہت مشہور ہے۔ سورج غروب ہوتا جا رہا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ران پر سرِ اقدس رکھ کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے۔ سورج غروب ہوتا جا رہا تھا۔ حضرت مولا علی کبھی ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھتے تھے اور کبھی حضور علیہ السلام کے مقدس چہرہ کی طرف۔ کبھی خیال آتا ہے کہ بیدار کر کے نماز پڑھ لوں۔ پھر خیال آتا ہے کہ آقا کے آرام میں خلل آ جائے گا۔ کیا کروں، اگر جگاتا ہوں تو حضور کے آرام میں خلل آتا ہے اور اگر نہ جگاؤں تو اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرض جاتا ہے اور نماز بھی عصر کی ہے جس کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے؛

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی۔

وسطیٰ (درمیانی) نماز سے مراد نمازِ عصر ہے۔ کبھی ڈوبتے ہوئے سورج کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی حضور پاک کے چہرے کی طرف۔

میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پنجابی زبان میں نقشہ کھینچا ہے آپ فرماتے ہیں؛

ے

آگئی جان شکنجے اندر جیوں ویلنے وچ گنّاں
روہ نوں کہو ہُن رہو محمد ہُن رہوے تاں منّاں

Marfat.com

جنت کی حُوریں کہہ رہی تھیں : ؎

زمیں پر عرشِ اعظم کے نشاں معلوم ہوتے ہیں
علی کی گود میں دونوں جہاں معلوم ہوتے ہیں

آخر دل سے سوال کیا تو دل نے کہا : ؎

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

آنکھیں بند فرمائیں اور سورج غروب ہو گیا، کھولیں تو آنکھوں میں آنسو تھے۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے، دیکھا کہ علی رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا :

مَا یُبْکِیْکَ یَا عَلِیُّ۔

"اے علی! تجھے کس چیز نے رُلایا ہے ؟"

عرض کیا : "حضور! عصر کی نماز قضا ہو گئی ہے، حضور نے تو ادا فرمالی تھی مگر میں نے ابھی نہیں پڑھی تھی۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قلبِ اقدس میں ابھی خیال ہی کیا تھا کہ ڈوبا ہوا سُورج واپس آگیا۔ اعلیٰحضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : ؎

تیری مرضی پا گیا سُورج پھرا اُلٹے قدم
تیری اُنگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجہ چِر گیا

آپ اندازہ فرمائیں کہ حضرت مولا علی کی ایک نماز کی ادائیگی کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سُورج کو واپس پھرایا۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ آپ کا وصال ہو گیا آپ کے پڑوس میں ایک یہودی کا مکان تھا۔ دُوسری رات یہودی کے لڑکے نے اپنے والد سے پوچھا : ابا جان! ہمارے ساتھ والے مکان میں رات کو ایک درخت نظر آیا کرتا تھا جو آج مجھے نظر نہیں آتا۔ باپ نے کہا : بیٹا! وہ درخت نہیں تھا مسلمانوں کے امام ابو حنیفہ تھے

جو تمام رات کھڑے ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔ آج ان کا وصال ہو گیا ہے۔

حضرت بشر حافی علیہ الرحمۃ

آپ راتوں کو اتنا طویل قیام فرماتے تھے کہ تھک کر گر جاتے، پاؤں پر ورم آجاتا اور پھٹ کر خون بہنا شروع ہو جاتا مگر آپ نہایت اطمینان سے عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ آپ کی توبہ کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ آپ توبہ کرنے سے پہلے شراب نکالنے کا کاروبار کرتے تھے۔ مختلف شہروں میں ان کے کئی کارخانے چلتے تھے جہاں کثرت سے شراب کشید کی جاتی تھی۔

شراب کی تجارت سے انھوں نے لاکھوں کا نفع حاصل کیا۔ شراب نوشی اور شراب خوری سے ان کے دل سے خوفِ خدا بالکل محو ہو چکا تھا۔ فارسی کا ایک مقولہ ہے:

رحمتِ حق بہانہ می جوید بہا نمی جوید؟

ایک دن شراب کے کارخانے میں جارہے تھے، راستے میں کاغذ کا ایک ٹکڑا دیکھا اٹھایا اور پڑھا تو اس پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھا ہوا تھا، دل میں خیال آیا کہ میں تو اس شان و شوکت سے رہوں کہ نوکر چاکر، محلات، کارخانے میرے تابع ہیں، اور یہ پاک نام قدموں کے نیچے ہو۔ اس کاغذ کو گھر لے گیا۔ عطر و خوشبو لگا کر بلند مقام پر رکھ کر کہا تیرا مقام وہ نہیں تھا یہ ہے۔ پروردگارِ عالم کو یہ بات پسند آگئی وہ تو رحیم و کریم ہے آدمی ایک بار کیے ہوئے وعدے پر پشیمان ہو کر آئندہ نہ کرنے کا عہد کر کے اس کی بارگاہ میں جھک جائے تو اس کے آنسوؤں کا ایک قطرہ تمام زندگی کے گناہوں کو دھو دینے کے لیے کافی ہے۔ بشر نے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کو بلند مقام پر رکھا، پروردگارِ عالم نے فرمایا: بشر نے میرے نام کا احترام کیا ہے اب ہم اسے شراب نہیں پینے دیں گے۔

بشر شراب خانے گیا اور جوتا اتار کر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ بشر نے کہا: کون ہے؟ اسے کہو یہ وقت ملاقات کا نہیں، پھر کسی وقت آنا۔ آنے والے نے کہا بشر کو کہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا قاصد ہوں اور اس کا سلام لے کر آیا ہوں۔ بشر نے جب یہ سنا تو دل کی دنیا بدل گئی۔ کہنے لگا میں نے تمام عمر نافرمانی کی اور صرف ایک کاغذ جس پر اس کا نام تھا اٹھایا اور بلند مقام پر رکھا تو اللہ تعالیٰ نے سلام

Marfat.com

بھیجا ہے اگر عمر اس کی یاد میں گزرتی تو اس کا فضل و کرم کتنا عظیم ہوتا۔ یہ سوچا اور ننگے پاؤں دروازے کی طرف دوڑا اللہ تعالیٰ کا وہ قاصد جو اسی تلاش میں تھے کا ایک ولیِ کامل تھا اس نے بڑھ کر سینے سے لگا لیا۔

پھر بشر نے تمام شراب خانوں کو آگ لگادی اور سچے دل سے توبہ کی۔ پروردگارِ عالم نے ولیوں کا شہنشاہ بنا دیا۔ پھر بشر نے ساری زندگی پاؤں میں جوتا نہیں پہنا، ننگے پاؤں رہتے تھے۔ حافی عربی زبان میں ننگے پاؤں والے کو کہتے ہیں۔ کسی نے پوچھا: آپ ننگے پاؤں کیوں رہتے ہیں جوتا کیوں نہیں پہنتے؟ آپ نے فرمایا، جب اللہ تعالےٰ کا سلام آیا تھا تو میں ننگے پاؤں بیٹھا تھا شاید اللہ تعالیٰ کو میری وہی حالت پسند ہو۔

ایک دفعہ پھر کسی نے پوچھا، آپ جوتا کیوں نہیں پہنتے؟ آپ نے فرمایا: یہ زمین اللہ تعالیٰ کا فرش ہے اور اللہ کے فرش پر جوتے پہن کر چلنا کس طرح مناسب ہے!

پروردگارِ عالم نے بھی اس علاقے کے جانوروں کو حکم دیا کہ راستہ میں پیشاب نہ کریں کہیں میرے بشر کا پاؤں پلید نہ ہو جائے۔

آٹھ سال کا بچہ

رات ڈھل چکی تھی اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب آسمانِ دنیا سے رحمت کی آواز آتی ہے،

هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ اَغْفِرْلَهٗ۔

ہے کوئی توبہ کرنے والا، میں اس کی توبہ قبول کروں، ہے کوئی استغفار کرنے والا میں اس کے گناہ معاف کردوں۔

ڈاکٹر اقبال نے کیا اچھا ترجمہ کیا ہے، ؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہروِ منزل ہی نہیں

میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ؎

پچھلی راتیں رحمت رب دی کرے بلند آوازہ
بخشش منگن والیاں کارن کھلا ہے دروازہ

Marfat.com

ایک فارسی شاعر فرماتے ہیں :؎

ہر کہ وقتِ صبحدم در یادِ حق بیدار نیست
او محبت را چہ داند لائقِ دیدار نیست

"جو صبح کے وقت اللہ کی یاد میں بیدار نہیں ہوتا وہ دیدار کے بھی لائق نہیں"

اس کی حالت تو یہ ہے :

رخت را دُزدے بُرد چوں پاسباں بیدار نیست

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ رات ڈھل چکی تھی ایک صوفی نے سُنا، دُور ایک آواز آ رہی تھی کوئی زار زار رو رہا تھا۔ صوفی نے قریب جا کر دیکھا تو ایک بچہ جس کی عمر بمشکل آٹھ سال ہوگی سر سجدے میں رکھے رو رہا ہے۔ صُوفی نے اس کو پکڑ کر اٹھا دیا۔ اس بچے نے کہا، صُوفی! تُو نے بہت ظلم کیا ہے میرا وظیفہ ختم کر دیا میں آبادی سے دُور جنگل میں اسی لیے آ گیا تھا۔ صوفی نے کہا: میں نے تجھے اس لیے نہیں اٹھایا کہ تیرا وظیفہ ختم کر دُوں بلکہ میں تو پُوچھنا چاہتا ہوں کہ :؎

کتھوں ایڈے درد لیؤ نیں درد انوالیا یارا
دَس دُکان اساتنوں وی اوہ بنیں دلال ہمارا

اس بچے نے کہا : اے صُوفی! مَیں گھر بیٹھا دیکھ رہا تھا میری والدہ نے چُولھے میں آگ جلائی اس نے بڑی بڑی لکڑیاں رکھیں مگر ان کو آگ نہ لگی۔ پھر میری والدہ نے ان کے ساتھ چھوٹی چھوٹی لکڑیاں رکھ دیں۔ پہلے چھوٹی لکڑیوں کو آگ لگی اور پھر اس کے ساتھ بڑی لکڑیاں بھی جلنے لگیں۔ صوفی! مجھے درد مل گیا میں نے سوچا کہ جب اللہ تعالٰے ابُولہب کو دوزخ میں بھیجے گا، ابُولہب، ہامان، شدّاد، فرعون اور نمرود کو پھینکے گا تو کہیں یہ نہ ہو کہ ان بڑے کافروں کو آگ نہ لگے اور اللہ تعالٰی میرے جیسے چھوٹوں کو پکڑ کر ڈال دے۔

شہنشاہِ بغداد رضی اللہ عنہ
نصف رات گزر چکی ہے اور نصف باقی ہے
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کوئی شخص

Marfat.com

کعبۃ اللہ کی دیواروں کو پکڑ کر زار زار رو رہا تھا اور یہ لفظ کہتا تھا کہ ،

"یا اللہ! اگر میرے عمل تیری بارگاہ میں درجہ قبولیت تک نہیں پہنچے تو مجھے قیامت کے دن نابینا کر کے اٹھانا تاکہ تیرے نیک بندوں کے سامنے شرمسار نہ ہوں۔"

آپ فرماتے ہیں پوچھا گیا، آپ کون ہیں، اتنے درد کے ساتھ کیوں رو رہے ہیں؛ یہ لفظ "کیوں" کہتے ہیں رونے والے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دوبارہ پوچھا کہ آپ کون ہیں؛ رونے والے نے کہا:

اَنَا عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیُّ۔

یہ غوثِ اعظم ہیں، ولیوں کے سردار ہیں، اولیاء کی گردنوں پر قدم ہے مگر راتیں یوں روتے گزر جاتی ہیں۔ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا۔

چالیس تابعی خواجہ عمر بن محمد شہاب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عوارف المعارف میں فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی جماعت تمام رات عبادت کرتی تھی یہاں تک کہ تابعی حضرات کے بارے میں منقول ہے کہ وہ عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے۔ ان میں حضرت سعید بن مسیب، فضیل بن عیاض، وہیب بن الورد، ابو سلیمان دارانی، علی بن بکار، حبیب عجمی، کہمس بن منہال، ابو حازم، محمد بن منکدر اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم اجمعین شامل تھے۔

سوال وجواب کسی نے ایک ولی اللہ سے دریافت کیا کہ شبِ قدر کی کیا نشانی ہے؛ آپ نے فرمایا:

اے دوست چہ پرسی زشبِ قدر نشانی
ہر شب شبِ قدر است گر قدر بدانی

"اگر تجھے قدر ہے تو ہر شب شبِ قدر ہے۔"

بچہ بول اٹھا تہذیب السالکین میں ہے کہ حضرت جریج ایک ولی اللہ تھے اللہ تعالیٰ کے مقبول تھے۔ تمام رات اپنے عبادت خانے میں عبادتِ الٰہی میں

Marfat.com

معروف رہتے۔ راتوں کی عبادتوں کا یہ اثر تھا کہ ان کے چہرے سے نور نکلتا نظر آتا تھا ایک دفعہ ان سے عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے تو ان کی والدہ آئی اور آواز دی۔ حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ نے دل میں سوچا کہ کیا کروں، ماں بلا رہی ہے اور حالتِ نماز میں ہوں، والدہ چلی گئی، دوسرے دن بھی والدہ آئی تو عبادت کر رہے تھے۔ والدہ نے آواز دی۔ یہ پھر حیران ہوئے۔ دل میں کہا: یا اللہ! ایک طرف تیری عبادت ہے اور دوسری طرف میری والدہ ہے۔

آخر والدہ چلی گئی اور جاتے ہوئے ایک دعا مانگی کہ یا اللہ! موت سے پہلے جریج کو فاحشہ عورت کا منہ دکھا۔ ماں کے منہ سے نکلے ہوئے یہ الفاظ فوراً قبول ہو گئے۔ اسی شہر میں ایک فاحشہ عورت رہتی تھی جس کو یہودیوں نے کہا کہ اگر تو جریج کو گناہ میں مبتلا کر دے تو تجھے دولت سے مالا مال کر دیا جائے گا۔ اس نے کہا یہ میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، میں نے بڑے بڑے زاہدوں کے زہد اور متقیوں کے اتقاء کو بھسم کر کے رکھ دیا ہے، جریج کو گناہ میں مبتلا کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔

چنانچہ وہ فاحشہ عورت بڑے دھڑلے اور اعتماد سے حضرت جریج کے پاس پہنچی۔ رات کا وقت تھا۔ آپ تمام رات نفل پڑھتے رہے۔ دو نفل ادا کیے، سلام پھیرا، دو پھر شروع کر دیے اور یونہی وہ تمام رات نفل ادا فرماتے رہے ایک دفعہ بھی نگاہ اٹھا کر اس فاحشہ عورت کی طرف نہیں دیکھا۔ وہ عورت اپنی یہ بے عزتی برداشت نہ کر سکی۔ اس نے ایک چرواہے کو اپنے نفس پر قادر کیا، حاملہ ہو گئی، بچہ جنا اور مشہور کر دیا کہ یہ بچہ جریج کا ہے۔ لوگ حیران ہو گئے کہ وہ تو بہت بزرگ آدمی ہیں۔ مگر وہ فاحشہ تمام شہر میں پھرتی رہی اور یہی اعلان کرتی رہی۔ یہودی بہت خوش تھے۔ لوگوں نے جا کر حضرت جریج کا عبادت خانہ گرا دیا اور آپ کو پتھر مارنے لگے۔

جریج نے کہا کیا بات ہے، مجھے کیوں پتھر مارتے ہو؟ لوگوں نے کہا تو نے فاحشہ سے برائی کی اور یہ تیرا بچہ ہے۔ آپ نے لڑکے کے پیٹ پر انگلی ماری اور فرمایا: بلند آواز سے کہو کس کے بیٹے ہو؟ تمہارا باپ کون ہے؟

بچہ فوراً بول اٹھا کہ میں فلاں چرواہے کا بیٹا ہوں۔
یہ حضرت جریج رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بچے کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی اور اپنے ولی کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا ثبوت مہیا فرما دیا۔
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

Marfat.com

ماہِ رجب کی تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْھَادِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَ الْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ (پ ۱۵)

"پاک ہے اپنے خاص بندے کو جو لے گیا رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ وہ مسجد جس کے اردگرد ہم نے برکت فرما دی ہے تاکہ ہم اسے دکھائیں اپنی نشانیاں، بیشک وُہ سُننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"

حضرات! یہ مہینہ نہایت عظمت و برکت والا ہے اس کی ستائیسویں شب کو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ پہلے اس آیۂ کریمہ کی لفظی تشریح سماعت فرمایئے۔

Marfat.com

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ "پاک ہے وہ ذات" اس عظیم واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکی سے شروع کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ اس عجز سے پاک ہے کہ اپنے محبوب کو رات کے تھوڑے سے حصے میں ان بلندیوں پر نہ لے جا سکے۔
اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ "جو لے گیا اپنے خاص بندے کو" یہاں اللہ تعالیٰ نے اَسْرٰی فرمایا ہے کیونکہ اس لفظ سے تفریح اور مسرت و خوشی کا اظہار ہوتا ہے۔ عَبْدِہٖ پر جو لفظ "ب" ہے یہ مصاحبت کے لیے ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ سیر کرانے والا سیر کرنے والے کے ساتھ ساتھ تھا۔ یہ معیت بے کیف تھی جو ادراک میں نہیں آ سکتی۔ "عبد" مضاف ہے "ہٖ" کی طرف اور "ہٖ" ضمیر متصل ہے گویا عبد اپنے معبود کی طرف بتمامہ مائل تھا اور معبود اپنے عبد کی طرف با نعامہ و اکرامہ۔ "عبدہٗ" سے مراد عبد کامل ہے اور عبدِ کامل حضور علیہ السلام کی ذات پاک ہے۔ ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں: ؎

عبدہٗ از فہم تو بالاتر است
زانکہ او ہم آدم و ہم جوہر است

"اللہ کا بندہ تیرے فہم سے بالاتر ہے اس لیے کہ وہ آدمی بھی ہے اور اس کا جوہر بھی۔"

؎

جوہرِ او نے عرب نے اعجم است
آدم است و ہم ز آدم اقدم است

"اس کا جوہر نہ عرب سے وابستہ ہے نہ عجم سے۔ وہ آدم ہونے کے باوجود آدم سے بھی بہت قدیم ہے۔"

؎

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
ما سراپا انتظار او منتظر

Marfat.com

"بندہ کچھ اور چیز ہے اور بندۂ حق کچھ اور، ہم سراپا انتظار ہیں اور وہ منتظر۔"

؎

عبدہٗ با ابتداء بے انتہا ست
عبدہٗ را صبح و شام ما کجا ست

"بندۂ حق کی ابتدا ہے مگر انتہا نہیں ہے۔ بندۂ حق ہم جیسا صبح و شام نہیں رکھتا۔"

؎

کس ز سرِ عبدہٗ آگاہ نیست
عبدہٗ جز سرِ اِلّا اللہ نیست

"کوئی شخص عبدہٗ کے صحیح راز سے آگاہ نہیں ہے۔ عبدہٗ کلمۂ توحید کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

؎

لَا اِلٰہ تیغ و دمِ او عبدہٗ
فاش تر خواہی بگو ھُو عبدہٗ

"لَا اِلٰہ تیغ ہے اور اس کی دھار عبدہٗ اور اگر تو اسے اور واضح کرنا چاہتا ہے تو کہہ "ھُو عبدہٗ"

بعض لوگ عوام کے ذہنوں میں ایک غلط قسم کا شبہ پیدا کرتے رہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ عبد اور نور ایک دُوسرے کی ضد ہیں جو "لایجتمعان" جمع نہیں ہو سکتیں۔ جو نور ہو عبد نہیں اور جو عبد ہو نُور نہیں ہو سکتا۔ یہ شُبہ درست نہیں اس لیے کہ اللہ تعالٰے کے تمام فرشتے نوری ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا ہے:

بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ ۝

"بلکہ وہ عزت والے عبد ہیں۔"

غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو (جو بلا شُبہ نوری ہیں) عبد فرمایا ہے۔

معلوم ہوا کہ نور اور عبد ایک دُوسرے کی ضد نہیں۔ عبد عبادت کرنے والے کو کہتے ہیں، اور عبادت میں نوری، ناری، خاکی، جمادات، حیوانات، نباتات سب شامل ہیں۔

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

"زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح یعنی عبادت کرتی ہے۔"

لَیْلاً "رات کو۔ حالانکہ یہ سیر اپنی خاص نشانیاں دکھانے کے لیے تھی۔ اور دیکھنا اچھی طرح دن کو ہوتا ہے تو پھر رات کو سیر کیوں کرائی؟ اور پھر رات بھی ستائیس کی منتخب فرمائی؛ جس میں چاند نظر ہی نہیں آتا۔ مطلب یہ کہ نہ سورج کی روشنی میں اور نہ رات کی چاندنی میں بُلایا۔ اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چاند اور سورج کی روشنی کے محتاج نہیں۔ تمام کائنات آپ کی محتاج ہے بلکہ تمام اُجالے اور روشنیاں حضور کے نور کا پرتو ہیں۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ؎

کلیمے کہ چرخِ فلک طور اوست
ہمہ نورہا پرتوِ نورِ اوست

بلکہ چاند اور سورج تو آپ ہی سے منور ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرْ
مِنْ وَّجْہِكَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا "مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک"۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ معراج کی ابتدا حطیم کعبہ سے ہوئی۔ اور بعض احادیث میں ہے کہ آپ اپنی چچازاد ہمشیرہ اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر آرام فرما تھے اور وہاں سے حطیم کعبہ میں آئے اور حطیم مسجدِ حرام کے اندر ہے۔ گویا کہ باقاعدہ معراج کی ابتدا مسجد حرام سے ہوئی ہے اِلَی الْمَسْجِدِ

Marfat.com

الاقصا" مسجد اقصیٰ تک " پھر مسجد اقصیٰ سے ملاء اعلیٰ تک کا سفر قرآن کریم کے ستائیسویں پارے سورہ النجم میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اقصا معنیٰ ہے " دُور"۔ چونکہ وہ مسجد مکہ سے کافی دور ہے اس لیے اس کو مسجد اقصیٰ کہا جاتا ہے۔

اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ "وہ مسجد جس کے اردگرد ہم نے برکت فرمادی ہے"۔ یہ مسجد تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مرکز رہی ہے۔

اس کے آس پاس اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی برکت فرمائی ہے۔ حسی برکت، باغات، سبزہ زار آبادیاں، چشمے، فصلیں، حدِ نگاہ تک لہلہاتے ہوئے کھیت ہی کھیت دکھائی دیتے ہیں اور روحانی برکتیں یوں کہ وہاں بے پناہ انبیاء کرام کے آثار و مزارات ہیں۔

لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا " تاکہ دکھائیں ہم اسے اپنی نشانیاں"۔ یہ متعلق ہے "اسریٰ" کے۔ یعنی سیر کیوں کرائی، تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔

گویا یہ سیر برائے رؤیت تھی۔ یہاں بعض حضرات کا یہ اعتراض ہے کہ مِنْ اٰیٰتِنَا میں لفظ مِنْ تبعیض کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض نشانیاں دکھائیں تمام نہیں دکھائیں اس کا جواب یہ ہے کہ آیات مختلف تھیں بعض کا تعلق دیکھنے سے تھا اور بعض کا سُننے سے اور بعض کا چکھنے سے۔ تو جن آیات کا تعلق سُننے سے تھا وہ کل آیات کا بعض تھیں۔

اس اعتراض کا دُوسرا جواب یہ ہے کہ لفظ مِنْ تبعیضیہ نہیں بلکہ تفسیریہ ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ " بیشک وہی سُننے والا دیکھنے والا ہے"۔ اس جگہ انہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مراد ہے۔ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات بھی ہو سکتی ہے مگر اس ضمیر سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مراد لینا زیادہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ ضمیر کا اقرب کی طرف لوٹانا زیادہ انسب ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمیع بھی ہیں بصیر بھی ہیں۔

واقعہ معراج حضرات! یہاں تک تو اس آیت کریمہ کی لفظی تشریح تھی۔ اب معراج شریف کا پورا واقعہ سماعت فرمائیے۔

ہجرت سے تقریباً پانچ سال قبل رجب شریف کی ستائیسویں رات کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چچازاد ہمشیرہ حضرت اُمِّ ہانی کے گھر میں آرام فرما رہے تھے کہ جبریل

Marfat.com

علیہ السلام پچاس ہزار فرشتوں کی جماعت اور جنتی براق لیے حاضر ہوتے ہیں۔ حضور اکرم محوِ استراحت ہیں۔ جبریل ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ اگر آواز دے کر جگایا تو یہ بے ادبی ہے۔ اور یہ :

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا (عزت بخاری)

پروردگارِ عالم نے فرمایا :

یَا جِبْرِیْلُ قَبِّلْ قَدَمَیْہِ ۔

"اے جبریل ! میرے محبوب کے دونوں پاؤں چوم لے۔"

حضرت جبریل امین نے اپنی کافوری آنکھیں اور ہونٹ حضور علیہ السلام کے مبارک قدموں پر رکھ دیے۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا :

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ط

"اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔"

آپ اندازہ فرمائیں کہ جس کے پاؤں کو بوسے دینے والا جبریل امین ہو جو تمام فرشتوں کا سردار ہے اور مشتاقِ ملاقات تمام کائنات کا خالق و مالک ہو اس کی شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

براق پر سواری حضور بیدار ہوئے تو حضرت جبریل نے سواری پیش کی۔ یہ براق جنت میں حضور کے عشق میں رو رہا تھا۔ جبریل نے ستر ہزار براق دیکھے ہر براق آرزو رکھتا تھا کہ حضور کی سواری کے لیے مجھے منتخب کیا جائے۔ جبریل سوچ رہے تھے کہ کون سا براق لے جاؤں، ہر براق ایک دوسرے سے حسین ہے۔ اسی اثنا میں جبریل کی نظر ایک براق پر پڑی جو سر جھکائے زار و قطار رو رہا ہے۔ جبریل نے کہا کیوں رو رہا ہے؟ آج تو اللہ کے محبوب کی آمد ہے۔ کائناتِ ارضی و سماوی کا ذرہ ذرہ جھوم رہا ہے۔ براق نے کہا :

غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوشِ اشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیّۂ طوفاں کیے ہوئے

اور : ؎

بیٹھے ہیں ہم تصورِ جاناں کیے ہُوئے

براق نے کہا میری منزل بھی وہی ہے جس کے باقی براق طالب ہیں۔ منزل ایک ہے اور راستے دو۔ کوئی ہنس کر محبوب کو منا لیتا ہے اور کوئی رو کر۔ میں اپنی منزل کو پانے کے لیے رو رہا ہُوں شاید میرا رونا ہی قبول ہو جائے۔ براق کا رونا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسند آگیا۔

ے

آواز آئی اے جبریلا ایہہ فرمان پیا آوندا اے
میرے نبی لئی اوہو براق لے جا جہڑا نگرے نیر وہاوندا اے

غزنی اور مصری شہنشاہ

محمود غزنوی مدینہ پاک حاضر ہوئے۔ شاہی لباس اتار کر فقیرانہ لباس پہنا۔ کاندھے پر پانی کی مشک اٹھائے ہوئے مخلوقِ خدا کو پانی پلا رہے تھے کہ ایک شخص نے پہچان کر پُوچھا کیا آپ غزنی کے شہنشاہ ہیں ؟ محمود نے کہا، شہنشاہ ہُوں مگر غزنی میں، اس دربار میں تو شہنشاہ بھی فقیر ہوتے ہیں اور بادشاہ بھی گدا ہوتے ہیں۔ جواب بڑا ہی پیارا تھا اسے بڑا ہی پسند آیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا کہ مصر کا شہنشاہ شاہی تاج اور لباس پہنے رُعب و دبدبہ سے آرہا تھا اس شخص نے بڑھ کر کہا، آپ نے اتنی جسارت کی، مدینہ پاک کی حاضری اور شاہی لباس۔ جو جواب مصر کے شہنشاہ نے دیا وہ بھی سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ مصر کے شہنشاہ نے کہا، سوال کرنے والے ! مجھے یہ بتا کہ یہ شاہی تاج اور شاہی لباس کس ہستی پاک کا عطا کیا ہوا ہے۔ اسی آقا نے یہ تاج اور لباس بخشا ہے۔ لباس پہن کر حاضر ہوا ہوں تا کہ دینے والا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

حضرات ! محمود اور شہنشاہ کی منزل ایک تھی مگر راستے دو۔ یُونہی اس براق نے کہا : اے جبریل ! منزل ایک ہے مگر راستے دو ہیں، کسی کا ہنسنا قبول ہوتا ہے اور کسی کا رونا۔ اسی وقت حضرت جبریل نے اس براق کو خوشخبری سنائی کہ تمہیں حضور علیہ السلام کی سواری کے لیے منتخب کر لیا گیا ہے، محبتِ رسول میں تمہارا رونا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسند آگیا ہے

Marfat.com

توبراق کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس میں حسن آگیا جس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

اس براق پر جب حضور علیہ السلام سوار ہوئے تو اس نے ذرا سی شوخی کی۔ جبریل نے غضب آلود نگاہوں سے دیکھ کر کہا: اے براق! تُو شوخی کرتا ہے، جانتا نہیں کہ تجھ پر کون سوار ہے!

جبریل کی جھڑک سُن کر براق پسینہ پسینہ ہوگیا، کہنے لگا: میں نے شوخی نہیں کی مجھے تو اپنی قسمت پر وجد آیا ہے، میں نے اپنے مقدر پہ ناز کیا ہے، کہاں میں اور کہاں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ؎

کتھے مہرؔ علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں

اُمت کی یاد ریاض الازہار صفحہ ۲۰۹ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براق پر سوار ہونے سے پہلے ذرا توقف فرمایا تو جبریل نے عرض کی: آقا! اس توقف کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: میں سوچ رہا ہوں کہ آج میرے اُوپر نوازشات کا خصوصی وقت ہے، ملائکہ میری خدمت کے لیے حاضر ہیں، جنتی براق میری سواری کے لیے موجود ہے، حشر کے دن میری اُمت کا کیا حال ہوگا، پلصراط جو پچاس ہزار سال کی راہ ہے، بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے اور ہر ایک کو اس سے گزرنا ہے۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا وَكَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝

میری امت اس سفر کو کیسے طے کرے گی۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی گئی:

"اے محبوب! آپ اُمت کا ہرگز فکر نہ کیجئے ہم آپ کی اُمت کو پُل صراط سے یُوں گزار دیں گے کہ انھیں معلوم نہ ہوگا۔"

اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ حضور کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں؎

پل سے گزارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پَر بچھائیں تو پَر کو خبر نہ ہو

Marfat.com

اس واضح بشارت کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام براق پر سوار ہوئے۔ جبریل نے رکاب تھامی، میکائیل نے لگام پکڑی، اسرافیل نے زین کو سنبھالا، پچاس ہزار فرشتوں کی صلوٰۃ و سلام کی صداؤں سے فضا گونج اُٹھی۔ وہ بھی کیا سماں ہوگا۔ بلانے والا نور ہے، سواری بھی نور ہے، سوار ہونے والا بھی نور، دُولھا بھی نور، باراتی بھی نور ؎

کھڑے ہیں صف بہ صف حور و ملائک
انھیں دُولھا بنایا جا رہا ہے
مہ و انجم بھی مدھم پڑ رہے ہیں
نقابِ رُخ اٹھایا جا رہا ہے
مہ و انجم نچھاور ہو رہے ہیں
کوئی نغمہ سا گایا جا رہا ہے

اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں :؎

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

کتنی بڑی حسرت اور کتنی بڑی آرزو ہے، وہ الفاظ کہاں سے لائیں جو یہ نور بھرا سماں بیان کرسکیں ؎

خدا ہی دے صبر جان پر غم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولھا بنا رہے تھے
غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اس رہگزر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

براق کی رفتار

احادیث میں آتا ہے کہ براق کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنی منتہائے نگاہ پر قدم رکھتا تھا۔ ہماری نگاہ کا یہ عالم ہے کہ جونہی اوپر اٹھائی آن کی آن میں سورج، چاند اور ستاروں تک جا پہنچی۔ یہ کرۂ ارض سے کروڑوں

Marfat.com

میل دُور ہیں۔ ہم خاکی ہیں اور ہماری آنکھوں میں تھوڑا سا نور ہے اور جو مجسّم نور ہے اس کی نگاہ کا کیا عالم ہوگا! گویا وہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا میزائل تھا جو سارا سفر آن کی آن میں طے کر گیا۔

آج روس اور امریکہ کے بنائے ہوئے راکٹ اور میزائل ہزاروں میلوں کا سفر منٹوں میں طے کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا سیارہ یہ سفر اتنی جلدی طے کر جائے تو کیا بعید ہے!

لطیفہ بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاؑ ہماری ہی طرح بشر تھے۔ چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب "تقویۃ الایمان" میں لکھا ہے کہ تمام انبیاؑ و اولیاؑ ہماری ہی طرح بشر تھے۔ آیا انبیاؑ ہماری مثل بشر تھے یا نہیں؟ یہاں اس مسئلہ پر بحث موضوع سے غیر متعلق ہوگی۔ اس جگہ ایک لطیفہ عرض ہے۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ براق "برق" سے لیا گیا ہے اور برق کا معنیٰ ہے بجلی۔

قرآن کریم میں ہے،

یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ۔

"قریب تھا کہ بجلی ان کی نگاہوں کو اُچک لیتی۔"

برق کا معنیٰ بجلی، اور عربی زبان میں ہے کہ زِیَادَۃُ اللَّفْظِ تَدُلُّ عَلٰی زِیَادَۃِ الْمَعْنٰی "الفاظ کا زیادہ ہونا معنیٰ کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔" یونہی لفظ براق بجلی کے معنیٰ کی زیادتی مراد ہے۔ وہ حضرات جو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو اپنی مثل بشر کہتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اپنے دعوے کی سچائی کے لیے بجلی کی ننگی تار کو صرف ایک بار ہی ہاتھ لگا دیں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہی نہیں ختم ہو جائے گا۔

روانگی جلوس موسم بہار آگیا، اطراف میں نُور ہی نور پھیلتا چلا گیا۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری نہایت شان و شوکت سے ملائکہ کے جلوس میں مسجد حرام سے نکلی۔ کسی شاعر نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ لکھتا ہے،

باغِ عالم میں بادِ بہاری چلی
سرورِ انبیا کی سواری چلی
یہ سواری سوئے ذاتِ باری چلی
ابرِ رحمت اُٹھا آج کی رات ہے

طُور چوٹی کو اپنے جھکانے لگا
چاندنی چاند ہر سُو دکھانے لگا
عرش سے فرش تک جگمگانے لگا
رشکِ صبحِ صفا آج کی رات ہے

برق سے تیز تر ہے براق آپ کا
کیونکہ خالق کو ہے اشتیاق آپ کا
اب نہیں دیکھا جاتا فراق آپ کا
جلد چلنا روا آج کی رات ہے

جذبِ حسنِ طلب آج کی رات ہے
دائیں بائیں فرشتوں کی بارات ہے
سر پہ نورانی سہرے کی کیا بات ہے
شاہ دُولھا بنا آج کی رات ہے

عطرِ رحمت فرشتے چھڑکتے چلے
جس کی خوشبو سے رستے مہکتے چلے
چاند تارے جلو میں چمکتے چلے
کہکشاں زیرِ پا آج کی رات ہے

آسمانوں کے دریچے کھول دیے گئے تاکہ ملاءِ اعلیٰ کی دُنیا بھی حضور علیہ السلام کے جلوس کے دیدار سے مشرف ہو سکے۔ سیرتِ حلبیہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت سوموار کو ہُوئی، بعثت اور معراج بھی سوموار کو ہوئی۔ سوموار کو ہی مدینے پہنچے اور وصال

Marfat.com

بھی سوموار کو ہوا۔

مدینہ منورہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد ۶ صفحہ ۲۹ میں ہے کہ ابتدائے سفر میں چند لمحوں بعد ایک وادی آئی جس میں کھجور کے بے شمار درخت تھے۔ جبریل نے عرض کیا، حضور! یہاں اُتر کر دو رکعت نفل ادا کریں۔ آپ کی ہجرت گاہ مدینہ طیبہ ہے۔

وادیٔ ایمن پھر ایک وادی سے گزر ہوا، جبریل نے عرض کیا، یہ وادیِ ایمن ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو شرفِ کلام بخشا۔

کلیم بر جبلِ طُور اعتبار گرفت　　مسیح بر فلکِ چہارم قرار گرفت
غلام ہمت آنم کہ فوق کون و مکاں　　براق عزم دوانید و دست یار گرفت

سُرخ ٹیلہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے میں معراج کی رات ایک سُرخ ٹیلے سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔

پہلا سوال یہ ہے کہ کیا عالمِ برزخ میں بھی آدمی عبادت کے لیے مکلف ہوتا ہے؛ اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں کی عبادت مکلف کی حیثیت سے نہیں بلکہ صرف لذتِ عبادت کے حصول کے لیے ہے۔ نیز علماءِ محققین نے فرمایا ہے کہ یہ عبادت انبیاء کا خاصہ ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی منح الملۃ صفحہ ۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

وَقَدْ صَحَّتِ الْاَحَادِيْثُ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ يُصَلِّيْ بِاَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ كَمَا اَخْبَرَ بِذٰلِكَ فِيْ حَقِّ مُوْسٰى وَغَيْرِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ۔

"صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں جس طرح آپ نے موسیٰ علیہ السلام کی خبر دی ہے معراج کی رات۔"

دوسرا سوال یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے

Marfat.com

تو مسجدِ اقصیٰ میں انبیاء کرام میں کیسے شامل ہوئے اور اتنی جلدی چھٹے آسمان پر کیسے پہنچ گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بیک وقت اپنی قبر میں بھی تھے اور مسجد اقصیٰ میں بھی اور چھٹے آسمان پر بھی۔ اور یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ انبیاؑ بیک وقت کئی مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں اس کے لیے بے شمار دلائل موجود ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے تو انوار الحسنین میں یہاں تک لکھا ہے کہ ایک ولی اللہ جو نجری المجذوب کے نام سے مشہور تھے بیک وقت تیس مختلف شہروں میں نمازِ جمعہ میں موجود تھے۔

انبیاء کی امامت

دیکھتے ہی دیکھتے بیت المقدس آیا وہاں آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء اور رسول صفیں باندھ کر کھڑے تھے اور انتظار کر رہے تھے، مصلّٰی خالی تھا۔ نبیوں کے سردار مصلّے پر جلوہ افروز ہوئے۔ جبریل نے مقامِ صخرہ پر اذان پڑھی۔ سبحان اللہ! جس نماز کا مؤذن فرشتوں کا سردار اور امام تمام رسولوں کا سردار ہو اور مقتدی حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہوں اس نماز کی شان کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

نماز کیوں پڑھائی

مسجد اقصیٰ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انبیاء کی امامت کیوں فرمائی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام سب مخلوق سے پہلے پیدا فرمائے گئے اور تمام انبیاؑ سے آخر تشریف لائے۔ خیال ہو سکتا تھا کہ آخر میں آنے والا شاید مرتبے میں بھی آخر ہو۔ مسجدِ اقصیٰ میں حضور تمام انبیاء کے آگے موجود تھے تاکہ کائنات دیکھ سکے کہ پیچھے آنے والا آگے اور آگے آنے والے پیچھے موجود ہیں۔ تاکہ ثابت ہو سکے هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ۔

ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں:

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی فرقاں وہی قرآں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ
وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

Marfat.com

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت جلد اوّل صفحہ ا میں فرماتے ہیں کہ آیۂ کریمہ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ حمد بھی ہے اور نعت بھی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

امام اہلسنت اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنیٔ اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے
تبارک اللہ ہے شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

حبیب اور کلیم

نزہۃ المجالس میں ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا:

اَنَا كَلِيْمُكَ وَمُحَمَّدٌ حَبِيْبُكَ فَمَا الْفَرْقُ بَيْنَ الْكَلِيْمِ وَالْحَبِيْبِ۔

"میں تیرا کلیم ہوں اور محمد مصطفیٰ تیرے حبیب ہیں۔ کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلْكَلِيْمُ يَأْتِيْ عَلٰى طُوْرِ سِيْنَا ثُمَّ يُنَاجِيْ۔

"کلیم وہ ہے جو خود طور پر آئے اور عرض کرے، یا اللہ! میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ تو میں کہہ دوں:

لَنْ تَرَانِيْ۔ تم نہیں دیکھ سکتے۔

اور اَلْحَبِيْبُ يَنَامُ عَلٰى فِرَاشِهٖ اور حبیب وہ ہے جو اپنے بستر آرام پر آرام فرما ہو اور میری طرف سے وصال کے تقاضے ہو رہے ہوں اور جبریل عرض کرے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَاقَ اِلٰى لِقَائِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

ع کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

دوسرا فرق یہ ہے:

اَلْكَلِيْمُ يَعْمَلُ بِرِضَاءِ مَوْلَاهُ۔

Marfat.com

کلیم وہ ہے جو اپنے مولا کی رضا پر عامل ہو یعنی جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہو اس پر عمل کرنا کلیم کے لیے ضروری ہوتا ہے۔"

اور حبیب کی شان یہ ہوتی ہے کہ،

یَعْمَلُ مَوْلَاہُ بِرِضَائِہٖ۔

"مولا اس کی رضا چاہتا ہے۔"

یعنی جو حبیب کی رضا ہو اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی۔

اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

اجتماع جسمانی یہاں یہ امر پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ مسجد اقصیٰ میں جو نماز حضور علیہ السلام نے پڑھائی اور انبیاء کرام مقتدی تھے یہ روحانی نہیں جسمانی نماز تھی یعنی تمام انبیاء اپنے جسموں کے ساتھ موجود تھے۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "مرقات" جلد ۵ صفحہ ۴۰۳ میں فرماتے ہیں:

"نماز کے افعالِ مختلفہ قیام، رکوع، سجود، قعدہ وغیرہم جسم کے ساتھ ہی ادا ہو سکتے ہیں صرف ارواح یہ ارکان ادا نہیں کر سکتے۔"

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معراج جسمانی تھا۔ حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول:

مَا فَقَدْتُ جَسَدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

"میں نے حضور کے جسم مبارک کو گم نہیں پایا۔"

اس معراج کے متعلق نہیں ہے کیونکہ اس وقت آپ حضور علیہ السلام کے گھر حاضر نہیں ہوئی تھیں۔ یہ معراج مکہ میں ہوئی اور آپ کی رخصتی مدینہ طیبہ میں ہوئی ہے۔ یہ قول کسی اور معراج کے متعلق ہے جو روحانی تھا۔ حضور علیہ السلام کو چھبیس معراج روحانی بھی ہوئے ہیں

Marfat.com

ان سے کسی کا ذکر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معراج جسمانی پر بے شمار دلائل ہیں۔

عروج

مسجدِ اقصٰی سے فراغت کے بعد بلندی کا سفر شروع ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثُمَّ عُرِجَ بِی۔

"پھر مجھے اوپر لے جایا گیا۔"

یہ سماں بھی بڑا عجیب تھا۔ اب ملائکہ کے ساتھ تمام انبیاؑ بھی صلوٰۃ وسلام میں مصروف تھے حضور علیہ السلام کا براق اس شان سے بلندی کی طرف محوِ پرواز ہوا ؎

جذبِ حسن طلب ہر قدم ساتھ ہے دائیں بائیں فرشتوں کی بارات ہے
سر پہ نورانی سہرے کی کیا بات ہے شاہ دُولھا بنا آج کی رات ہے
طُور پہ رفعتِ لامکانی کہاں لن ترانی کہاں من رآنی کہاں
جس کا سایہ نہیں اس کا ثانی کہاں اس کا اِک معجزہ آج کی رات ہے

نبیوں سے ملاقات

آنکھ جھپکنے میں آسمانِ اول آگیا۔ جبریل نے دروازہ کھٹکھٹایا دربان نے کہا: کون ہیں؟ کہا: جبریل۔ دربان نے کہا: مَنْ مَّعَكَ تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا: محمد (علیہ السلام) دربان نے کہا: مرحبا! دروازے انہی کے لیے کھولے جائیں گے۔

آسمانِ اول پر حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کو خوش آمدید کہا۔ دُوسرے آسمان پر پہنچے تو وہاں آپ کو یحیٰی اور عیسٰی علیہما السلام نے معراج کی مبارکباد دی۔ تیسرا آسمان آیا تو یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ چوتھے آسمان پر گئے تو حضرت ادریس علیہ السلام نے خوش آمدید کہا۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے پر حضرت موسٰی علیہ السلام، ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مبارکبادیاں وصول کرتے ہوئے سدرۃ المنتہٰی تک پہنچ گئے۔

سدرہ پر جبریل کی عرض

یہاں پر پہنچ کر حضرت جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی: ؎

اگر یک سرِ مُوئے برتر پرم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم

"اگر میں ایک بال بھی آگے بڑھ جاؤں تو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات میرے پروں کو جلا کر رکھ دیں گے یہ میرا مقام انتہا ہے۔

ایک یاد معارج النبوۃ میں ملا معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا جا رہا تھا تو جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا: میں خادم کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں کوئی حکم ہو تو فرمائیے۔ آپ نے فرمایا:
اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا۔ "تیرے ساتھ کوئی حاجت نہیں"
جبریل امین نے عرض کیا تو پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیجئے مجھے آگ میں ڈالا جا رہا ہے۔
خلیل اللہ نے فرمایا: ؎

جانتا ہے وہ مرا رب جلیل
آگ میں پڑتا ہے اب اس کا خلیل

پھر جبریل نے کہا کوئی اور پیغام دیجئے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچا دوں، میں وہاں جا سکتا ہوں جہاں نہ کوئی نبی، نہ رسول اور نہ فرشتہ جا سکتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی حضوری میں بڑا ہی قریب ہوں۔

جبریل اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی اس گفتگو کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بصورتِ نور حضرت خلیل اللہ کی پیشانی میں مشاہدہ فرما رہے تھے۔ آج جب جبریل نے عرض کیا میں اس سے آگے نہیں جا سکتا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: جبریل! تُو نے میرے دادا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو کہا تھا کہ میں وہاں جا سکتا ہوں جہاں کوئی بھی نہیں جا سکتا۔ دیکھ آج میں وہاں جا رہا ہوں جہاں تُو بھی نہیں جا سکتا۔ کوئی پیغام دیجئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچا دوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا۔
"اے محبوب! ہم نے آپ کو مشاہدہ فرمانے والا بنا کر بھیجا"

Marfat.com

بہ حقیقت دلائل و براہین سے ثابت ہے کہ تخلیقِ کائنات سے لے کر تا قیامِ قیامت ایک ایک ذرہ حضور علیہ السلام کے پیشِ نظر ہے اور آپ مشاہدہ فرمانے والے ہیں۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا، حضور! مجھے اس کی منظوری دلا دیجئے کہ جب آپ کی اُمت پُل صراط سے گزرنے والی ہو تو میں اپنے پروں کو بچھا دوں اور آپ کی اُمت ان کے اوپر سے گزر جائے۔

پُل صراط کا منظر بھی عجیب ہوگا، جبریل کے پر بچھے ہوں گے، سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرما رہے ہوں گے:

رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِیْ رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِیْ۔

"یا اللہ! میری اُمت کو سلامتی سے گزار دے۔" ؎

رضا پُل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے رَبِّ سَلِّمْ صدائے محمد

اُونٹوں کی قطاریں مقامِ سدرہ کے قریب حضور علیہ السلام نے اُونٹوں کی قطاریں دیکھیں جو دُور تک گزرتی نظر آئیں۔ آپ نے جبریل کو کہا یہ اونٹ کیسے ہیں، ہر ایک کی پشت پر صندوق رکھے ہیں۔ حضرت جبریل نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میری پیدائش سے پہلے یہ قطاریں گزر رہی ہیں مجھے ان کا کوئی علم نہیں۔ ان کے اسرار کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ حضور نے فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اس کا قفل کھولو۔" جبریل نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر صندوق اتارا، پھر قفل کھولا تو دیکھا کہ وہ صندوق انڈوں سے پُر تھا، ہر انڈے کو قفل لگا ہوا تھا، پھر جبریل نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر قفل کھولا تو انڈا خشخاش کے دانوں سے بھرا ہوا تھا، ہر دانے پر قفل لگا ہوا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر قفل کھولا تو اندر ایک جہان آباد تھا، ایک بہت بڑا شہر، ایک عظیم الشان اجتماع۔ ایک مقرر تقریر کر رہا تھا کہ زمین پہ پانی ہے اس پانی پر مٹی کا ایک تودہ ہے۔ اس تودے پر نبی آخر الزماں نے اعلانِ نبوت فرما دیا ہے جب تک ہم ان پر ایمان نہیں لائیں گے ہماری نجات نہیں ہو سکتی۔ جبریل نے فوراً اُٹھ کر کہا کہ میں جبریل ہوں اور یہ میرے ساتھ

نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی وقت ان تمام نے کلمہ پڑھا اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر جبریل نے اسی طرح قفل بند کر دیے اور قطاریں چلتی رہیں۔ (رہبرِ حق ص۴۲)

اس واقعہ کو حضرت اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت شاہ حمزہ مارہروی علیہ الرحمۃ نے اپنی مثنوی میں یوں رقم کیا ہے:

در شبِ معراج دیدہ مصطفیٰ | صد ہزاراں اشتراں بے انتہا
مے روند ایشاں قطار اندر قطار | لانہایت روز و شب بے انتظار
ہست دو صندوق ہر بار شتر | یک ازیں سو دیگر آں سو سر بسر
کرد از جبریل استفسار شاہ | چیست ایں رازِ نہاں برگو رہ راہ
جبرئیلے گفت اے شاہِ جہاں | من نمی دانم چہ اسرار ست آں
آں زماں کہ کرد پیدا حق مرا | ہم چنیں می بینم ایں حالت ورا
روز و شب ایں اشتراں صندوق بار | بے نہایت می روند اندر قطار

نیست مارا از وجودِ شاں خبر
رازِ حق را کے بدانم زیں گزر

یہاں لاتعداد روایات ہیں جو اختصار کے پیشِ نظر بیان نہیں ہو سکتیں۔

سدرہ سے آگے

حضرت جبریل امین علیہ السلام براق سمیت رہ گئے۔ اعلیٰحضرت فرماتے ہیں:

تھکے تھے رُوح الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی اُمید ٹوٹی نگاہِ حسرت کے ولولے تھے

معارج النبوت ص ۱۵۲ میں ہے:

"پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ من تنہا رواں و حجابہا قطع می کردم تا ہفتاد ہزار حجاب بگزشتم کہ ہر حجابے پانصد سالہ راہ بود و مابین ہر دو حجابے پانصد سالہ راہ بود و روایتے آنست تا آنجا کہ براق مرکب بود چوں اینجا رسید براق بماند و آنگہ رفرف سبز ظاہر شد کہ ضیائے او بر ضیائے آفتاب غالب آمدہ۔"

Marfat.com

"پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اکیلا روانہ ہُوا اور بہت سارے حجاب طے کیے یہاں تک کہ ستر ہزار حجابوں سے گزرا، ہر ایک حجاب کی موٹائی پانچسو برس کی راہ تھی اور دونوں حجابوں کا فاصلہ پانچ سو برس کا تھا۔ ایک روایت ہے کہ حضور علیہ السلام کی سواری براق یہاں پہنچ کر رُک گیا۔ اس وقت سبز رنگ کا رفرف ظاہر ہُوا جس کی روشنی سُورج کی روشنی کو ماند کر رہی ہے۔"

آپ اس رفرف پر سوار ہُوئے اور چلتے رہے یہاں تک کہ عرش کے پایہ تک پہنچ گئے پھر ؎

جھکا تھا مُجرے کو عرشِ اعلیٰ گری تھی سجدے میں بزمِ بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے

عرش نے دامن تھاما

مواہب لدنیہ صفحہ ۴۴ میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام عرش کے قریب پہنچے تو تَمَسَّكَ الْعَرْشُ بِاَذْيَالِه عرش نے آپ کے دامن کو تھام لیا۔ آپ عرش پر متمکن ہوئے۔ اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ؎

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہُوئے
وُہ نبی کہ جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

سلسلۂ حجابات

آگے حجابات ہی حجابات تھے، تمام پردے اُٹھا دیے گئے۔ آخر ایک مقام آیا جہاں ؎

سراغ اَین و متیٰ کہاں تھا نشانِ کیف والیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ (سورۂ نجم)

اُٹھے جو قصرِ دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دُوئی کی نہ کہہ کہ وہی نہ تھے ارے تھے
خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

Marfat.com

اُدۡنُ مِنّیۡ سفر شروع رہا ایک محبت بھری صدا آرہی تھی "اُدۡنُ مِنّیۡ" قریب آئیے۔ ے

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرورِ ممجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

مقامات مقامِ دَنَا سے گزرے تو مقامِ فتدلّٰی پر پہنچے، وہاں سے گزرے تو قَابَ قوسین پر فائز ہوئے پھر اَوْ اَدۡنٰی پر۔ اَدۡنٰی اسم تفضیل ہے یعنی قربت میں بہت زیادتی۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۶۸ میں ہے حضرت عبد الرحمن فرماتے ہیں؛

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ رَاَیۡتُ رَبِّیۡ فِیۡ اَحۡسَنِ صُوۡرَۃٍ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیۡنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدۡتُ بَرۡدَھَا بَیۡنَ ثَدۡیَیَّ فَعَلِمۡتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔ (ملخصاً)

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو حسین صورت میں دیکھا پھر اس نے میرے دونوں کاندھوں کے درمیان اپنا یدِ قدرت رکھا اس سے میں نے اپنے سینے میں ٹھنڈک پائی اور زمین و آسمان کی ہر چیز کو جان لیا۔"

اس حدیث پاک سے دو باتیں بالکل واضح طور پر ثابت ہوگئیں؛

ا ــــــ معراج کی رات حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔ اس بات پر تقریباً علماءِ امت کا اجماع ہے کہ حضور علیہ السلام معراج کی رات ظاہری آنکھوں سے دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوئے۔

مواہب لدنیہ جلد دوم صفحہ ۳۷ میں ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو شرفِ خلت، موسیٰ علیہ السلام کو شرفِ تکلم اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرفِ دیدار سے مشرف فرمایا۔

علامہ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۴۰۵ میں فرماتے ہیں؛

Marfat.com

وَمِنَ الْمُحَالِ اَنْ یَّدْعُوا الْکَرِیْمُ کَرِیْمًا اِلٰی دَارِہٖ وَیُضِیْفُ حَبِیْبٌ حَبِیْبًا فِیْ قَصْرِہٖ ثُمَّ یَتَسَتَّرُ عَنْہُ وَلَا یُرِیْہِ وَجْہَہٗ۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کریم کریم کو اپنے گھر بلائے اور دوست دوست کی ضیافت کرے مگر خود اس سے چھپ جائے اور چہرہ تک نہ دکھائے۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۳، ایں فرماتے ہیں:

"عجب است کہ دراں مقام ببردند و درخلوت خاص آرند و باعلیٰ مطلب واقصیٰ مسألت کہ دیدار است مشرف نہ گردانند۔" ؎

موسیٰ ز ہوش رفت بیک جلوہ صفات — تو عین ذات می نگری در تبسمی

ڈاکٹر اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ؎

گرچہ عین ذات را بے پردہ دید
رَبِّ زِدْنِیْ از زبانِ او چکید

۲ ——— یہ کہ کائناتِ ارضی وسماوی کی کوئی چیز حضور علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں اس کے لیے قرآن کریم اور حدیث پاک کے بے شمار دلائل ہیں۔

اُمت کی یاد قربِ خاص میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا:

؎

شاہ نے کی عرض اُمت گنہگار ہے بخش دے میرے مولا تُو غفار ہے
تجھ کو آساں، نہیں دشوار ہے، فکرِ روزِ جزا آج کی رات ہے
پھر یہ حق نے کہا ماہ پارے نبی تُو میرا چاند ہے اور تارے نبی
ایسا گھبرا نہ اے میرے پیارے نبی ایسی جلدی ہی کیا آج کی رات ہے
لطف جب ہے کہ دیکھیں گے سارے نبی ہوگی تیری شفاعت یہ رحمت مری
بخش دوں گا قیامت میں اُمت تری تجھ سے وعدہ میرا آج کی رات ہے

لینے والے نے کیا لیا اور دینے والے نے کیا دیا، کوئی نہیں جان سکتا۔ اس سے بڑی اور کیا نعمت ہوسکتی ہے کہ خود اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔

اُمت کے لیے معراج اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُمت کے لئے

عطا فرمایا اور وہ معراج ہے نماز۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ "نماز مومن کے لیے معراج ہے"۔ پچاس نمازیں اور چھ ماہ کے روزے عطا کیے گئے۔ حضور علیہ السلام واپس آئے تو راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ آپ کی اُمت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی واپس جائیے اور کم کرائیے۔ حضور علیہ السلام پھر بارگاہِ الٰہی میں پہنچے تو پانچ معاف ہوگئیں۔ واپس آئے تو پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ابھی بہت زیادہ ہیں پھر جائیے۔ جاتے رہے اور آتے رہے، پانچ پانچ کم ہوتی رہیں، آخر پانچ رہ گئیں اور ایک ماہ کے روزے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوب! یہ خیال نہ کرنا کہ نمازیں کم کی ہیں تو ثواب بھی کم کر دیا ہے جو پانچ پڑھے گا ثواب پچاس کا پائے گا۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِہَا "جو ایک نیکی کرے اس کے بدلے دس ہوں گی۔

ایک سوال جب اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آخر میں نمازیں پانچ ہی رہ جائیں گی تو پہلے پچاس کیوں عطا فرمائیں؟ اس کے جواب کے لیے صرف اتنا سمجھ لینا ہی کافی ہے کہ پروردگارِ عالم یہ چاہتا تھا کہ میرے حبیب کو بار بار معراج ہو اور موسیٰ علیہ السلام کا کام بھی ہوتا رہے۔ موسیٰ وہ آنکھیں دیکھتے ہی رہیں جو محبوبِ حقیقی کو دیکھ کر آ رہی ہوں۔ ایک پنجابی شاعر نے کیا خوب کہا ہے، ؎

جنھاں اکھیاں نے دلبر ڈِٹھا اوہ اکھیاں تک لیّاں
توں بِلیوں تے ساجن رِلیا ہُن آساں لگ پئیاں

تین طرح کے علوم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج حضور علیہ السلام کو تین طرح کے علوم عطا فرمائے۔ ایک وہ علم تھا جس کے متعلق یہ ارشاد تھا کہ یہ آپ کے لیے خاص ہے آپ کے علاوہ کوئی اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ دُوسرا علم ایسا عطا ہوا جس کے متعلق اختیار دیا گیا جسے مستحق سمجھیں جتنا چاہیں عطا کر دیں۔ تیسرا علم وہ ہے جس کو کائنات کے لیے عام فرمایا۔ اس حقیقت کا یہ عالم ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ حضور نے تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑا۔ اس کا تعلق اقتصادیات سے ہو یا معاشیات سے، عبادات ہوں یا معتقدات، ہر بات کے لیے

Marfat.com

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح اشارات موجود ہیں۔

تین تین تحفے تین باتیں حضور علیہ السلام نے عرض کیں اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ۔ تین اللہ نے فرمائیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ حضور علیہ السلام نے اس سلام، رحمت اور برکت میں اپنی امت کو شامل کرتے ہوئے فرمایا، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصّٰلِحِيْنَ۔

واپسی علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۲ میں اور علامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۰۴ میں فرماتے ہیں:
جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس آئے تو زنجیر ابھی ہل رہی تھی، بستر گرم تھا اور وضو کا پانی بہہ رہا تھا۔ ؎

ہر مراد دل حق سے ملتی رہی واپس آنے تک دل کی کھلتی رہی
بستر اگرم زنجیر ہلتی رہی یہ عجب معجزہ آج کی رات ہے

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں: ؎

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروڑوں منزل میں جلوہ کر کے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آلئے تھے

اللہ تعالیٰ نے حضور کے معراج سے واپس ہونے کی قسم اٹھائی ہے:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۙ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۗ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ۗ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝

Marfat.com

اس چمکتے پیارے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے اور وُہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے وہ تو نہیں مگر وحی جوان کی طرف کی جاتی ہے۔ انھیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے۔ پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارے پر تھا۔ پھر وہ قریب ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اس کے پاس جنت الماویٰ ہے جو سدرہ پر چھا رہا تھا آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔"

تصدیق اس واقعہ کا ذکر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اُمِ ہانی سے کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس کا ذکر عام نہ کیا جائے لوگ انکار کریں گے۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مَیں حق بات کرنے سے کبھی باز نہیں رہ سکتا چاہے کوئی تصدیق کرے یا نہ کرے۔ ابوجہل نے یہ واقعہ سُنا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور کہا کیا تُو نے یہ سُنا ہے محمد کیا کہتے ہیں؟ کیا یہ بات تسلیم کی جا سکتی ہے کہ اتنی جلدی بیت المقدس اور آسمانوں کا سفر طے کر لیا جائے۔ صدیق اکبر نے فرمایا تسلیم تو نہیں کی جا سکتی مگر؛ لَئِنْ قَالَ لَصَدَقَ اگر میرے آقا نے فرمایا ہے تو ضرور سچ فرمایا ہے ان کی زبان پر جھوٹ نہیں آسکتا۔

ع عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ

قافلے ابوجہل نے حضور علیہ السلام کو کہا کہ کیا آپ یہ بات پوری قوم کے سامنے بھی کہنے کے لیے تیار ہیں؟ آپ نے فرمایا: بے شک۔ ابوجہل نے کفار کو بلایا جب تمام قبائل جمع ہو گئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا واقعہ سنایا۔ اُنہوں نے تالیاں بجائیں اور تمسخر اڑایا۔ ایک کافر نے کہا ہمیں معلوم ہے کہ آپ آج تک بیت المقدس نہیں گئے۔ بتائیے اس کے ستون اور دروازے کتنے ہیں؟ فوراً جبریل نے بیت المقدس

Marfat.com

حضور کے سامنے کر دیا اور حضور نے ستون، دروازے سب بتا دیے۔ کفار نے کہا ہو سکتا ہے کسی سے سن کر یاد کر لیے ہوں کوئی ایسی بات بتاؤ جو نئی ہو۔ ایک کافر نے کہا ہمارے تجارتی قافلے آنے والے ہیں۔ کیا آپ نے انہیں راستے میں کہیں دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ تین قافلے دیکھے ہیں۔ ان قافلوں کا ذکر سیرت حلبیہ ج ا صفحہ ۴۲۱، خصائص کبریٰ ج ا صفحہ ۱۸۰ کے علاوہ بہت سی کتابوں میں آیا ہے۔

پہلا قافلہ مقام روحا میں دیکھا ہے یہ قافلہ بدھ کے روز سورج غروب ہونے تک یہاں پہنچ جائے گا۔ میں نے دیکھا کہ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ تلاش کر رہے تھے وہ سخت پریشان تھے میں نے انہیں آواز دی کہ فلاں جگہ اونٹ موجود ہے۔ وہ حیران ہوئے کہ یہاں محمد کی آواز کیسے؟

دوسرا قافلہ مقام ذی مرہ پر ایک قافلہ تھا یہ قافلہ بدھ کے روز دوپہر تک یہاں پہنچ جائے گا۔ ان سے دو آدمی اونٹ پر سوار تھے جب ان کے پاس میرا براق تیزی سے گزرا تو اونٹ ڈر گیا اور دونوں سواروں کو نیچے گرا دیا۔

تیسرا قافلہ مقام تنعیم پر دیکھا۔ اس قافلے کے آگے آگے دھاری دار اونٹ چل رہا تھا۔ ایک شتر سوار کو سردی لگ رہی تھی اور وہ اپنے غلام سے کمبل مانگ رہا تھا۔ یہ قافلہ قریب آ گیا ہے۔ صبح سورج طلوع ہوتے ہی یہاں پہنچ جائے گا۔

چنانچہ جس طرح سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعینہٖ اسی طرح ہوا اور قافلوں کی آمد کے پروگرام میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔ پھر کفار نے قافلے والوں سے وہ نشانات دریافت کئے جو حضور علیہ السلام نے فرمائے تھے اور انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ بہت سے کفار نے اسلام قبول کیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

Marfat.com

ماہِ شعبان کی تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ الْاَمِيْنِ وَعَلٰى
اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَاَصْحَابِهِ الْهَادِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ ○
اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
حٰمٓ ○ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ
اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ○ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ○

(سورۃ دخان)

"واضح کتاب کی قسم بے شک ہم نے اس کو اتارا مبارک رات میں۔ بلاشبہ مقصود ڈرانا تھا۔ اس رات میں جدا کیا جاتا ہے کلمہ حکمت والا۔"

حضرات! سورۃ دخان کی اس آیہ کریمہ میں جو تلاوت کی گئی ہے لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ سے بعض علماء نے شعبان کی پندرھویں رات مراد لی ہے اگرچہ یہ صحیح نہیں کیونکہ قرآن کریم کا نزول جس مبارک رات میں ہوا وہ لیلۃ القدر ہے جو یقیناً رمضان المبارک میں ہے۔ بہر حال یہ رات بھی بڑی ہی بابرکت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے حضرت علی المرتضیٰ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اِذْ کَانَتْ لَیْلَۃُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَیْلَھَا وَ صُوْمُوْا یَوْمَھَا فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْزِلُ فِیْھَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا وَ یَقُوْلُ اللّٰہُ اَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَہٗ اَلَا مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَہٗ اَلَا مِنْ مُّبْتَلٍ فَاُعَافِیْہِ اَلَا مِنْ کَذَا اَلَا مِنْ کَذَا حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ۔

"جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو اس رات کو قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی تجلی آفتاب کے غروب ہونے کے وقت سے ہی آسمانِ دنیا پر ظاہر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ اسے بخش دوں۔ کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ اسے عطا کروں۔ کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ اسے چھوڑ دوں۔ کیا کوئی فلاں فلاں حاجت والا ہے میں اس کی حاجت پوری کردوں۔ حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے"

معلوم ہوا کہ یہ رات بڑی ہی رحمت اور مغفرت والی ہے۔ اس رات گنہگاروں کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا سے فرماتا ہے: ؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہروِ منزل ہی نہیں

میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پنجابی کے ایک صوفی شاعر ہوئے ہیں آپ اسی حدیث کا ترجمہ فرماتے ہیں: ؎

پچھلی راتیں رحمت رب دی کرے بلند آوازہ
بخشش منگن والیاں کارن کھلا ہے دروازہ

جو لوگ ایسی مبارک راتوں کو یادِ الٰہی میں گزارتے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَةٌ ط

"ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔"

اس مبارک رات کے لیے ایک اور حدیث سنیئے۔ ترمذی شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں :

فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً فَاِذَا ھُوَ بِالْبَقِیْعِ فَقَالَ اَکُنْتِ تَخَافِیْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰہُ عَلَیْكِ وَرَسُوْلُہٗ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنَّكَ اَتَیْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْزِلُ لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیَغْفِرُ لِاَکْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ بَنِیْ کَلْبٍ ط

"میں نے ایک رات حضور علیہ السلام کو نہ دیکھا پھر وہ قبرستانِ مدینہ میں مجھے ملے تب آپ نے فرمایا (اے عائشہ!) کیا تمھیں اس بات کا ڈر تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے ؛ میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! میں نے خیال کیا تھا کہ شاید آپ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ تب آپ نے فرمایا، تحقیق اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات کو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے پس قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ گنہگاروں کو بخشتا ہے۔"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رات کو قبروں پر جانا حضور علیہ السلام کی سنت ہے۔

بیہقی میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا : اے عائشہ ! تمھیں معلوم ہے اس رات میں کیا ہوتا ہے ؛

فِیْھَا اَنْ یُّکْتَبَ کُلُّ مَوْلُوْدٍ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ فِیْ ھٰذِہِ السَّنَةِ وَفِیْھَا اَنْ یُّکْتَبَ کُلُّ ھَالِكٍ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ فِیْ ھٰذِہِ السَّنَةِ وَفِیْھَا تُرْفَعُ اَعْمَالُھُمْ وَفِیْھَا تُنْزَلُ اَرْزَاقُھُمْ۔

Marfat.com

"جو بچہ اس سال میں پیدا ہوتا ہے وہ اس رات میں لکھا جاتا ہے اور اس سال میں جو آدمی ہلاک ہونے والا ہوتا ہے اس کا نام بھی لکھا جاتا ہے اور اس رات میں ان کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات ان کے رزق اُترتے ہیں۔"

حضرات! آپ اندازہ فرمائیں ایسی رات جس میں مرنے اور پیدا ہونے والوں کی فہرستیں اور عمل اٹھائے جاتے ہوں اور رزق اترتا ہو اس رات کی اہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس رات زیادہ سے زیادہ عبادت کریں تاکہ اس حالت میں جبکہ عمل اٹھائے جا رہے ہوں ہم یادِ الٰہی میں مشغول ہوں۔ پھر اسی رات اللہ تعالیٰ لاکھوں انسانوں کے گناہ معاف کردیتا ہے۔ اسی لیے اس رات کا نام شب برات ہے کیونکہ اس رات اللہ تعالیٰ گناہگاروں کو گناہوں سے بری فرما دیتا ہے۔

غلط رسمیں

اس رات تو انسان کو چاہیے کہ عبادتِ الٰہی کے ذریعے آگ سے نجات حاصل کرے۔ مگر آج کل مسلمانوں نے اس کے برعکس معاملہ اور طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ آگ سے بچنے کی بجائے گھر گھر آگ جلائی جاتی ہے اور آتش بازی خدا جانے مسلمانوں میں اس رات کیسے رواج پا گئی جو سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ آتشبازی سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے علاوہ جو ظاہری نقصان ہوتا ہے اس کا اندازہ اخبارات کی اطلاعات کے ذریعہ باسانی لگایا جاسکتا ہے۔ مسلمانانِ پاکستان کو چاہیے کہ اجتماعی طور پر اس غلط اور خلافِ شرع نقصان دہ رسم کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ ہر برائی کوشش اور محنت سے ختم ہوسکتی ہے۔ مومن وُہ ہے کہ وہ ہمہ وقت اسلام کا مبلغ رہے۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط

"تم بہترین اُمت ہو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔"

اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اس عمل کو کبھی نہ ترک کریں

اور ہمیشہ تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔ آج ہم نے اس مقدس فریضہ سے منہ موڑ لیا ہے، تبلیغی کاموں میں حصہ لینا بالکل ترک کر دیا ہے۔ ہماری تنزلی اور غلامی کا سبب یہی ہے کہ ہم نے اسلام کے اصولوں پر عمل ترک کر دیا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں: ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

O

گر تو میخواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

اُسوۂ حسنہ مسلمان کی کامیابی کا راز صرف اور صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر عمل کرنے میں مضمر ہے۔ پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ط

"رسولِ کریم کی ذات میں ہی تمہارے لیے بہترین اُسوہ ہے"۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ ان کی زندگیوں کا ہر عمل سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا تھا۔

ادا اور اقتداء مسند امام احمد صفحہ ۱۶ ج ۱ میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا اور وضو کیا اور ناک میں پانی ڈالا اور تین تین بار چہرہ اور بازو تک ہاتھوں کو دھویا پھر سر کا مسح کیا اور پاؤں کے موزوں پر مسح کیا۔ معاً آپ نے تبسم فرمایا۔ پھر احباب سے کہا معلوم ہے میں نے کیوں تبسم کیا ہے؟ امیرالمومنین نے فرمایا: اسی جگہ حضور علیہ السلام نے یونہی پانی منگوایا تھا اور وضو فرمایا تھا۔ پھر تبسم فرمایا اور صحابہ سے کہا جانتے ہو میں نے کیوں تبسم کیا؟ صحابہ نے عرض کیا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ اللہ جانے اور اس کا رسول۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی وضو کرتا ہے ہاتھ دھونے سے ہاتھوں اور منہ دھونے سے منہ اور سر کے مسح سے سر کے اور پاؤں دھونے سے پاؤں کے

Marfat.com

گناہ گر جاتے ہیں۔ اس روایت کو کسی نے بہت اچھا نظم کیا ہے: ؎

وضو کرکے خندہ ہوئے شاہِ عثماں
کہا کیوں تبسم بھلا کر رہا ہوں
جوابِ سوال مخالف دیا پھر
کسی کی ادا کو ادا کر رہا ہوں

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۱۴ میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ایک سواری آئی آپ اس پر سوار ہونے لگے جب اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا، جب زین پر بیٹھے تو کہا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○ پھر الحمد للہ کہا اور اللہ اکبر تین بار پڑھا اور پھر یہ دعا فرما کر تبسم فرمایا:

سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ط

عرض کیا گیا کہ یا امیر المومنین! اس تبسم کا کیا مطلب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو یونہی دیکھا ہے آپ نے بھی تبسم فرمایا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے کس لیے تبسم فرمایا؛ حضور علیہ السلام نے فرمایا بندہ کہتا ہے یا اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے۔ تو اللہ راضی ہوتا ہے کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ گناہ بخشنے والا میں ہی ہوں۔ حضرت مولا علی کا تبسم صرف اقتداً تھی اور ایک ولولہ تھا کہ جو کام حضور کریں ہیں اسی طرح کرنا چاہیے ؎

مجھے شادمانی اسی بات کی ہے
کہ تقلیدِ شاہِ ہدیٰ کر رہا ہوں
ید اللہ پہ جو تھا کیا عہد و پیماں
وہی عہدِ طاعت وفا کر رہا ہوں

Marfat.com

رحمتِ الٰہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دھارے چلتے ہیں۔ اس کی رحمت بے پایاں ہے، اس کی نعمتوں کا شمار نہیں۔ حدیثِ قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ۔

"میری رحمت میرے غضب پر غالب آگئی ہے۔"

مگر اس رحمت کے حصول کا ذریعہ اقتدائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۹۱ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص سب سے پیچھے بہشت میں داخل ہوگا اس کی حالت یہ ہوگی کہ کبھی چلتا ہوگا اور کبھی گر پڑتا ہوگا۔ جب دوزخ سے گزرنے لگے گا تو پھر جہنم کی طرف دیکھ کر کہے گا پاک ہے وُہ ذات جس نے مجھے تجھ سے نجات بخشی ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ انعام دیا ہے جو کسی کو نہیں ملا۔ فوراً ایک درخت ظاہر ہوگا، بندہ کہے گا: یا اللہ! مجھے اس درخت کے نیچے کردے تاکہ اس درخت کے سائے سے فائدہ حاصل کروں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر تیری یہ آرزو پوری کردی جائے تو تُو کچھ اور طلب کرے گا: بندہ کہے گا یا اللہ! بالکل نہیں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ اللہ تعالیٰ اسے درخت کے نیچے کردے گا۔ جب وہاں پہنچے گا تو ایک اور درخت نظر آئے گا جو پہلے سے زیادہ خوب صورت ہوگا۔ بندہ عرض کرے گا: یا اللہ! مجھے اس درخت کے سائے میں پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تُو نے میرے ساتھ وعدہ نہیں کیا تھا کہ اب کچھ طلب نہیں کروں گا۔ وہ عرض کرے گا: یا اللہ! اب پکا وعدہ کرتا ہوں کہ اب کچھ نہیں مانگوں گا۔ پھر وہ اس درخت کے نیچے پہنچا دیا جائے گا۔ جب وہاں پہنچے گا تو جنت کے قریب ایک ایسا درخت نظر آئے گا جو پہلے دونوں درختوں سے کہیں زیادہ خوب صورت ہوگا۔ اسے دیکھ کر بندہ کہے گا، یا اللہ! اگر اس کے قریب پہنچا دے تو پھر کبھی کچھ عرض نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے وہاں پہنچا دے گا۔ جب وہاں پہنچے گا تو جنتیوں کی آواز سنے گا تو فوراً عرض کرے گا، یا اللہ! اگر تُو مجھے جنت میں داخل کردے تو تیرا کیا جائے گا۔ پھر کبھی کچھ نہیں مانگوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تُو سوال کرنے سے رُکتا ہی نہیں، تجھ سے میں چھٹکارا کیسے حاصل کروں، بتا تجھے جنت

میں ساری دنیا سے دس حصے زیادہ جگہ عطا کر دوں پھر تو راضی ہو جائے گا؟ وہ بندہ عرض کرے گا یا اللہ! تو رب العالمین ہو کر مجھ سے مذاق کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی بات پر راضی ہو جائیگا اور فرمائے گا کہ میں مذاق نہیں کرتا میں جو چاہوں اس پر قادر ہوں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور اس مقام پر پہنچے تو تبسم فرمایا اور وہی سنت آج میں ادا کر رہا ہوں۔

حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی اقتداء ہی مسلمان کے لیے نجات کا سبب ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

"اے محبوب! اعلان فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ خود تم سے محبت فرمائے گا اور تمہاری خطاؤں کو معاف فرمائے گا اللہ غفور رحیم ہے"

اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبب صرف حضور علیہ السلام کی اقتداء و اتباع ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

Marfat.com

ماہِ رمضان المبارک کی تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْہَادِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ ○

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ط

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ط فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْعَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ○

"رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اُترا، لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلے کی روشن باتیں، تو تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں

- - - - - - - - - - - اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے
اور تم پر دشواری نہیں چاہتا، اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کی
بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمھیں ہدایت کی اور کہیں تم شکرگزار ہو۔

حضرات! یہ بابرکت اور باعظمت مہینہ رمضان المبارک اپنے جلو میں رحمتیں اور مغفرتیں لیے تشریف لاتا ہے۔ اس تیس دن کے مہمان کی رضا سے رضائے الٰہی نصیب ہوتی ہے۔

فلسفۂ روزہ انسان کو ہر وقت رزق دینے والا خالق یہ امتحان لینا چاہتا ہے کہ سارا سال میری نعمتیں کھانیوالے آیا صرف تیس دن ان کو میرے لیے چھوڑ بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ چونکہ اس کا تعلق براہِ راست اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے اس لیے امتحان دینے والا یا لینے والا ہی جانتا ہے کہ وہ امتحان میں کامیاب ہوا ہے یا نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، حدیث قدسی ہے:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ۔

"روزہ صرف میرے لیے ہوتا ہے اور اس کی جزاء میں خود ہی براہِ راست عطا کرتا ہوں۔"

اور بعض حضرات نے اسے اَنَا اُجْزٰی بِہٖ بھی پڑھا ہے۔ پھر یہ معنیٰ ہوں گے کہ روزہ کی جزا میں خود ہی ہوں۔ یعنی روزہ دار یہ امتحان دے کر مجھے ہی پالیتا ہے۔

روزہ کا انعام قرآن کریم میں مختلف مقامات میں اعلان ہوا ہے کہ جو اچھے اعمال کریگا اسے جنت ملے گی تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اس میں نہریں جاری ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ گویا کہ اعمالِ صالحہ کے نتیجہ میں جنت حاصل ہوتی ہے۔ نماز، حج، زکوٰۃ، غرباء کی امداد، بیماروں کی عیادت، مساکین کی خبرگیری وغیرہ تمام اعمالِ خیر سے جنت ملتی ہے۔ مگر روزہ وہ عبادت ہے جس سے جنت والا ملتا ہے خود مالکِ حقیقی ہی مل جاتا ہے۔

محمود و ایاز ایک دفعہ محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواہرات اپنے جرنیلوں کے سامنے پھینکتے ہوئے فرمایا کہ چن لیجئے اور خود آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی

Marfat.com

دُور جا کر واپس دیکھا تو ایاز گھوڑے پر سوار پیچھے آ رہا ہے۔ پُوچھا ایاز! یہ کیا؟ کیا تجھے موتی اور جواہرات نہیں چاہئیں۔ ایاز نے عرض کیا: جو موتیوں کے طالب تھے موتی چُن رہے ہیں مجھے موتی نہیں بلکہ موتیوں والا چاہیے۔ مجھے جو درکار ہے میں اس کے ساتھ ہُوں۔

اسی سلسلہ میں ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ ربیعہ حضور علیہ السلام کے صحابی تھے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو وضو کرایا تو رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَلْ رَبِیْعَۃُ! اے ربیعہ! مانگ کیا چاہتا ہے؟

سبحان اللہ! حضرت ربیعہ نے کیا ہی خوب مانگا۔ عرض کیا:

اَسْئَلُکَ مرافقتك فی الجنۃ۔ جنت میں بھی آپ ہی کے پاس حاضر رہوں۔

گویا کہ عرض کیا آپ سے آپ ہی کو مانگتا ہُوں۔ کسی شاعر نے اس کو خوب ادا کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ربیعہ نے عرض کیا: ؎

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی ساری کائنات
مجھ سا کوئی گدا نہیں، تجھ سا کوئی سخی نہیں
تیرے کرم سے بے نیاز کون سے شئے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

پھر آپ غور فرمائیں کہ جس کو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام فرمائیں: مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس کی قسمت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

روزہ کے فرض ہونے کی وجہ اسلام میں اکثر اعمال کسی نہ کسی واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔ مثلاً صفا اور مروہ کے درمیان حاجیوں کا دوڑنا حضرت ہاجرہ کے ان دو پہاڑوں کے درمیان دوڑنے کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے پانی تلاش کرنے

Marfat.com

ان دونوں پہاڑوں پر دوڑتی ہیں۔ وہی طریقہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک حاجیوں کے لیے لازم قرار دے دیا۔ اسی طرح ان دنوں میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دن غارِ حرا میں گزارے تھے۔ ان دنوں میں آپ دن کو کھانے سے پرہیز کرتے تھے اور رات کو ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان دنوں کی یاد تازہ کرنے کے لیے روزے فرض کیے تاکہ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت قائم رہے۔

پہلی اُمتوں کے روزے

روزہ ہر امت کے لیے فرض تھا مگر اس کی صورت ہمارے روزوں سے مختلف تھی۔ کتابوں میں آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو روزہ رکھتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ دار رہتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن چھوڑ کر دُوسرے دن روزہ رکھتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور دو دن افطار کرتے۔

ایمان پر پختگی

سخت گرمی ہے پیاس سے حلق سُوکھ رہا ہے، ہونٹ خشک ہیں مگر وہ پانی موجود ہوتے ہوئے بھی اس کی طرف دیکھتا تک نہیں۔ کھانا موجود ہے بھُوک کی شدت سے حالت دگرگوں ہے مگر وہ کھانے کی طرف ہاتھ تک نہیں بڑھاتا۔ آپ اندازہ فرمائیں اس شخص کا خدا پر کتنا پختہ ایمان ہے، کتنا زبردست یقین ہے وہ جانتا ہے کہ اس کی حرکت ساری دنیا سے چھُپ سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اس کا اللہ تعالیٰ پر یہ یقین روزے کا عملی نتیجہ ہے کیونکہ دُوسری عبادتیں کسی نہ کسی ظاہری حرکت سے ادا کی جاتی ہیں مگر روزے کا تعلق باطن سے ہے۔ اس کا حال اللہ اور اس کے بندے کے سوا کوئی نہیں جانتا چھپ کر کھا اور پی لے لوگ یہی سمجھتے رہیں گے کہ روزے سے ہے۔

لیلۃ القدر

رمضان المبارک میں ایک ایسی عظمت والی رات ہے جس کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی پُوری سُورت نازل فرمائی۔ اسی رات میں قرآن کریم لوحِ محفوظ سے بیت المعمور پر اتارا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ

Marfat.com

الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (پ ۳۰)

"بے شک ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اتارا اور تم نے کیا جانا کیا ہے لیلۃ القدر لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک"۔

تطبیق قرآن کریم کی اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن کریم کو ایک رات میں اتارا ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے،

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ۔

کہ ہم نے اسے رمضان کے مہینے میں اتارا ہے۔

اور واقعات اور تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جبریل علیہ السلام تئیس سال کی مدت میں لاتے رہے اس میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ لیلۃ القدر کو جو رمضان المبارک میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو لوحِ محفوظ سے بیت المعمور (آسمان دنیا پر ایک جگہ ہے) میں اتارا اور وہاں سے پھر حضرتِ جبریل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تئیس سال تک لاتے رہے۔

دو صیغے اس سلسلے میں قرآن کریم میں دو صیغے آتے ہیں ایک بابِ تفعیل سے اور دوسرا بابِ افعال سے۔ بابِ تفعیل جیسے نَزَّلَ يُنَزِّلُ تَنْزِيلًا اور بابِ افعال جیسے أَنْزَلَ يُنْزِلُ إِنْزَالًا۔ تو جس جگہ بابِ تفعیل ہو وہاں مراد ہوتی ہے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا اور جہاں بابِ افعال ہو وہاں مطلب ہے دفعۃً، واحدۃً یعنی یکبارگی۔ افعال سے مراد لوحِ محفوظ سے بیت المعمور اترنا اور بیت المعمور سے آسمانِ دنیا پہ نازل کرنا بابِ تفعیل کا ترجمہ ہوگا۔

کثرتِ تلاوت چونکہ قرآن کریم اسی ماہ میں اتارا گیا اسی لیے زیادہ مناسب یہی ہے کہ اس بابرکت مہینہ میں قرآنِ کریم کی تلاوت کثرت سے

کی جائے۔ تلاوتِ کلامِ الٰہی سے قلب کو سکون حاصل ہوتا ہے، روح کو تسلی نصیب ہوتی ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے ؛

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

"دلوں کو اطمینان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہوتا ہے۔"

دنیا کی دولت و ثروت، مکانات، بلڈنگیں غرضیکہ دنیا کی ہر چیز سے پریشانی اور بے اطمینانی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے صرف ایک اللہ تعالیٰ کا ہی ذکر ہے جس سے دل مطمئن ہوتے ہیں اور پھر قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کو جتنی مرتبہ پڑھتے جائیے لذت اور شوقِ تلاوت زیادہ ہی ہو ہوتا جاتا ہے۔ دنیا کی کسی کتاب کو آپ دو چار مرتبہ پڑھ جائیے پھر اسے ہاتھ لگانے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ قرآن پاک ہی کا اعجاز ہے کہ ایک ہی آیت کو بار بار سننے اور پڑھنے پر بھی جی نہیں اکتاتا۔

رمضان المبارک میں عموماً مسلمان نماز تراویح میں ختم قرآن کریم کرتے ہیں بلکہ میں نے کئی حفاظ ایسے بھی دیکھے ہیں جو صرف ایک رکعت میں ہی ختم کر لیتے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہر روز دو قرآن کریم ختم فرمایا کرتے تھے۔

ثوابِ تلاوت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کتاب کا ایک حرف تلاوت کرنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور دس گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ فرمایا ؛

الٓمّٓ لَیْسَ بِحَرْفٍ بَلْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَّ لَامٌ حَرْفٌ وَّ مِیْمٌ حَرْفٌ۔

"الف، لام، میم ایک حرف نہیں بلکہ علٰحدہ علٰحدہ تین حرف ہیں الٓمّٓ پڑھنے والے کو تیس نیکیاں ملتی ہیں اور اتنے ہی گناہوں پر قلم پھیر دی جاتی ہے۔"

جس جگہ تلاوت کی جائے وہاں پروردگارِ عالم کی رحمت کی بارشیں نازل ہوتی ہیں۔

تلاوت اور شاہِ حبشہ اسلام میں پہلی ہجرت حبشہ کی طرف ہوئی جن حضرات نے یہ ہجرت فرمائی ان کی قیادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کر رہے تھے۔ اس قافلے میں حضرت جعفر بن ابی طالب بھی شامل تھے۔ یہ قافلہ حبشہ جا کر آباد ہو گیا۔ ادھر کفارِ مکہ نے ان مسلمانوں کو وہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ ایک وفد شاہِ نجاشی کے دربار میں بھیجا کہ چند مسلمان تمہارے ملک میں آ گئے ہیں جو ملک میں فساد اور بدامنی پیدا کریں گے۔ بہتر ہے کہ آپ ان کو اپنے ملک سے نکال دیں۔ اس وفد کی باتیں سُن کر شاہِ حبشہ نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلایا اور حقیقتِ حال دریافت کی۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے شاہِ نجاشی کے دربار میں جو تقریر فرمائی اسے آپ بھی سماعت فرمائیے اس تقریر کو سیرت ابن ہشام سے لیا گیا ہے۔ حضرت جعفر نے کہا :

"اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے، بتوں کو پُوجتے تھے، نجاست میں آلُودہ تھے، مردار کھاتے تھے، بیہودہ باتیں کرتے تھے، ہم میں انسانیت اور سچی مہمان داری کا نشان تک نہ تھا۔ ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا جس کے حسب و نسب، سچائی، دیانتداری، تقویٰ، پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی اور سمجھایا کہ اس اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اس نے ہمیں پتھروں کی پُوجا سے روکا۔ اس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں۔ وعدہ پورا کریں۔ گناہوں سے دُور رہیں۔ برائیوں سے دُور رہیں۔ اس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھا کریں، صدقہ دیا کریں اور روزہ رکھا کریں۔ ہماری قوم ہم پر ان باتوں کی وجہ سے بگڑ بیٹھی ہے، ان سے جہاں تک ہو سکا ہمیں ستایا تاکہ خدا کی عبادت چھوڑ دیں اور لکڑی اور پتھر کی مُورتیوں کی پُوجا شروع کر دیں۔ ہم نے ان کے ہاتھوں بہت تکلیفیں اور ظلم اٹھائے ہیں اور جب مجبور ہو گئے تو آپ کے ملک میں پناہ لینے آ گئے۔"

شاہِ نجاشی نے یہ تقریر سُن کر کہا کہ مجھے وہ کتاب سنائیے جو تمہارے رسول پر اتری ہے۔ حضرت جعفر طیار نے بھرے دربار میں سورۂ مریم سنانا شروع کر دی۔ ابھی چند ہی آیات پڑھی ہوں گی کہ بادشاہ رونے لگا۔ شدتِ گریہ سے اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

Marfat.com

کہنے لگا یہ تو وہی رسول ہیں جن کی خبر یسوع مسیح نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے یہ زمانہ نصیب ہوا۔ حضور میں آپ کے رسولِ برحق پر ایمان لاتا ہوں۔

قرآن پاک کے ساتویں پارے کی پہلی آیت پر غور فرمائیں۔ ارشاد ہوتا ہے؛

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ

اور جب سنتے ہیں جو ہم نے اپنے رسول پر اتارا تو دیکھے گا ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں اس لیے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔"

قرآن اور عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

اس سلسلے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔

جب مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تو عمرِ فاروق نے سوچا کہ کیوں نہ محمد کو قتل کر ڈالوں، ہر روز کا شر ا ختم ہو جائے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری (نعوذ باللہ من ذٰلک) اس بُرے اور غلط ارادے کو لے کر تلوار کو زہر میں بجھائے جا رہا تھا کہ راستے میں نعیم بن عبداللہ ملے، پُوچھا:

"عمر! کہاں جا رہے ہو تمہاری آنکھوں میں خون اترا ہوا ہے؟"

عمر نے کہا؛

"محمد کا قصہ پاک کرنے جا رہا ہوں۔"

نعیم نے کہا؛

"پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی تو اس پر ایمان لے آئے ہیں۔"

عمر سخت غصّے میں اپنی بہن کے گھر گئے اس وقت حضرت خباب بن الارت ہاتھ میں قرآن کریم کے اجزا لیے انھیں پڑھا رہے تھے۔ عمر کو آتا دیکھ کر حضرت خباب چھپ گئے اور بہن نے اجزا بھی چھپا دیے۔ عمر نے آتے ہی کہا یہ کیا ہو رہا تھا؟ بہن نے کہا کچھ نہیں۔ عمر نے کہا مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم دونوں محمد کا دین قبول کر چکے ہو۔ یہ کہہ کر بہنوئی اور بہن کو

Marfat.com

بے تحاشا مارنا شروع کر دیا۔ ادھر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھ بارگاہِ خداوندی میں اُٹھے اور آپ دُعا فرمارہے تھے :

یا اللہ ! دونوں عمروں میں سے ایک کو مسلمان کردے۔

؎ تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

دعا قبول ہو چکی تھی عمر نے بہن کو روتی دیکھ کر کہا اچھا لاؤ تو میں بھی وہ کلام دیکھوں جو تمہارے نبی پر اترا ہے۔ بہن نے کہا ہمیں خطرہ ہے کہ تُو اس کی بے ادبی کرے گا۔ کہا مجھے اپنے بتوں کی قسم ہے پڑھ کر واپس کر دُوں گا۔ بہن نے کہا اس کو پاک ہاتھ ہی چھُو سکتے ہیں۔ یہ باتیں سُن کر حضرتِ خباب بھی سامنے آئے اور کہنے لگے : الحمد للہ ! اللہ تعالیٰ نے عمر کے سینے میں اسلام کی محبت ڈال دی ہے۔ عمر نے غسل کیا پھر اجزائے قرآنِ کریم پڑھے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ پکار اُٹھے :

" بہن ! چل مجھے بارگاہِ محمدی میں لے چل "

عمر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ایک صحابی نے دوڑ کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا : " یا رسول اللہ ! عمر تلوار لیے آرہا ہے۔" حضرت حمزہ بن عبد المطلب نے کہا : آنے دو، اگر کسی بُرے ارادے سے آیا ہے تو اسی کی تلوار سے اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ عمر حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا : " عمر ! کیسے آئے ہو " ؟ عرض کیا خدا اور اس کے سچے رسول پر ایمان لانے۔" صحابہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور عمر ایمان لے آئے۔

؎

نگاہِ نبی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

پھر عمر کو وہی توحیدی نشہ پلایا گیا جسے دنیا کی کوئی ترشی نہ اتار سکی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ شراب ؎

طیبہ سے منگائی جاتی ہے ، سینوں میں چھپائی جاتی ہے
توحید کی مے پیالوں سے نہیں، نظروں سے پلائی جاتی ہے

جس طرف چشم محمد کے اشارے ہو گئے
جتنے ذرے سامنے آئے ستارے ہو گئے

بدر اور رمضان یہ اسی توحیدی نشہ کا نتیجہ تھا کہ شدت کی گرمی ہے، رمضان المبارک کی سترہ تاریخ، طویل دن اور منہ میں روزہ، تعداد میں کم، دشمن تین گنا زیادہ، مگر ہر طرف سے آوازیں آ رہی ہیں کہ: ؎

غلامانِ محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پروا نہیں کرتے

سامانِ حرب کی یہ حالت تھی کہ اگر زرہ ہے تو خود نہیں، خود ہے تو زرہ نہیں، شکستہ تلواریں ہیں ؎

تھے ان کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں
پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

نہ تیغ و تیر پر تکیہ نہ خنجر پر نہ بھالے پر
بھروسا تھا تو اک سادی سی کالی کملی والے پر

مگر: ؎

یہ لشکر ساری دُنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

صحابہ کا جذبہ غزوۂ بدر کے لیے جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار اور مہاجرین صحابہ کو جمع فرما کر دریافت کیا کہ کون ہے جو اپنی جان کو اللہ کی راہ میں قربان کرے۔ سب سے پہلے مہاجرین کی طرف سے حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی: ؎

ابو بکر و عمر نے عرض کی اے ہادیِ دوراں
ہمارے مال و جاں، اولاد سب کچھ آپ پہ قرباں

اور انصار کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ؎

اُٹھے مقداد اُٹھ کر عرض کی اے سرورِ عالم
نہیں ہیں قومِ موسٰی کی طرح کہہ دینے والے ہم
نبی کا حکم ہو تو پھاند جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کر دیں نعرۂ اللہُ اکبر میں
قریشِ مکّہ تو کیا چیز ہیں دیووں سے لڑ جائیں
سنانِ نیزہ بن کر سینۂ باطل میں گڑ جائیں

قومِ موسٰی کا جواب یہ جواب ان صحابہ کا تھا جن کے پیٹ پر تین تین دن تک پتھر بندھے رہتے تھے۔ آئیے، اب ذرا اس قوم کا جواب بھی سُنیے جن کے کھانے کے لیے من و سلوٰی، پہننے کے لیے قدرتی لباس، پینے کے لیے چشموں کے ٹھنڈے اور میٹھے پانی، اور سائے کے لیے بادلوں کا انتظام تھا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

۱۔ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ۔

"پس بہہ نکلے اس سے بارہ چشمے ہر آدمی نے اپنا گھاٹ پہچان لیا۔"

۲۔ فَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى۔

"پس اتارے ہم نے تم پر قسم قسم کے کھانے۔"

۳۔ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ۔

"اور سایہ کر دیا ہم نے تم پر بادلوں کا۔"

اس ناز و نعم میں پروان چڑھنے والی قوم نے قومِ عمالقہ سے جنگ کے اعلان کے وقت موسٰی علیہ السلام کو کہا تھا:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۔

"تو اپنے رب کو اپنے ساتھ لے جا اور دونوں اکٹھے جنگ کرو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔"

اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا کہ نہیں ہیں ہم قوم موسیٰ کی طرح کہہ دینے والے۔

ارشادِ الٰہی ہوتا ہے:

بدر میں امدادِ الٰہی لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ○ (پ ۴، ع ۴)

اور یہ بات محقق ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو بدر میں منصور فرمایا حالانکہ تم بے سروسامان تھے سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم شکرگزار ہو جب کہ آپ مسلمانوں سے یوں فرما رہے تھے کہ کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تمہاری امداد کرے تین ہزار فرشتوں کے ساتھ جو اتارے جائینگے ہاں کیوں نہیں اگر مستقل رہو گے اور وہ لوگ تم پر ایک دم آپہنچیں گے تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمائے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو ایک وضع کے بنائے ہوں گے اور اللہ نے یہ امداد محض اس لیے کی کہ تمہارے لیے بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جائے اور نصرت صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو غالب حکمت والا ہے۔

جبریل کا گھوڑا اس جنگ میں ایک آواز آرہی تھی اَقْدِمْ حَيْزُوْمُ! اَقْدِمْ حَيْزُوْمُ۔ حیزوم آگے بڑھو، حیزوم آگے بڑھو۔ صحابہ کہتے ہیں ہم حیران تھے کہ آواز کیسی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ حیزوم جبریل کے گھوڑے کا نام ہے وہ اپنے گھوڑے کو کہہ رہے ہیں کہ آگے بڑھو۔ صحابہ فرماتے ہیں کئی بار ہم کسی کافر کو قتل کرنا چاہتے تو پہلے ہی قتل ہو جاتا۔ ہم سمجھ لیتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی امداد ہے۔

اس کفر و اسلام کی پہلی ٹکر میں جس میں مسلمان بے سروسامان تھے، تعداد میں

Marfat.com

بھی کم اور آلاتِ حرب بھی ناکافی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس قلیل جماعت کو اپنے سے تین گنا زیادہ لشکر پر شاندار فتح عطا فرمائی۔

پروردگارِ عالم اعلان فرماتا ہے :

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ○

" اللہ کے حکم سے کئی قلیل لشکر کثیر لشکروں پر غالب آجاتے ہیں۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے "

مسئلۂ کشمیر اور جہاد

مسلسل کئی سالوں سے مسئلۂ کشمیر سلامتی کونسل کی الماریوں میں پڑا ہے۔ اسے ایک کھلونا سمجھ کر بڑی طاقتیں اس سے کھیلتی رہی ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں ہندوستان خود کشمیر کے مسئلے کو لے کر سلامتی کونسل میں گیا اور ایک قرارداد پاس ہوئی کہ کشمیر کے پچاس لاکھ عوام کو اختیار دیا جائے اور وہ اپنی رائے کا اظہار کریں کہ آیا وہ پاکستان کے ساتھ ملنا چاہتے ہیں یا بھارت سے۔ مگر اس قرارداد پر آج تک سلامتی کونسل عمل نہ کرا سکی۔ بھارت کو یقین تھا کہ کشمیری مسلمان پاکستان کے حق میں ووٹ دیں گے اس لیے اس نے حیدر آباد، جوناگڑھ وغیرہ کی طرح کشمیر کو بھی ہڑپ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ایک طرف بھاری تعداد میں وہاں سے مسلمانوں کو دھکیل دیا گیا اور ان کی جگہ ہندو آباد کرنے شروع کر دیے۔ دوسری طرف تمام محبانِ وطن آزادی طلب عوامی رہنماؤں کو جیلوں میں دھکیل دیا اور جن سنگھی غنڈوں کی ایک فوج تیار کی اور اسے حکم دیا کہ مسلمانوں کا قتل عام کیا جائے، ان کے مکانوں کو جلا دیا جائے۔ چنانچہ اس وقت سے تین لاکھ سے زیادہ مسلمان شہید کیے جا چکے ہیں اور کئی مسلمانوں کو زندہ مکانوں کے اندر ہی جلایا جا چکا ہے۔ والدین کے سامنے ان سے ان کے معصوم بچے چھین کر انھیں سنگینوں سے چھلنی کیا گیا۔

تحریکِ آزادی

ان بے پناہ مظالم سے تنگ آکر کشمیری مسلمانوں نے مسلح تحریکِ آزادی کا آغاز کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پانچ ہزار مجاہدینِ آزادی

سروں پر کفن باندھ کر میدان میں نکل آئے اور اعلان کیا کہ ہم ہندو سامراج کو کشمیر سے ہمیشہ کے لیے نکال کر ہی دم لیں گے۔ ان مجاہدین نے ایک انقلابی کونسل قائم کر لی اور ایک اپنا آزاد ریڈیو صدائے کشمیر کے نام سے نصب کر لیا۔ آن کی آن میں یہ تحریک تمام کشمیر میں پھیل گئی۔ بھارت کی تمام مشینری معطل ہو کر رہ گئی اور مجاہدین کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ آخر ہندوستان اپنی تین لاکھ مسلح فوج کو کشمیر میں صرف اس لیے لایا کہ مجاہدینِ آزادی کو کچل دیا جائے مگر ان مجاہدین نے بھارت کی فوج کے چھکے چھڑا دیے۔

پاکستان پر حملہ بھارت کی حکومت نے ان مجاہدین کو پاکستانی فوج قرار دیا اور کہا کہ یہ پاکستانی فوج کے تربیت یافتہ سپاہی ہیں اور مقبوضہ کشمیر میں داخل ہوئے ہیں۔ بھارتی حکومت سے پوچھا جائے کہ اگر یہ صحیح ہے کہ مجاہدین پاکستان سے آتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوگا کہ تمہاری تین لاکھ فوج جو سرحدوں پر صرف اس لیے بیٹھی ہے کہ کوئی پاکستانی کشمیر میں داخل نہ ہو سکے، اس وقت یہ فوج کہاں تھی جب پاکستانی فوج پانچ ہزار کی تعداد میں ریاست میں داخل ہوئی اور کسی بھارتی فوجی کو ان پر شبہ نہ ہوا۔ ہندوستانی حکومت نے یہ مفروضہ قائم کر کے کہ یہ مجاہدین پاکستان سے آئے ہیں ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی رات اعلانِ جنگ کے بغیر ہی پچاس ہزار فوج سے جو ٹینک، توپ خانہ اور بکتر بند گاڑیوں پر مشتمل تھی لاہور پر حملہ کر دیا اور ۷ ستمبر کو ۶۰۰ ٹینکوں کی مدد سے سیالکوٹ پر حملہ بول دیا۔ ان کا خیال تھا کہ ہم اتنی کثیر افواج سے نہایت آسانی کے ساتھ لاہور اور سیالکوٹ پر قبضہ جما لیں گے مگر ان کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا اور بھارت کو اس حملہ کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ پاکستانی بحری، بری اور فضائی افواج نے بھارت کے ٹڈی دل لشکر کے پرخچے اڑا دیے۔ ۱۷ دن کی جنگ میں بھارت کے ساڑھے گیارہ ہزار سپاہی مارے گئے۔ ۱۱۰ ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔ ۶۰۰ کے قریب ٹینک تباہ ہوئے اور ۱۶۰۰ مربع میل کا وسیع علاقہ پاکستان کے قبضہ میں آ گیا اور بے پناہ فوجی ساز و سامان اور اسلحہ بھی۔ ہندوستانی سپاہی میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو شاندار فتح عطا کی اور اپنا وعدہ پورا فرما دیا۔

Marfat.com

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ ط

"بہت سی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آجاتی ہیں اللہ کے حکم سے"۔

دو بچے

میدانِ بدر میں اگرچہ مسلمان تعداد میں تیسرا حصّہ تھے مگر اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔ میدانِ بدر میں جہاں اور بڑے بڑے سردارانِ کفار قتل ہوئے وہاں ابوجہل بھی مارا گیا۔ اس کو دو ننھے بچوں نے قتل کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے قریب دو چھوٹے بچے دیکھے وہ دوڑتے ہوئے میرے قریب آئے اور پوچھا، چچا جان! ابوجہل کہاں ہے؟ میں نے کہا، بچو! کیوں پوچھتے ہو؟ وہ بولے، ؎

قسم کھائی ہے مرجائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوبِ باری کو

وہ ہمارے آقا و مولیٰ، ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اس لیے ہم نے تہیہ کر لیا ہے اور قسمیں کھائی ہیں کہ اس کو قتل کر کے ہی دم لیں گے یا اپنی جانیں اللہ کی راہ میں قربان کر دیں گے۔

حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں میں نے کہا بچو! تم اس تک نہیں پہنچ سکتے اس لیے کہ، ؎

حفاظت کر رہا ہے گرد ان کے فوج کا دستہ

بچے بولے،

یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا رستہ

آپ نے فرمایا کہ میں نے اشارہ کیا کہ بچو! وہ دیکھو سیاہ گھوڑے پر بیٹھا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں میں نے انگلی کا اشارہ کیا۔ میری نگاہ وہاں پہنچی، دیکھا تو دونوں بچے وہاں موجود تھے انہوں نے جاتے ہی اپنی ننھی ننھی تلواروں سے ابوجہل کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ ابوجہل گر پڑا۔ سب سے پہلی تلواریں جو اس کے سر پر صاعقہ بن کر چمکیں ان دونوں بچوں کی تھیں۔

Marfat.com

تھوڑی دیر بعد ایک لڑکا لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ دُوسرے کے بازو پر ایک کافر نے تلوار ماردی۔ اس کا بازو کٹ کر لٹک گیا۔ اس نے تلوار دوسرے ہاتھ میں لی اور چلاتا رہا۔

اللہ اللہ! کیا جذبہ تھا۔ لٹکتا ہوا بازو رکاوٹ بن رہا تھا، پاؤں کے نیچے رکھا اور توڑ کر دور پھینک دیا اس کو دُور پھینکتے ہُوئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے گھوڑا دوڑا کر تشریف لاتے اور ٹوٹا ہُوا بازو اٹھایا اور لعابِ دہن مبارک لگا کر پھر کندھے کے ساتھ جوڑ دیا۔ توڑنے والا ہے تو جوڑنے والا بھی موجود ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے بھی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

جو کافر گرفتار ہُوئے وہ حضور کی بارگاہ میں پیش کیے گئے۔ حضور نے صحابہ سے مشورہ فرمایا کسی کی رائے یہ تھی کہ اسے قتل کر دیا جائے اور ایک آواز آئی جو جس کا رشتہ دار ہو وہی قتل کرے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل والی تجویز کو قبول نہیں فرمایا۔ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تجویز زیادہ اچھی ہے کہ فدیہ لے کر انھیں رہا کر دیا جائے۔ چنانچہ کافر فدیہ دے کر رہا ہوتے رہے۔ ان گرفتار شدگان میں حضور علیہ السلام کے چچا عباس بھی تھے۔

حضرت عباس کا ایمان لانا

آپ نے آتی دفعہ اپنی بیوی کو اندر بلا کر کہا کہ یہ اشرفیوں کی ایک تھیلی ہے اسے سنبھال کر رکھنا، کسی کو خبر نہ ہو، یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا، اگر میں سلامت واپس آگیا تو فبہا ورنہ اتنی اشرفیاں فلاں کو اور اتنی فلاں کو دے دینا۔ جب عباس بارگاہِ رسالت میں حاضر ہُوئے تو حضور نے فرمایا فدیہ دو اور رہا ہو جاؤ۔

عباس نے کہا کہ میں غریب آدمی ہُوں میرے پاس کوئی رقم نہیں۔ دوبارہ حضور نے فرمایا کہ فدیہ دو اور رہائی حاصل کرو۔ عباس بولے میں نے کہہ دیا ہے کہ میرے پاس کوئی پیسہ نہیں ہے۔ تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا، اچھا ایسا کرو ہم تمہیں رہا کر دیتے ہیں اور تم جا کر بھیج دینا۔ عباس نے کہا، وہاں بھی میرے پاس کوئی رقم نہیں ہے۔ جب

Marfat.com

تین بار یونہی کہا تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آتی دفعہ جو اشرفیاں اپنی بیوی کو دے کر آئے تھے وہ بھی نہیں ہیں!

یہ سُن کر حضرت عباس پر رعشہ ہوا طاری
کہ پیغمبر تو رکھتا ہے دلوں کی بھی خبرداری

عباس نے کہا: یہ راز تو میری بیوی اور میرے سوا کوئی نہیں جانتا، جو غیب کی باتیں جانے اور مدینے بیٹھ کر مکے کے حالات کا علم رکھتا ہو وہ جھوٹا نہیں ہوسکتا، میں بھی پڑھتا ہوں: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

عباس حضور علیہ السلام کا علمِ غیب دیکھ کر ایمان لائے۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ کوئی علمِ غیب دیکھ کر ایمان لاتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو ایمان کا دعویٰ کر کے بھی حضور کے علمِ غیب کا انکار کر دیتے ہیں۔

یہاں ضمناً میں اتنا عرض کر دوں کہ ہمارے حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علمِ غیب عطا فرمایا ہے یعنی حضور کا علم عطائی ہے، اللہ کا علم ذاتی ہے۔ اگر حضور کے علم کو ذاتی مانا جائے تو شرک ہے۔ جب یہ عقیدہ ہو کہ مخلوق کا علم عطائی اور اللہ کا علم ذاتی ہے تو شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضور کو اللہ تعالیٰ نے علمِ غیب عطا فرمایا ہے اس کے لیے قرآن و حدیث کے بے پناہ دلائل موجود ہیں۔ اس جگہ چونکہ یہ مضمون نہیں ہے اس لیے اس کی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا صرف ایک آیت سماعت فرمائیے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ط

"عالم الغیب اپنے علمِ غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا مگر جس رسول پر راضی ہو جائے۔"

اس آیہ کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ جس رسول پر اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے

Marfat.com

اس کو علم غیب عطا فرماتا ہے مگر ہمارے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہی الگ ہے یہاں تو خالق خود چاہتا ہے کہ یہ مجھ پر راضی ہوں ۔ گویا اللہ تعالیٰ حضور کی رضا چاہتا ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۔

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد
زہے عزت و اعتلائے محمد کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمد

روزہ کی قسمیں عوام کا روزہ ، خواص کا روزہ ، اخص الخواص کا روزہ ۔ عوام کا روزہ یہ ہے کہ صبح پو پھٹنے سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک کھانے پینے اور بیوی کی قربت سے پرہیز کرے ۔ خواص کا روزہ یہ ہے کہ تمام دن یادِ الٰہی میں ان کی زبان مشغول رہے اور اخص الخواص کا روزہ یہ ہے کہ روزے کی حالت میں دل میں بھی غیرِ خدا کا خیال نہ آئے ۔

دو خوشیاں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ، ایک اپنے رب سے ملاقات کے وقت اور دوسری خوشی افطار کے وقت ۔

رحمت ، مغفرت ، نجات بیہقی میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ رمضان کا مہینہ وہ عظمت والا مہینہ ہے جس کی ابتداء میں رحمت ، درمیان میں مغفرت اور آخر میں دوزخ سے نجات ہے ۔

تنبیہہ بخاری ، مسلم ، ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بغیر کسی عذرِ شرعی کے رمضان کا ایک روزہ بھی ترک کرے گا تو ساری عمر کا روزہ رکھنا اس کا معاوضہ نہیں بن سکتا ۔ روزہ رکھتے وقت یہ الفاظ کہے :

وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ ۔

اور افطاری کے وقت یہ دعا پڑھے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّي لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ

وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ۔

تراویح بیہقی اور طبرانی نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔ سائب بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ بیس تراویح کے ساتھ قیام کرتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ تراویح کی بیس رکعت پر صحابہ کرام کا اجماع ثابت ہے۔ بیس رکعت تراویح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت ہے۔

تراویح میں ایک مرتبہ قرآن پاک کا ختم سنت ہے۔ دو بار فضیلت اور سہ بار افضل۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ رمضان المبارک کا احترام ہم زیادہ سے زیادہ کریں اور تلاوتِ کلامِ الٰہی بھی کثرت سے کریں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

Marfat.com

ماہِ شوال کی تقریر

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہِ الاَمِینِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ ط

اَمَّا بَعدُ

فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ ہ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ہ

لَقَد کَانَ لَکُم فِی رَسُولِ اللّٰہِ اُسوَۃٌ حَسَنَۃٌ ط

"تمہارے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین زندگی ہے۔"

حضرات! یہ ماہِ شوال ہے۔ یہ مہینہ ایک طرح رمضان المبارک کے مہینے کے نتیجے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ماہ مبارک کے چاند کی خوشی سال کے تمام چاندوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ عید کا چاند، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ایسا چاند جس کے بار بار دیکھنے کی خواہش ہو۔ عید عود سے مشتق ہے۔ مطلب یہ کہ عود کرنے والا دن، بار بار آنیوالا دن، مسرت وشادمانی کا دن۔

حقیقی خوشی مسلسل ایک ماہ امتحان میں بیٹھنے کے بعد جب نتیجہ کامیابی کی صورت میں نکلتا ہے تو وہ دن فطرۃً خوشی ومسرت کا دن ہوتا ہے۔ اور یہ امتحان ایسا ہے کہ اس میں ہر بیٹھنے والا کامیاب وکامران ہوتا ہے۔ پروردگارِ عالم جل جلالہٗ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۔

"جس نے بھی تزکیہ کی کوشش کی کامیاب ہوا"

اور وہ کامیابی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اسی میں حقیقی خوشی ہوتی ہے کیونکہ یہ ایسی کامیابی ہے جس کو کبھی فنا نہیں ۔

دوسری قوموں کی عیدیں تقریباً ہر قوم کا کوئی نہ کوئی دن خوشی کا ہوتا ہے اس دن وہ قومیں اپنی مذہبی اور اخلاقی قیود سے آزاد ہو جاتی ہیں۔ ان کے نزدیک جشن پابندیوں سے رہائی کا نام ہے۔ مگر اسلام کا نظریہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ مسلمانوں کے لیے جب کوئی خوشی کا دن آتا ہے تو ان میں اخلاقی قدریں اور اُجاگر ہو جاتی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا کہ مدینہ والوں نے سال میں دو دن ایسے مقرر کر رکھے ہیں جن کو وہ کھیل کُود، لہو ولعب میں گزار دیتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اسلام بے راہ روی اور لہو ولعب کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام قلب میں روحانیت اور طبیعت میں شرافت و نیکی پیدا کرنا چاہتا ہے تو حضور علیہ السلام نے ان جاہلیت کے تہواروں کے بدلے دو دن خوشی کے مقرر فرمائے۔ ایک عید الفطر اور دُوسرا عید قربان، مسلمانوں کے لیے ان دنوں میں لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا زیادہ سے زیادہ کریں اور بلند آواز سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ پڑھیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۔

"اور پُورا کرو تم گنتی اور اس پر کہ اللہ نے تمہیں ہدایت بخشی اس کی بڑائی بیان کرو تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔"

اور ایک دُوسری آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَ لَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝

Marfat.com

"اگر تم میرا شکر کروگے تو میں نعمتیں اور زیادہ فرما دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔"

مسلمان کا شیوہ ہے کہ غم اور خوشی دونوں میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، وہ جس حال میں رکھے اسی میں راضی رہے۔ غم اور خوشی دونوں اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے۔

ایک واقعہ بادشاہ کے وزراء اکثر اس راستے سے گزرا کرتے تھے جس راستے میں ایک فقیر یادِ الٰہی میں مصروف رہتا تھا۔ پھٹے پرانے کپڑے، پاؤں کو جوتا نصیب نہیں، بکھرے ہوئے بال، گدڑی بچھائے بیٹھا ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

"ان پھٹے پرانے کپڑے والوں کو حقارت کی نگاہ سے مت دیکھ، تجھے کیا خبر کہ اسی گرد میں کوئی سوار ہو۔"

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

یہ فقیر ہر روز وزیروں کو زرق برق لباس میں ملبوس گزرتے دیکھتا رہتا تھا۔ ایک دن حرفِ شکایت زبان پر لایا "یا اللہ! عبادت تو میں زیادہ کرتا ہوں اور مجھے کپڑے تک نصیب نہیں اور ایک یہ وزراء ہیں کہ بالکل دنیا دار ہیں اور تیری یاد سے غافل، مگر تو نے انھیں ہر قسم کی آسائش دے رکھی ہے۔ وقت گزرتا گیا کچھ مدت بعد اس سلطنت پر کسی دوسرے شہنشاہ نے حملہ کیا۔ وزراء گرفتار ہوئے، مخالف بادشاہ ان سے حکومت کے راز دریافت کرنا چاہتا تھا۔ انھوں نے ہر قسم کی سزا برداشت کی مگر راز ظاہر نہیں کیے۔

اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو فرمایا "جا اور جاکر ان وزراء کا حال دیکھ اور پھر سے

تو بھی ان سے بندہ بننا سیکھ لے تاکہ اپنے رب کو پھر طعنہ نہ دے

Marfat.com

تیرے بندہ بننے میں ہی ہے کلام ورنہ بندہ پروری ہے میرا کام

معذور اور مسجدِ کوفہ

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک بار زمانۂ طالب علمی میں مسلسل سفر کرتے ہوئے میرے پاؤں کا جوتا ٹوٹ گیا۔ نوکیلے پتھروں نے پاؤں زخمی کر دیے۔ دورانِ سفر میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کی کہ یا اللہ! تیرے راستے میں علمِ دین حاصل کرنے جا رہا ہوں مگر مجھے جوتا تک نصیب نہیں آپ فرماتے ہیں اسی حالت میں ننگے پاؤں کوفہ کی جامع مسجد میں پہنچا۔ نمازِ جمعہ کے بعد میں نے دیکھا، دروازے پر ایک آدمی بیٹھا مانگ رہا تھا اس کے دونوں پاؤں ہی نہیں تھے شیخ سعدی فرماتے ہیں میں فوراً مسجد میں گیا اور سجدہ میں گر گیا اور رو کر اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا یا اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے پاؤں تو عطا فرمائے ہیں وہ لوگ بھی ہیں جنھیں پاؤں بھی نصیب نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے سے کم مرتبہ والے کو دیکھے اعلیٰ کو نہ دیکھے ورنہ اس کے دل میں احساسِ کمتری پیدا ہو جائے گا۔

حضرات! انسان کے لیے ضروری ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے یہ نہیں کہ مصیبت آئے تو زبان یادِ الٰہی میں مصروف ہو جائے اور جب آرام نصیب ہو تو پھر پروردگارِ عالم کو ہی بھول جائے جیسے اللہ سے کوئی وعدہ ہی نہیں کیا تھا۔

فضولیات سے پرہیز

اس حقیقی خوشی و مسرت کے دن مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمانوں میں خوشی کے دن بے شمار فضول باتیں داخل ہو چکی ہیں۔ یہ دن تسبیح و تہلیل میں گزارنے کے بجائے لہو و لعب میں گزار دیا جاتا ہے۔ تماشے، سینما، تھیٹر اس دن زوروں پہ ہوتے ہیں۔ یہ اسلام کی عید نہیں جہالت کی عید ہے۔ مسلمان کی عید تو یہ ہے کہ فضا اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل سے گونج اٹھے مگر اس کے برعکس آج یہ حالات ہیں کہ دنیا کی کوئی بیماری نہیں جو مسلمانوں میں رائج نہ ہو گئی ہو۔ بٹیر بازی، کبوتر بازی، پتنگ بازی، کم تولنا، دھوکہ بازی، ٹھگ بازی، چوری، جھوٹ، زنا، قتل

Marfat.com

اس قدر عام ہو چکے ہیں کہ ان کی اصلاح کی تمام راہیں مسدود ہوتی نظر آتی ہیں اور پھر اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ اگر کوئی مبلغ ان کے خلاف آواز اٹھاتا ہے تو اسے یہ کہہ کر خاموش کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ان کا اپنا فعل ہے، اچھا ہے یا برا۔ آپ کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

لطیفہ ایک مسٹر صاحب گوجرانوالہ گھوڑا خریدنے جا رہے تھے، مسجد کے پاس سے گزرے۔ مسجد کے امام صاحب سے واقفیت تھی۔ سلام کیا۔ امام صاحب نے فرمایا: کہاں کا ارادہ ہے؟ بولے: گوجرانوالہ منڈی لگ رہی ہے وہاں گھوڑا خریدنے جا رہا ہوں کل واپس آجاؤں گا۔ امام صاحب نے فرمایا، یوں کہیے "انشاءاللہ العزیز"۔ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ جو کام آئندہ کرنا چاہو پہلے انشاء اللہ ضرور کہو۔ مسٹر نے کہا کہ تم مولوی لوگوں کو اِن شاءاللہ اور لاحول ولا قوۃ کے بغیر اور کچھ یاد ہی نہیں ہوتا۔ سات سو روپیہ میرا اپنا کمایا ہوا ہے، روپیہ میرا، گھوڑا لینے جا رہا ہوں اِن شاءاللہ کا کیا دخل! مولوی صاحب نے کہا مسٹر صاحب! وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ہم پر تو سنانا فرض ہے۔ مسٹر صاحب ریلوے اسٹیشن پر پہنچے گاڑی پر سوار ہونے لگے تو کسی جیب تراش نے ان کی جیب پر ہاتھ صاف کر لیا۔ مسٹر صاحب بے خبر منڈی پہنچے اور کئی گھوڑے دیکھے مگر مسٹر صاحب ہیں کہ انھیں کوئی پسند ہی نہیں آتا۔ آخر ایک گھوڑا اچھا لگا اس کے مالک سے پوچھا اس کی قیمت کیا ہے؟ اس نے کہا، ایک ہزار روپے۔ مسٹر نے کہا، ایک ہزار بہت زیادہ ہے چھ سو دوں گا۔ ایک سو روپے گھوڑے والے نے کم کر دیے۔ ایک سو اس نے زیادہ کیے اور سات سو پر سودا ہو گیا۔ جونہی مسٹر صاحب نے سات سو روپے نکالنے کے لیے ہاتھ جیب میں ڈالا، ہاتھ نیچے ہی چلا گیا بہت شرمندہ ہوا۔ واپس آیا تو دوبارہ مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مولوی صاحب نے کہا، سنائیے مسٹر صاحب۔ مسٹر صاحب نے کہا مولوی صاحب! بات یہ ہے کہ جب میں آپ کے پاس سے اِن شاءاللہ ریلوے سٹیشن پر پہنچا: اِن شاءاللہ بڑے گھوڑے دیکھے، کوئی اِن شاءاللہ پسند ہی نہ آیا، آخر ایک پسند آیا اِن شاءاللہ گھوڑے کے مالک سے کہا اِن شاءاللہ کیا لینا ہے، اس نے

Marfat.com

کہا ان شأ اللہ ایک ہزار، میں نے کہا ان شاء اللہ چھ سو۔ اس نے کہا ان شاء اللہ نو سو۔ میں نے ان شأ اللہ سات سو کہا اور سودا ہو گیا۔ ان شاء اللہ العزیز مولوی صاحب جب میں نے ہاتھ جیب میں ڈالا تو ان شأ اللہ ہاتھ نیچے ہی چلا گیا۔ مولوی صاحب نے کہا اب وقت گزر جانے پر ان شأ اللہ کے ورد کا کیا فائدہ! ؎

وقت پر کافی ہے قطرہ آبِ خوش ہنگام کا
جل گیا جب کھیت برسا مینہ تو پھر کس کام کا

میاں محمد صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، ؎

جاں کھیتی دا گھ نہ رہیا نہ سُکا نہ ہریا
کس کم دُھپ سُکاون والی کس کم بدل وریا

مسلمان کی شان یہ ہے کہ ہر وقت اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت حذیفہ اور حضور کا حکم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کا مطالعہ فرمائیے تو یہ بات کتنی واضح نظر آئے گی کہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ اسلامی احکام کا عملی نمونہ تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں ہمارے ایک طرف کفار کا لشکر تھا جو ہم پر حملہ کے لیے تیار تھا اور دوسری طرف اندرونی دشمن بنو قریظہ کے یہودی اس امر کے منتظر تھے کہ مدینہ منورہ کو خالی دیکھ کر ہم فوراً حملہ کریں ہم لوگ دفاع کے انتظام میں مصروف تھے۔ منافق اپنے گھر کے تنہا اور خالی ہونے کا بہانہ کر کے حضور علیہ السلام سے اجازت لے لے کر واپس جا رہے تھے۔ اسی دوران ایک زبردست آندھی آئی جس کی شدت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اندھیرا اس قدر زیادہ تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بادلوں کی کڑک، شور اور بجلی کی چمک اس شدت کو اور زیادہ کر رہی تھی ہم تقریباً تین سو صحابہ ایک جگہ موجود تھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک کا حال دریافت فرما رہے تھے۔ جب حضور علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے تو میری حالت یہ تھی کہ میرے

Marfat.com

پاس نہ تو دشمن سے بچاؤ کے لیے کوئی ہتھیار اور نہ سردی سے بچنے کے لیے کوئی کپڑا ، صرف ایک چادر تھی جو اوڑھنے میں گھٹنوں تک آتی وہی میں اوڑھے ہوئے زمین کے ساتھ چمٹا بیٹھا تھا حضورؐ نے فرمایا ، کون ہے ؟ میں نے عرض کیا ، حذیفہ۔ اور میں سردی کے مارے اُٹھ بھی نہ سکا۔ حضورؐ نے فرمایا ، حذیفہ جلدی دوڑ کر جاؤ اور دشمن کے لشکر کی خبر لاؤ کہ وہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ حذیفہ فرماتے ہیں میں اس وقت گھبراہٹ اور سردی کی وجہ سے سخت خستہ حال تھا مگر حضور علیہ السلام کے حکم کو سنتے ہی فوراً کھڑا ہو گیا اور دشمن کے لشکر کی طرف چل دیا۔ جب میں جانے لگا تو حضورؐ نے دُعا فرمائی :

اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ فَوْقِهِ وَمِنْ تَحْتِهِ۔

"یا اللہ ! اس کی حفاظت کر سامنے سے ، پیچھے سے ، دائیں اور بائیں سے ، اُوپر اور نیچے سے "

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد سے میرے قلب میں ایک انقلاب آگیا ، مجھ سے خوف اور سردی بالکل دُور ہو چکی تھی اور ہر قدم پہ یہ معلوم ہوتا تھا جیسے میں گرمی میں چل رہا ہوں۔ حضورؐ نے چلتے وقت یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرنا ، خاموشی سے دیکھ کر واپس آجانا۔ جب میں دشمن کے لشکر کے پاس پہنچا تو دیکھا ان کے خیموں پر پتھر برس رہے ہیں۔ خیموں کی رسیاں ٹوٹ رہی ہیں۔ گھوڑے اور دوسرے جانور ہلاک ہو رہے ہیں ابوسفیان جو اس وقت ساری فوجوں کا سردار تھا اپنے خیمے میں آگ سینک رہا تھا۔ میں بھی خیمے میں داخل ہو گیا۔ دل میں خیال آیا موقع اچھا ہے ابوسفیان سے نپٹ لوں۔ ترکش سے تیر نکالا تو حضور علیہ السلام کا حکم یاد آگیا کہ خاموشی سے واپس آجانا کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ میں نے تیر پھر ترکش میں ڈال لیا۔ ان کو شبہ ہو گیا کہنے لگے ہم میں کوئی جاسوس ہے۔ ہر شخص اپنے ساتھ والے کا ہاتھ پکڑ لے۔ میں نے بھی جلدی سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پُوچھا تُو کون ہے ؟ وہ کہنے لگا ، سبحان اللہ ! تو مجھ کو بھی نہیں جانتا میں فلاں ہوں۔ اس کے بعد چپکے سے واپس آگیا۔ جب آدھا راستہ طے کر لیا تو چند سوار عمامے پہنے ہوئے

Marfat.com

ملے۔ انہوں نے کہا، حذیفہ! اپنے آقا سے کہہ دینا آپ بے فکر رہیں اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کا انتظام کر لیا ہے وہ دیکھو واپس بھاگے جا رہے ہیں۔ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے، فراغت پر وہاں کا منظر جو میں نے دیکھا تھا بیان کر دیا۔ جاسوس کا قصہ سن کر حضور کے دندانِ مبارک چمکنے لگے ؎

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

حذیفہ فرماتے ہیں پھر حضور نے مجھے اپنے پاؤں کے نزدیک لٹا لیا اور چادر کا ایک پلّہ مجھے عطا فرما دیا۔ میں نے حضور علیہ السلام کے مبارک قدموں کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ سبحان اللہ! صحابہ کرام کی بھی کیا زندگی تھی، ان کے لیے کوئی مصیبت و مشکل بھی حضور علیہ السلام کے حکم پر عمل کرنے سے مانع نہ ہو سکتی تھی وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ پہ ہر وقت عمل پیرا ہونے کی کوشش میں مصروف رہتے تھے۔ وہ بلندیٔ کردار جو صحابہ کرام کی زندگیوں میں نظر آتی ہے یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ جو کام حضور کو کرتے دیکھا اسی پر فوری طور پر عمل شروع کر دیا۔ آپ ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل کریمانہ پر ایک نظر ڈالیں صحابہ اسی کے پیکر تھے۔

خصائل نبوی

۱۔ حضور علیہ السلام مویشیوں کو چارہ خود ڈال لیا کرتے تھے۔
۲۔ اُونٹ باندھتے، گھر میں صفائی کرتے۔ ۳۔ بکری کا دُودھ دوہ لیا کرتے۔
۴۔ خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ ۵۔ خادم کو اس کے کام میں مدد دیتے۔
۶۔ بازار سے خود سودا لے آتے۔ ۷۔ ہر چھوٹے بڑے کو سلام پہلے فرماتے۔
۸۔ غلام و آقا، حبشی و ترکی میں ذرا فرق نہ فرماتے۔ ۹۔ ہر شخص کی دعوت قبول کر لیتے۔
۱۰۔ ہر ایک پر رحم فرماتے۔
۱۱۔ زبان پہ کوئی گندی بات نہ لاتے۔ ۱۲۔ کسی پر لعنت نہ فرماتے۔
۱۳۔ ہر شخص کی قدر و منزلت سے آگاہ رہتے۔ ۱۴۔ اطاعت گزار کو خوشخبری فرمایا کرتے۔
۱۵۔ گنہ گاروں کو ڈر سنایا کرتے۔ ۱۶۔ بے سہاروں کو پناہ دیتے۔
۱۷۔ بلند آواز سے کلام نہ فرماتے۔ ۱۸۔ معافی مانگنے والے کو معاف فرما دیتے۔

Marfat.com

۱۹۔ کسی کا دل نہ دکھاتے۔ ۲۰۔ لباس سادہ پہنتے۔

۲۱۔ کھانا بھی سادہ تناول فرماتے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائلِ کریمہ کی یہ ایک مختصر سی جھلک تھی جس پر صحابہ کرام عمل کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں کوشاں رہتے۔

آئیے! آج عید کے دن ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کریں کہ ہم ہمیشہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ پروردگارِ عالم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عید الفطر کی خوشی تب ہی حقیقی خوشی ہو سکتی ہے جب تمام مسلمان مل کر عید منائیں اس وقت کئی ممالک میں مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ گرائے جا رہے ہیں۔ خصوصاً ہندوستان اور کشمیر کے مسلمان تو مسلسل سالوں سے ظلم کی چکی میں پستے جا رہے ہیں۔ جب تک کشمیری بھائی آزاد ہو کر ہمارے ساتھ عید کی خوشیوں میں شامل نہیں ہوتے ہماری عید عید نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے انھیں جلد آزادی کی نعمت سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ۔

ماہِ ذوالقعدہ کی تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ الْاَمِيْنِ
وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَاَصْحَابِهِ الْهَادِيْنَ
الْمَهْدِيِّيْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَ
اَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ
تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ
اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى
يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝
(سورہ توبہ)

"فرما دیجئے اگر تم کو تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور
قبیلے اور تمہارا کمایا ہوا مال اور جس تجارت میں تمہیں نقصان کا

خطرہ ہو اور پسندیدہ گھر زیادہ پیارے ہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے تو اللہ کے عذاب کی انتظار کرو۔ اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

حضرات! یہ آیہ کریمہ جس کو میں نے عنوانِ تقریر بنایا ہے، ایک طویل مضمون کی حامل ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تمہیں یہ آٹھ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو اللہ کے عذاب کا انتظار کرو۔ معلوم ہُوا کہ اللہ کا رسول اور جہاد ہمیں ہر چیز سے مقدم اور عزیز سمجھنا چاہیے۔ جن حضرات نے واقعی ایسا کیا اور یہ تمام چیزیں اللہ کی راہ میں قربان کر دیں وہ ہر میدان میں کامیاب و کامران رہے۔ فتح و نصرت نے بڑھ کر ان کے قدموں کو بوسے دیے۔ آئیے اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے صحابہ کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کریں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ اعلانِ نبوت سے پہلے بہت مالدار تھے اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں قربان کر دیا، کئی غلام آزاد کیے، جنگوں میں بے پناہ مال دیا۔ حضور علیہ السلام کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی آپ ہی نے خرید کر آزاد کیا تھا مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں کہ آپ حضرت بلال کو خرید کر حضور اکرم کی بارگاہ میں لے آئے اور حاضر ہو کر عرض کی، ؎

گفت ما دو بندگانِ کوئے تو
کردمش آزاد ہم بر روئے تو

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک فداک ابی و امی! ہم آپ کی بارگاہ میں دو غلام آئے ہیں بلال بھی غلام ہے اور صدیق بھی۔ میں نے اسے حضور کے نام پر آزاد کر دیا۔ یونہی ایک مرتبہ آپ نے تمام گھر کا مال حضور علیہ السلام کی بارگاہِ عالیہ میں پیش کر دیا۔ حضور نے فرمایا، صدیق گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو، تو عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ؎

پروانے کو چراغ اور بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

Marfat.com

ایک طرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مال ہے اور ایک طرف اللہ اور اس کا رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کی ضرورت، صدیق اکبر نے مال کی پرواہ تک نہیں کی۔

جنتی آدمی حضور علیہ السلام نے ایک دن صحابہ سے فرمایا، کیا کسی نے جنتی انسان دیکھنا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا، ضرور دیکھیں گے۔ تو آپ نے فرمایا: جس نے جنت کا انسان دیکھنا ہو فَلْيَنْظُرْ اِلٰى اَبِىْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ پس وہ صدیق اکبر کو دیکھ لے۔

آپ اندازہ لگائیں کہ جس کے لیے حضور علیہ السلام دنیا میں ہی جنت کی بشارت عطا فرما دیں اس کی شان کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں: ؎

آں اٰمَنَ النّاس بر مولائے ما | آں کلیمِ اول سینائے ما
ہمتِ او کشتِ ملت را چوں ابر | ثانیِ اسلام و غار و بدر و قبر

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ حضور علیہ السلام کے ساتھ گزارا ہے۔ سفر و حضر، اُحد و بدر جس جگہ بھی دیکھیے صدیق اکبر ہم رکاب ہیں۔ اس خدمت کا ثمرہ یہ ہوا کہ قیامت تک روضۂ انور میں بھی ساتھ ہی جگہ عطا فرما دی گئی۔ کسی پنجابی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ؎

لج پال پریتاں نوں توڑ دے نہیں
جہندی بانہہ پھڑدے پھر چھوڑدے نہیں

حضرت صدیق اکبر کی قسمت کا بھی اندازہ کون کر سکتا ہے، وہاں لیٹے ہیں جہاں ستر ہزار فرشتے دن کو اور ستر ہزار رات کو حاضری دے کر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔

حضرت ابو طلحہ انصاری حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ باغات کے مالک تھے آپ کے ایک باغ کا نام تھا "برحاء"۔ وہ باغ ابو طلحہ کو بہت ہی پیارا تھا اس میں پانی بھی زیادہ تھا، مسجد نبوی کے بالکل قریب تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اس میں تشریف لیجایا کرتے اور وہاں سے پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔ جب قرآن کریم کی یہ

Marfat.com

آیت مبارکہ نازل ہوئی :

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۔

"تم اس وقت تک نیکی کے کامل درجہ کو نہیں پہنچ سکتے جب تک اللہ کی راہ میں وُہ خرچ نہ کرو جو تم کو عزیز ہے"

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے سب سے زیادہ محبوب میرا یہی باغ ہے اسے آپ اللہ کی راہ میں جیسے مناسب سمجھیں خرچ فرمادیں۔ آپ نے فرمایا، بہت ہی اچھا مال ہے اللہ تعالیٰ تم پر راضی ہے ایسا کرو اسے اپنے عزیز و اقارب میں تقسیم کر دو۔ ابو طلحہ نے اللہ کی رضا پر باغ تقسیم کر دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ کا لقب ذوالنورین ہے۔ آپ کے نکاح میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔ یہ مقام آپ کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ اعلحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :ے

نور کی سرکار سے پایا دوشالا نور کا
ہو مبارک تجھ کو ذوالنورین جوڑا نور کا

آپ بہت مالدار تھے۔ بے پناہ مال اسلام کی راہ میں قربان کیا۔ ایک مرتبہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا کہ عثمان نے جنت خرید کر لی ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما آپ حضرت جعفر طیار کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی سخاوت کی وجہ سے آپ کا لقب قطب السخا مشہور تھا۔ یُوں تو حضور علیہ السلام کا سارا گھرانہ ہی سخی تھا مگر ان کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بہت ہی مشہور تھا۔ ہر روز کئی کئی مہمان آتے آپ ان کی مہمان نوازی میں ہمیشہ مشغول رہتے۔ جو کچھ جمع ہوتا خرچ فرما دیتے۔

ایک مرتبہ ایک تاجر بہت سی شکر لے کر آیا، بازار میں فروخت نہ ہوئی اسے بڑا ہی

Marfat.com

افسوس ہوا۔ آپ کو معلوم ہوا آپ نے اپنے خادم کو بھیج کر تمام شکر خرید لی اور اسی وقت اس شہر میں تقسیم فرما دی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ کے ذمہ میرے والد صاحب کا قرض ہے جو تقریباً دس لاکھ درہم ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بہت اچھا، جب چاہو لے لینا۔ اس کے بعد فوراً مجھے معلوم ہو گیا کہ معاملہ برعکس ہے قرضہ تو ہمارے ذمہ ہے۔ دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: حضور! مجھ سے غلطی ہوئی، قرض تو آپ کا ہمارے ذمہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ابن زبیر! میں نے معاف کر دیا ہے۔ ابن زبیر نے عرض کی: میں معاف کرانا نہیں چاہتا۔ کہا، بہت اچھا، جب سہولت ہو دے دینا۔ میں نے کہا: اس کے بدلے زمین لے لو۔ بولے، بہت اچھا۔ میں نے زمین کا ایک ٹکڑا دے دیا۔ آپ نے خادم سے کہا اس پر مصلّٰی بچھا دو۔ مصلّٰی بچھا دیا گیا۔ آپ نے وہاں نفل ادا فرمائے اور دیر تک گریہ وزاری کرتے رہے۔ بعدہٗ خادم کو حکم دیا کہ اسے کھودو۔ کھودا تو فوراً پانی کا ایک چشمہ نکلا۔ پھر آپ نے یہ زمین اللہ کی راہ میں دے دی۔

کربلا کی قربانیاں دُنیا کی تاریخ ان قربانیوں کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ علی اکبر کا لاشہ سامنے تڑپ رہا ہے۔ علی اصغر کے حلق میں تیر لگ چکا ہے۔ کنبے کا ایک ایک فرد راہِ حق پر قربان ہو چکا ہے مگر زہراء کا نورِ نظر ہے کہ جبین پر ذرہ بھر بھی شکن نہیں، زبان پر حرفِ شکایت نہیں۔ راضی بہ رضائے الٰہی ہے۔ آپ اندازہ فرمائیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا ایک عورت ہیں، عورت فطرۃً مصائب سے گھبرا جاتی ہے مگر کروڑ کروڑ رحمت ہو فاطمۃ الزہراء کی اس لختِ جگر پر عون و محمد دو شہزادے اللہ کی راہ میں پیش کر چکی ہے۔ بھتیجے، بھائی بھی قربان ہو رہے ہیں۔ معصوم بھتیجی حضرت سکینہ گود میں اٹھائے ہوئے ہیں اور سکینہ پیاس سے تڑپ رہی ہے۔ حلق خشک ہو چکا ہے اب تو رونے کی آواز بھی نہیں نکلتی۔ یہ حالت زینب سے دیکھی نہ جا سکی۔ بھائی عباس کو کہا: ؎

Marfat.com

غازی عباس بھیا دریا پہ دوڑ جانا　　مشکیزہ یہ اٹھا کر پانی تو جلد لانا
پیاسی مری سکینہ دنیا سے جا رہی ہے　　پیاسوں کی خیمہ گاہ سے آواز آ رہی ہے
غازی کدھر گئے ہو آواز آ رہی ہے

ایک شاعر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت زینب کو خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے :

دُکھ بھری تیری داستاں زینب　　ہر قدم تازہ امتحاں زینب
جھیل کر اتنی سختیاں زینب　　بن گئیں دین کی پاسباں زینب
یاد آتا تو ہوگا رہ رہ کے　　وہ ترا اکبرِ جواں زینب
نشر ہو گیا ہے کار حسین　　تم گئی ہو جہاں جہاں زینب

ایک انصاری عورت

اُحد کے میدان میں کئی مسلمان شہید ہوئے۔ جب یہ خبر مدینہ طیبہ پہنچی تو بہت سی عورتیں پریشان ہو کر باہر نکلیں۔ ان میں ایک انصاری عورت تھی۔ اس جنگ میں اس عورت کا والد، خاوند اور بیٹا بھی شہید ہو چکے تھے مگر وہ ان سے کسی کا پتا دریافت نہیں کر رہی تھی اسے صرف ایک ہی بے قراری تھی "کوئی بتا دو کہ حضور علیہ السلام کیسے ہیں؟" بس یہی پوچھتی پھرتی تھی۔ کسی نے کہا تیرے والد شہید ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پھر حضور ہی کا پتا دریافت کرتی ہے اور آواز آئی تیرا خاوند اور بیٹا بھی شہید ہو گئے۔ اس نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ کر پھر بھی حضور ہی کا پتا دریافت کیا۔ اس کے قلب میں کائنات کی ہر چیز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زیادہ تھی۔ کسی نے بتایا الحمدللہ! حضور علیہ السلام بالکل صحیح سلامت ہیں۔ وہ عورت فوراً حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور زیارت سے مشرف ہوئی تب اسے سکون ملا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ع

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ

حضرت عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ

اسی اُحد کے میدان میں ایک صحابی حضرت عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ کے

تیر لگا اور جسم میں پھنس کر رہ گیا۔ ہر چند کوشش کی مگر تیر نہ نکلا۔ زخم گہرا تھا، خون کافی بہہ چکا تھا۔ کمزوری زیادہ ہوتی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا کہ چند قدموں کے فاصلے پر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ صحابی کے دل میں خیال آیا کاش ایسا ہو جائے کہ میرا سر ہو اور حضور کے مبارک قدم، آخر اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر گر گیا۔ پھر جسم کو زمین پر گھسیٹ کر اپنا سر حضور علیہ السلام کے مبارک قدموں پر رکھا اور رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ کیا ہی عجیب منظر تھا نزع کا وقت ہے۔ عاشق کا سر اپنے محبوب کے قدموں میں پڑا ہوا ہے ؎

گر وقتِ اجل سر تیری چوکھٹ پہ دھرا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو

واقعہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ احادیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقعہ پہ حضرت کعب بن مالک سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب نہ ہو سکے تھے۔ آپ اپنی داستان خود بیان فرماتے ہیں ؎

کہاں سے لائیگا قاصد دہن میرا زباں میری
یہی بہتر ہے خود مجھ سے وہ سن لے داستاں میری

آپ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے جہادِ تبوک کا اعلان فرمایا۔ اس وقت میرے پاس کافی مال کے علاوہ بہترین قسم کی سواریاں بھی موجود تھیں۔ صحابہ نے تیاری کی تو میرے دل میں خیال آیا کہ میرے پاس سامان تیار ہے لہٰذا فوراً ساتھ مل جاؤں گا۔ حتیٰ کہ وہ دن یاد آ گیا۔ جب کوچ ہوا میری سستی اور کچھ اپنی تیز رفتاری پر میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ میں صبح بھی لشکر کے ساتھ مل سکتا ہوں۔ یونہی رات گزر گئی۔ صبح سورج طلوع ہوا تو میں نے ارادہ کیا مگر پھر خیال آیا کہ معمولی بات ہے ایک دو دن کے بعد چلوں گا تو قریب ہی لشکر کے ساتھ مل جاؤں گا۔ یہی کچھ ہوتا رہا اور میری قسمت کہ میں اس غزوہ میں شامل نہ ہو سکا حتیٰ کہ اطلاع ملی کہ لشکر تبوک پہنچ گیا ہے میں بہت شرمندہ تھا

Marfat.com

کہ حضور علیہ السلام کو کیا مُنہ دکھاؤں گا! مدینہ میں ضعیفوں، بچّوں اور عورتوں کے بغیر کوئی جوان آدمی نظر نہ آتا تھا۔ چند دنوں کے بعد خبر آئی کہ حضور علیہ السلام واپس تشریف لائے۔ میں نے تہیہ کیا کہ آپ کی بارگاہ میں جھوٹ نہیں بولوں گا اور سب بات سچی سچی عرض کروں گا۔ تبوک پہنچ کر حضور علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کعب نے کیا کیا۔ صحابی نے عرض کیا کہ اس کو کثرتِ مال نے روک لیا ہے۔ اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غلط ہے۔

وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا عَلِمْنَا اِلَّا خَیْرًا۔

"خدا کی قسم ہے کعب میں بہتری کے سوا کچھ نہیں جانتے۔"

یقیناً کوئی عذر ہو گا جس کی وجہ سے وہ رہ گئے۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے گھر والوں نے میرے لیے شاندار بستر بچھایا مگر میں نے اس پر سونے سے انکار کر دیا اور کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم گرمی اور لُو میں ہیں اور مَیں ایسے نرم بستر پر کیسے آرام کر سکتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے دن بڑی مشکل سے کٹتے تھے۔ آخر وہ دن آ گیا جب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ کعب! تجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! نہ میں بیمار تھا اور نہ کوئی عذر، صرف سُستی کی وجہ سے اس سعادت سے محروم رہا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا فیصلہ خدا کے سپرد کرتا ہوں میں وہاں سے رخصت ہو کر گھر چلا آیا۔ منافقین اور کچھ دوسرے لوگوں نے جو پیچھے رہ گئے تھے، حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں کئی قسم کے عذر اور بہانے پیش کر دیتے تو آپ راضی ہو جاتے مگر میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ جو سچی بات تھی حضور کی خدمت میں عرض کر دی ہے اسے ہرگز نہ بدلوں گا۔ پھر میں نے ایک صحابی سے پُوچھا کہ کیا میری مثل معاملہ کسی اور سے بھی ہوا ہے؟ تو اس نے کہا، ہاں دو بدری صحابی بھی اس سلسلے میں تمہارے ساتھ شامل ہیں تو میں نے سوچا جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں نے حضور کی بارگاہ میں سچی بات عرض کی ہے اور نجات ہمیشہ سچی بات میں ہی ہوتی ہے۔ میرے دُوسرے دونوں ساتھی تو گھر میں بیٹھ کر روتے رہتے تھے وہ ذرا ضعیف تھے اور

Marfat.com

میں جوان تھا، بازار میں جاتا اور کاروبار کرتا اور مسجد نبوی میں نماز باجماعت پڑھتا۔ چند دن بعد حضور علیہ السلام نے تمام صحابہ کرام کو حکم دیا کہ کوئی ہم تینوں سے بات نہ کرے۔ چنانچہ ہماری عجیب حالت تھی، جہاں جاتے کوئی بات کرنے کو تیار نہ ہوتا، کسی کو سلام کہتے ہیں تو وہ جواب میں کہتا ہے اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ میں مسجد میں حاضر ہوتا اور حضور جلوہ فرما ہوتے تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ عرض کرتا اور دیکھتا کہ حضور علیہ السلام کے لب مبارک جواب میں حرکت فرماتے ہیں یا نہیں۔ جب میں نماز میں کھڑا ہوتا تو حضور میری طرف دیکھتے۔ جب میں متوجہ ہوتا تو اعراض فرما لیتے۔ وقت گزرتا گیا مگر سارے مدینے میں کوئی ہم سے بات کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ایک دن بازار جا رہا تھا تو مجھے ایک آدمی ملا اس نے کہا کیا تم کعب بن مالک ہو؟ میں نے کہا ہاں کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں غسان کے بادشاہ کا ایک خط تمہاری طرف لایا ہوں۔ میں نے خط پڑھا تو اس میں لکھا تھا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارا نبی تم پر ناراض ہو گیا ہے اور تمہیں سارے شہر میں ذلیل کیا جا رہا ہے تم اس قابل نہیں تم عزت والے ہو۔ بہتر ہے کہ ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہاری ہر طرح عزت کریںگے۔ یہ خط دیکھ کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ ظلم کی انتہا ہے کہ کفر مجھ سے یہ اُمید رکھتا ہے کہ میں اپنے آقا کا دامن چھوڑ دوں۔ میں دنیا کی ہر چیز اس کے قدموں پر نثار کرنے کو تیار ہوں۔ میرا مال، جان، اولاد ہر چیز حضور کے قدموں پر قربان ہے۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ میں نے اس قاصد کے سامنے اس خط کو پھاڑ کر آگ میں پھینک دیا۔ تھوڑی دیر بعد حضور علیہ السلام کی طرف سے مجھے حکم ملا کہ تم اپنی بیوی سے بھی علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے حکم لانے والے سے پوچھا کیا حضور کا یہ حکم ہے کہ طلاق دے دوں۔ اس نے کہا نہیں صرف علیحدگی۔ میں نے اپنی بیوی کو اس کے گھر بھیج دیا۔ اسی حالت میں مجھے پچاس راتیں گزر گئیں۔

ایک دن صبح کے وقت میں ایک پہاڑی پر کھڑا تھا، ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا؛ کعب! تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول کر لی اور تم اس امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ میں نے اسی دن سجدۂ شکر ادا کیا اور دوڑتا ہوا حضور کی

Marfat.com

بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضرت طلحہ نے اُٹھ کر مجھ سے مصافحہ کیا اور صحابہ نے مبارکبادیاں دیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام کا چہرہ مبارک خوشی سے ایسا چمک رہا ہے جیسے چاند کا ٹکڑا۔ حضور علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا: کعب! تجھے مبارک ہو آج کا دن تیری تمام زندگی کے دنوں سے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جی میں آتا ہے کہ اس خوشی میں اپنا سارا مال خدا کی راہ میں خرچ کر دوں۔ حضور نے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا کہ کچھ مال خیرات کر دو اور باقی اپنے پاس رکھو۔

دُو آدمی قرآن کریم سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ نے دُو آدمیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک غریب آدمی تھا اپنی ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا تھا، اور دُوسرا وہ جس کے پاس بہت سا مال تھا، باغات تھے اور انھیں اپنی کوشش کا نتیجہ سمجھتا تھا۔ ارشادِ الٰہی ہوتا ہے وہ امیر شخص اپنے ہرے بھرے پھلوں سے لدے ہوئے باغوں میں داخل ہوا تو بولا:

مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۙ۝ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝

"میرا خیال ہے کہ یہ باغات کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور قیامت بھی قائم نہیں ہوگی اور اگر میں اللہ کے سامنے پیش ہُوا تو وہ اس سے بہتر عطا فرمادے گا۔"

اس کے ساتھی نے کہا:

وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ

یعنی جب تُو اپنے باغ میں داخل ہو تو تجھے چاہیے کہ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ پڑھا کرے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تیری شیخی کے سبب اللہ تجھ سے یہ سارا مال چھین لے۔

اس نے کہا: کیسی بات کرتا ہے یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں امیر ہوں اور امیر ہی رہوں گا۔ باغات اور مال میری اپنی کوششوں کا نتیجہ ہیں اور یہ میرے ہی رہیں گے۔

Marfat.com

کوئی انھیں ختم نہیں کر سکتا اور تو غریب ہے اور غریب ہی رہے گا۔

غریب بولا: اللہ بے پروا ہے چاہے تو صبح تک تیرے باغات ختم ہو جائیں اور اس سے بہتر مجھے عطا فرما دے۔ چنانچہ وہی ہُوا۔ قرآن کریم فرماتا ہے رات گزری:

فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ کَفَّیْهِ عَلٰی مَاۤ اَنْفَقَ فِیْهَا وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا وَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا۔

صبح ہُوئی تو کفِ افسوس مل رہا تھا اور تمام باغات لٹا دیے گئے تھے اور کہتا تھا ہائے افسوس! میں نے کیوں شرک کیا۔ اور کہا کہ میری اپنی کوششیں ہیں۔ دُوسری طرف وہ غریب جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا اور تکیہ رکھنے والا تھا صبح ہُوئی تو امیر تھا، بے پناہ دولت نہ جانے کہاں سے آ گئی مگر اس نے اسی وقت سجدۂ شکر ادا کیا اور کہا یا اللہ! یہ سب کچھ تیرا ہی عطا کردہ ہے اور اسے تیرے ہی راہ میں خرچ کروں گا۔ تمام مال جتنا آیا تھا اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ دوسری صبح اس سے زیادہ ملا وہ خرچ کیا تو تیسری صبح اس سے بھی زیادہ عطا کر دیا گیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَاۤ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

Marfat.com

ماہِ ذوالحج کی تقریر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ الْاَمِيْنِ وَعَلٰى
اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَاَصْحَابِهِ الْهَادِيْنَ
الْمَهْدِيِّيْنَ ○

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي
الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ
افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ
الصّٰبِرِيْنَ ○

"پھر جب وہ اس کے ساتھ چلنے کے قابل ہوگیا، کہا اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔ کہا اے میرے باپ! کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔"

Marfat.com

حضرات! یہ مہینہ نہایت ہی عظمت اور مرتبے والا ہے۔ اس کا چاند نظر آتے ہی ہر قلب میں اس عظیم الشان قربانی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جس کی مثال تاریخ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔

یہ مہینہ اصل میں اس جلیل القدر پیغمبر کی یادگار ہے جن کی زندگی قربانی کی عدیم المثال تصویر تھی۔ یہ جدّ الانبیا خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ آپ اندازہ فرمادیں وہ کون سا امتحان ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ سے نہیں لیا۔ مگر کروڑ کروڑ سلام ہو آپ کی ذاتِ والاصفات پر کہ کسی میدان میں بھی پائے ثبات کو لغزش نہیں آئی۔

دو چیزیں دنیا میں دو چیزیں سب سے عزیز ہوتی ہیں، جان اور اولاد۔ نمرود کی جلائی ہوئی آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے خلیل اللہ علیہ السلام کو گوپئے میں ڈال کر پھرایا جارہا ہے یا منجنیق کے ذریعے پھینکنے کی تیاریاں کی جارہی ہیں۔ کفر خوش ہے کہ آج کے بعد ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے والا کوئی نہیں ہوگا، مخالف ہمیشہ کے لیے ختم ہوا چاہتا ہے۔ ادھر حضرت جبریل حاضر ہوتے ہیں۔ "اے اللہ کے پیارے خلیل! کوئی حکم، کوئی حاجت؟" آپ نے فرمایا: اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا "تیرے ساتھ کوئی حاجت نہیں"۔ پھر جبریل نے عرض کی: "اچھا تو اللہ کی بارگاہ میں عرض کیجئے کہ مجھے آگ میں ڈالا جارہا ہے"۔ آپ نے فرمایا: ؎

جانتا ہے وہ مرا ربِّ جلیل
آگ میں پڑتا ہے اب اس کا خلیل

فرمایا: "اسے کیوں کہوں، کیا وہ سمیع و بصیر نہیں ہے؟" یہاں ایک بات عقل محض نے بھی کہی۔ عقل نے کہا: ابراہیم جان بڑی عزیز ہوتی ہے ؎

عقل بولی کہ بڑی شے جان ہے
عشق بولا یار پہ قربان ہے

ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں: ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

عقل ابھی تماشا ہی دیکھ رہی تھی کہ عشق نے چھلانگ لگا دی۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا:

یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ٥

"اے آگ! میرے ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی ہو جا۔"

اولاد جان کے بعد پھر اولاد کا مقام آتا ہے۔ بے آب و گیاہ پہاڑوں کا سلسلہ دُور دُور تک چلا گیا ہے۔ سبزہ کا نام و نشان تک نہیں۔ اللہ کا خلیل اپنے لختِ جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو جو ابھی والدہ کی گود میں ہیں ان کی والدہ حضرتِ ہاجرہ سمیت اس وادی میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ حضرت ہاجرہ نے عرض کیا، حضور! یہ کس جرم کی سزا ہے؟ آپ ہمیں اس وادی میں تنہا کس وجہ سے پھینکے جا رہے ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہاجرہ بولی، کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ ہاجرہ بولی: پھر ہمیں کوئی غم نہیں، اللہ ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا۔ کچھ دُور جا کر خلیل علیہ السلام نے دونوں ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں اٹھا دیے اور عرض کیا:

رَبَّنَاۤ اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ۔

"اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد ایک وادی میں بسائی ہے جس میں کھیتی نہیں ہوتی، تیرے حرمت والے گھر کے پاس، اے ہمارے رب! اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور پھل کھانے کو دے تاکہ وہ احسان مانیں۔"

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے یہ تین دعائیں کیں:

Marfat.com

۱۔ انھیں نمازی رکھ۔

۲۔ لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دے۔

۳۔ انھیں پھلوں کا رزق عطا فرما۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ آج تقریباً پانچ ہزار سال گزر چکے ہیں مگر ان دعاؤں کا اثر، اللہ اللہ! جو فروٹ دنیا کے کسی کونے میں نہیں ملتا مکہ شریف میں موجود ہے اور قلوب ہیں کہ کھچے چلے جا رہے ہیں۔

دعا دُعا بھی بہت بڑی عبادت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔ "دُعا عبادت کا مغز ہے"!

اللہ تعالیٰ ہر انسان کی پکار سُنتا ہے۔ پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے:

"اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ط

"ہر پکارنے والے کی پکار کا میں جواب دیتا ہوں"

بلکہ حدیث قدسی ہے کہ میرا بندہ مجھے ایک مرتبہ "یا اللہ" کہے تو میں ستر مرتبہ کہتا ہوں:

لَبَّيْكَ يَا عَبْدِيْ لَبَّيْكَ يَا عَبْدِيْ۔

"اے میرے بندے! میں موجود ہوں، میں تیری پکار سُن رہا ہوں، مانگ کیا مانگتا ہے"!

جب آدمی اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ کو فرماتا ہے دیکھو یہ مجھے بلا رہا ہے یہ سمجھتا ہے کہ میرے بغیر اس کا کوئی نہیں، میں ہی اس کی مشکلات کو دُور کرنیوالا ہوں۔ میں ہی اس کی ہر آرزو پوری کر سکتا ہوں۔ اگر میں اس کی حاجت پوری نہ کروں تو یہ سمجھے گا کہ میرا خدا کوئی نہیں، تو اس کی عرض پوری ہو جاتی ہے۔ البتہ اس کا نتیجہ کبھی اللہ تعالیٰ جلدی ظاہر فرما دیتا ہے اور کبھی ذرا دیر میں۔ یہ تو عام لوگوں کی دعا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے مقبول ہوتے ہیں ان کی دُعا تو اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتا بلکہ انکی دعاؤں سے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔

واقعہ مُلّا طاہر لاہوری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے

دو صاحبزادے مُلّا طاہر لاہوری کے پاس علم حاصل کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے لڑکوں کو فرمایا، تمہارا استاد شقی (بدبخت) ہے۔ اس کی پیشانی پر لکھا ہے کہ یہ شقی ہے۔ صاحبزادوں نے عرض کیا، حضور! آپ مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کیجئے تاکہ ہمارے استاد کی شقاوت سعادت میں بدل جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور مُلّا طاہر لاہوری کی پیشانی پر شقی کے بجائے سعید ہو گیا۔ شقاوتیں سعادتوں میں بدل گئیں ؎

مدینے کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر
بدل دیتے ہیں تقدیریں محمدؐ کے غلام اکثر

اس طرح کے ہزاروں نہیں لاکھوں واقعات ہیں۔ جب اولیاءُ اللہ کی دُعاؤں کا یہ عالم ہے تو انبیاء کی دعاؤں کی کیا شان ہوگی۔ آپ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کا ہی نتیجہ دیکھیں اور پھر سیدالانبیاء کی دُعا کا۔ اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ؎

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد

توشہ ختم ہو گیا مختصر سا کھانا اور پانی کب تک جاتا، ختم ہو گیا۔ حضرت ہاجرہ نے بچے کو پیار سے دیکھا تو جی بھر آیا۔ بچے کی پیاس دیکھی نہ گئی، قریب ایک پہاڑی پر گئیں تاکہ کہیں پانی مل جائے، مگر بے سُود، پانی نظر نہیں آیا۔ پھر واپس بچے کے پاس آئیں تو بچے کو پیاس کی شدت ہے۔ پھر دوسری پہاڑی پر چڑھیں، مگر وہاں بھی مقصد حاصل نہ ہُوا۔ یہ دونوں پہاڑیاں جنہیں صفا اور مروہ کہا جاتا ہے ان کے درمیان حضرت ہاجرہ سات مرتبہ دوڑیں۔ آخری مرتبہ جب بچے کے پاس آئیں تو عجیب منظر دیکھا، جہاں اس کی ایڑیاں تھیں وہاں پر پانی کا ایک صاف و شفاف چشمہ جاری ہے۔ اس پانی کے اچانک ظاہر ہونے سے حضرتِ ہاجرہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی فوراً اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں۔ پھر خیال آیا کہ اب اس بڑھتے ہوئے پانی کو روکنا چاہیے۔ چنانچہ حضرتِ ہاجرہ نے اس کے اِردگرد رکاوٹ بنائی۔ پانی کو روکتے ہوئے حضرت ہاجرہ کہہ رہی تھیں زَم زَم، زَم زَم۔ ٹھہر اے پانی! ٹھہر۔ یہی آبِ زمزم ہے جسے آج

دنیا کے کروڑوں لوگ بطور تبرک پیتے اور لے جاتے ہیں۔ پانی نکالنے کے لیے ٹیوب ویل لگا ہوا ہے۔ پانی پینے والوں کا اتنا ہجوم ہے کہ باری نہیں آتی مگر اس متبرک چشمہ سے مبارک پانی کبھی ختم نہیں ہوا۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر حضرت ہاجرہ اس پانی کو زم زم نہ کہتی تو یہ پانی ساری کائنات کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کیلیے کافی ہوتا۔ یہی صفا اور مروہ ہے جہاں حاجیوں کے لیے ضروری ہے کہ وُہی طریقہ اختیار کریں جو حضرت ہاجرہ نے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ ہاجرہ کی سُنّت کو ہمیشہ کے لیے باقی رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پہاڑیوں کو شعائرُ اللہ قرار دے دیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝

شَعَآئِرِ اللّٰہ یعنی اللہ کی نشانیاں، ان کی تعظیم کا حکم اللہ تعالیٰ دوسری آیہ کریمہ میں فرماتا ہے ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝

"جن کے دلوں میں اللہ کا خوف ہے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتے ہیں۔"

آج حاجیوں کا وہاں اس طرح دوڑنا ہاجرہ کی یاد ہے۔

قافلہ آبِ زمزم بہنے لگا تو دُور دُور سے جنگل کے پرندے اس پر منڈلانے لگے۔ ادھر سے ایک قافلے کا گزر ہوا۔ یہ لوگ قبیلہ بنی جرہم سے تعلق رکھتے تھے۔ پرندوں کو دیکھ کر سمجھا کہ یہاں یقیناً کوئی چشمہ پھوٹ نکلا ہے۔ جب قریب آئے تو دیکھا کہ ایک عورت ہے اور اس کی گود میں ایک بچہ ہے۔ وہ جنگل، بچہ، عورت اور چشمہ دیکھ کر ششدر رہ گئے تو غیب سے آواز آئی:

ندا آئی کہ اے جرہم کے بچو بادیہ گردو ادب کی ہے جگہ بُوڑھو، جوانو، عورتو، مردو

یہ عورت اور اس کی گود میں بچہ جو لیٹا ہے یہ پیغمبر کی بیوی ہے وہ پیغمبر کا بیٹا ہے

وہ قافلہ حضرت ہاجرہ سے اجازت لے کر وہیں مقیم ہوگیا۔

Marfat.com

قربانی جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حدِ بلوغت کے قریب پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آپ کی قربانی طلب کر لی۔
تین دن مسلسل خواب آتے رہے۔ تیسری صبح آپ نے حضرت ہاجرہ سے کہا کہ میں اور بیٹا اسمٰعیل ایک دعوت پر جا رہے ہیں۔ لہٰذا آپ اسے تیار کریں۔ حضرت ہاجرہ نے اسمٰعیل علیہ السلام کو بہت اچھا لباس پہنایا اور تیار کر دیا۔ آپ نے چھری اور رسّی لی اور جنگل کی طرف چل دیئے۔

کعبہ شریف سے کچھ دُور پہنچے تو شیطان نے آپ کو اس قربانی سے روکنا چاہا۔ سب سے پہلے حضرت ہاجرہ کے پاس گیا اور کہا کہ آپ کو علم ہے کہ ابراہیم اسمٰعیل کو کہاں لے گئے ہیں؟ حضرت ہاجرہ نے کہا: ہاں، ایک دعوت میں گئے ہیں۔ شیطان نے کہا: نہیں، ابراہیم اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے لے گئے ہیں۔ حضرت ہاجرہ نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کیا باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کر سکتا ہے! شیطان نے کہا: ابراہیم کا خیال ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میری راہ میں اپنے بیٹے اسمٰعیل کو ذبح کر دو۔ حضرت ہاجرہ نے کہا: اگر پروردگار کا یہ حکم ہے تو میں کون ہوں جو اس قربانی کی راہ میں رُکاوٹ بنوں۔ اللہ کے حکم پر تو ایک سو اسمٰعیل ہوں تو ایک ایک کر کے قربان کرتی چلی جاؤں۔

جب شیطان یہاں سے مایوس ہو گیا تو پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ورغلانا چاہا۔ قریب جا کر کہنے لگا: تجھے تیرے والد ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے فرمایا: کیوں؟ شیطان نے کہا: وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسمٰعیل علیہ السلام نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ میری جان کی قربانی قبول فرمالے تو میں یہی کہوں گا:ے

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے۔ شیطان نے ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طرح ابراہیم علیہ السلام اس قربانی سے رُک جائیں، مگر اللہ کے خلیل کے عزم کے سامنے بے بس ہو گیا۔ ایک پہاڑ کے قریب لے جا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام

سے کہا:

يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى۔

"اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، بتا تیری کیا مرضی ہے؟"

سعادت مند بیٹے نے جواب دیا:

يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۔

"اے ابا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے بلا خوف و خطر پورا فرمائیے، مجھے آپ ان شاء اللہ صبر کرنے والا پائیں گے۔" ؎

آپ اس عاجز کو صابر پاؤ گے
سرخرو پیشِ خدا تم جاؤ گے

ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں: ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

اب پھر ابلیس نے کوشش شروع کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہنے لگا: آپ کیا غضب کر رہے ہیں۔ ایک خواب کو حقیقت سمجھ لیا ہے اور بیٹے کو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: اے ملعون! مجھ پر تیرا داؤ نہیں چل سکتا۔ میرا خواب شیطانی نہیں، رحمانی ہے۔ نبی کا خواب وحیِ الٰہی ہوتا ہے، میں اللہ کے حکم سے ہرگز منہ نہیں موڑوں گا۔ شیطان نے ہر طرف سے مایوس ہو کر سر پیٹ لیا ہائے! اب کیا ہو گا۔

جب باپ اور بیٹا دونوں رضائے الٰہی پر راضی ہو گئے تو باپ نے بیٹے کو زمین پر جبین کے بل لٹا دیا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۔

"جب دونوں تیار ہو گئے تو باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔"

چھری چلانے سے پہلے بیٹے نے کہا: ابا جان! میری تین باتیں قبول فرمائیں۔

Marfat.com

پہلی یہ کہ میرے ہاتھ پاؤں رسّی سے باندھ دیں تاکہ تڑپنے سے خون کا کوئی چھینٹا آپ کے لباس پر نہ پڑ جائے۔ دُوسری یہ کہ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہاتھ میری محبت کی وجہ سے رک جائے۔ اور تیسری بات یہ کہ میرا خُون آلُود کرتہ میری والدہ کے پاس پہنچا دیجئے وہ اسے دیکھ کر اپنے دل کو تسلی دے لیا کریگی۔

باپ نے بیٹے کے گلے پر چھُری رکھ دی۔ تسلیم و رضا کا یہ منظر آج تک چشم فلک نے نہیں دیکھا ہوگا۔ تیز چھُری اسمٰعیل علیہ السلام کے گلے پر پہنچ کر کُند ہوگئی۔ دُو مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اسے ایک پتھر پر دے مارا۔ پتھر کو چھری نے دُو ٹکڑے کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے چھُری سے کہا تُو نے پتھر جیسی سخت چیز کو دو ٹکڑے کر دیا ہے مگر اسمٰعیل کا گلا ریشم سے بھی نرم تھا۔ چھری نے کہا:

اَلْخَلِیْلُ یَاْمُرُنِیْ بِالْقَطْعِ وَالْجَلِیْلُ یَنْھَانِیْ۔

"خلیل کہتا ہے کاٹ مگر جلیل کہتا ہے خبردار جو اسمٰعیل کا بال بھی بیکا کیا۔"

جب خلیل خود جلیل کا حکم مان کر لٹائے بیٹھا ہے تو میں کیسے انکار کرسکتی ہُوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میں قربان کرنے کے لیے اور میرا بیٹا قربان ہونے کے لیے تیار ہے تو تُو کیوں رکاوٹ بنتی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے پھر چھُری اٹھائی۔ چھُری کے اسمٰعیل علیہ السلام کے گلے پر پہنچنے سے پہلے پہلے جنت سے حضرت جبرئیل ایک مینڈھا لے آئے اس کو نیچے رکھ دیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اٹھا لیا۔ مینڈھا ذبح ہوگیا تو آواز آئی:

وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۝ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۝

"اور ہم نے پکارا اے ابراہیم! تُو نے خواب سچا کر دکھایا ہم نیکوں کو یُونہی جزا دیتے ہیں۔ بے شک یہ صاف آزمائش ہے ہم نے اس کا فدیہ ذبح عظیم کے ساتھ کر دیا اور اسے بعد والوں میں باقی رکھا۔"

ابراہیم علیہ السلام کی قربانی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی اور اسے یادگار کے طور پر

Marfat.com

قیامت تک باقی رکھا۔ اب ہر سال اس یاد کو تازہ کیا جاتا ہے۔

جبریل حضرت جبریل سدرہ سے جنت گئے اور وہاں سے مینڈھا لیا اور ابھی چھری نے دو فٹ کا فاصلہ بھی طے نہ کیا تھا کہ جبریل زمین پر پہنچ گئے۔ معلوم ہوا کہ جبریل کی رفتارِ پرواز بہت تیز ہے۔ علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اور علامہ عینی نے عینی شرح بخاری میں فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ تُو نے کبھی اپنی پُوری قوت بھی صرف کی ہے؟ جبریل نے عرض کیا، چار مرتبہ میں نے پوری قوت صرف کی ہے:

○ **پہلی بار** — جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں رکھ کر آگ میں پھینکا جا رہا تھا، آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ پھر اللہ کے خلیل آگ کی طرف جا رہے تھے، میں مقامِ سدرہ پر بیٹھا تھا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جبریل! جلدی پرواز کر میرا خلیل آگ میں جا رہا ہے آگ کو پَر مار کر گلزار بنا دے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے سدرہ سے پرواز کی اور خلیل اللہ علیہ السلام کے آگ میں پہنچنے سے پہلے پہنچ گیا اور آگ کو گلزار بنا دیا۔

○ **دُوسری بار** — میں سدرہ پر تھا، چُھری حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے گلے کی طرف آ رہی تھی اس نے صرف دُو فٹ کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ اس کے اس دُو فٹ کے فاصلے کو طے کرنے سے پہلے پہلے میں جنت سے مینڈھا لے کر پہنچ گیا۔

○ **تیسری بار** — حضرت یوسف علیہ السلام کو کنُویں میں ڈالا جا رہا تھا۔ والد کا پہنایا ہوا لباس اتار دیا گیا، کھانا پھینک دیا گیا، بازو میں رسّی باندھ کر کنُویں میں لٹکا دیا گیا۔ آہستہ آہستہ پانی کی سطح قریب آ رہی تھی، ایک بھائی نے تلوار مار کر رسّی کاٹ دی، نصف راستہ طے ہو چکا تھا اور نصف باقی تھا۔ رسّی کاٹ دی گئی اور میں سدرہ پر بیٹھا تھا۔ حکم ہوا: جبریل! جلدی جنّت جا اور یُوسف علیہ السلام کے پانی پر پہنچنے سے پہلے پہلے جنّتی تخت لے جا کر پانی پر بچھا دے۔ میں نے اپنی قوّت صَرف کر دی۔ سدرہ سے جنّت گیا اور وہاں سے تخت اٹھا کر زمین کی طرف آیا اور ابھی یوسف علیہ السلام

پانی پر نہیں پہنچے تھے کہ میں پہلے پہنچ گیا۔

○ چوتھی بار — غزوۂ اُحد میں آپ کا دانت مبارک شہید ہو گیا۔ خونِ پاک کا قطرہ زمین کی طرف جا رہا تھا۔ پروردگارِ عالم نے فرمایا: اے جبریل! اگر میرے محبوب کے خونِ پاک کا قطرہ زمین پر گر گیا تو زمین جل کر راکھ ہو جائے گی، جا اور اٹھا کر میرے پاس لے آ۔ جبریل نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کے مقدس خون کے زمین پر گرنے سے پہلے پہلے میں سدرہ سے پہنچ گیا۔

معلوم ہوا کہ حضرت جبریل علیہ السلام بہت بڑی قوت و طاقت کے مالک ہیں۔

اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ؎

سدرہ سے تا زمیں جسے نرم سی اک اڑان ہے

ایک نکتہ آپ اندازہ فرمائیں کہ اتنی بڑی طاقت والا فرشتہ جس کی پرواز کا یہ عالم ہو کہ سدرہ سے زمین پر پہنچنے میں ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت لگے۔ یہ فرشتہ معراج کی رات حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں چوم رہا تھا اور حضور کی بارگاہ میں بحیثیت خادم موجود تھا۔ جب پاؤں چومنے والا اتنی جلدی آ سکتا ہے تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج سے واپس آ جانا اتنی جلدی کہ زنجیر بھی ہلتی رہے، پانی بھی چلتا رہے اور بستر بھی گرم رہے، کون سی بڑی بات ہے۔

عظیم یادگار آج عالم کے گوشے گوشے میں ہر سال ماہِ ذوالحج کی دس تاریخ کو اس عظیم الشان قربانی کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں: ؎

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسمٰعیل

ارشادِ الٰہی ہے:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ۔

"اور ہم نے اسے بعد میں آنے والوں کے لیے قائم رکھا۔"

Marfat.com

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دو مینڈھے ذبح فرما کر اس یادگار کو دوام بخش دیا۔ اب اس عمل میں سنّتِ ابراہیم اور سنّتِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی ادائیگی ہے۔

خطبۂ وداع سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۱۰ھ میں مکہ مکرمہ کا قصد فرمایا۔ ذوالحج کی نویں تاریخ کو طلوعِ آفتاب کے بعد وادی میں اُترے پھر اُونٹنی پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا۔ ایک لاکھ اور پچیس ہزار کا عظیم الشان اجتماع ہمہ تن گوش تھا۔ اس خطبے کے بعض حصّے پیش خدمت ہیں:

"لوگو! تمھیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا۔"

"لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکھٹے نہ ہوں گے۔ مسلمانوں کی جان، مال اور آبرو ایک دُوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کے دن اس شہر کی، اس مہینہ کی تم حرمت کرتے ہو۔"

"خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دُوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ جاہلیت کی ہر بات کو میں اپنے پاؤں تلے روندتا ہوں۔ جاہلیت کے قتل و خونریزی کے تمام جھگڑے ملیامیٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون میرے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ ابن حارث کا خُون جو بنی سعد میں دُودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا میں چھوڑتا ہوں، جاہلیت کے زمانے کا سُود ملیامیٹ کر دیا گیا۔ پہلا سُود اپنے خاندان کا جو میں مٹاتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا ہے وہ سارے کا سارا چھوڑ دیا گیا۔"

"سال بھر میں ایک مہینے کے روزے رکھو، اپنے مال کی زکوٰۃ نہایت خوش دلی کے ساتھ دیا کرو، خانہ خدا کا حج بجا لاؤ، اور جو تم میں صاحبِ امر ہوں ان کی اطاعت کرو جس کی جزا یہ ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی جنّت نصیب ہوگی۔"

Marfat.com

• لوگو! قیامت کے دن تم سے اللہ تعالیٰ میری بابت پوچھے گا، بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟ سب نے بیک آواز کہا ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے رسالت کا حق ادا کر دیا، کھوٹے اور کھرے کی پہچان کرا دی۔ اس وقت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا یا اللہ! یہ تیرے بندے گواہی دیتے ہیں کہ میں نے تیرے احکامات کو پہنچا دیا ہے۔"
پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب باتیں ان لوگوں کو پہنچا دو جو یہاں موجود نہیں ہیں۔
ابھی آپ خطبے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ جبریل امین علیہ السلام یہ آیت لے کر حاضر ہوئے:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ

"آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسند فرمایا۔"
واپسی کے وقت یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ الْعَھْدِ مِنْ بَیْتِكَ الْحَرَامِ وَاِنْ جَعَلْتَ فَعِوَضْ مِنْهُ الْجَنَّةَ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا لِلرَّحْمَةِ قَاصِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ○

"اے اللہ! میرے اس حج کو آخری زیارت گاہ نہ بنا اپنے گھر کی جو حرمت والا ہے، اور اگر تو اس کو آخری زیارت گاہ بنائے تو اس کا بدلہ جنت عطا فرما، ہم لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اپنے رب کی حمد کرنے والے، اس کی رحمت کا قصد کرنے والے ہیں، سچ کر دکھایا اللہ نے اپنا وعدہ، امداد دی اللہ نے اپنے محبوبِ مکرم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کو، اور شکست دی کفار کے لشکر کو۔"

یہ خطبہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر دیا۔ اس حج کے موقع پر ایک جم غفیر مدینہ طیبہ سے حضور علیہ السلام کے ساتھ مکہ مکرمہ آیا تھا۔ آپ نے وادیٔ طویٰ میں قیام فرمایا۔ آپ مکہ مکرمہ میں ذوالحج کی پانچ تاریخ کو تشریف لائے۔ جب سب سے پہلی نظر کعبہ شریف پر پڑی تو یہ فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَعْظِيْمًا وَّتَشْرِيْفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّبِرًّا ط

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف مسجدِ حرام میں داخل ہوتے ہی آپ نے طواف فرمایا۔ جب حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کے قریب پہنچے تو یہ دعا فرمائی:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

پہلے تین چکروں میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی اور چھوٹے چھوٹے قدم سے چلتے تھے یعنی رَمل فرمایا اور چادر مبارک کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لیا۔ صرف تین چکروں میں ایسا کیا۔ باقی چار چکر عام چلنے کی صورت میں فرمائے۔ جب حجرِ اسود کے سامنے تشریف لاتے تو اس کو چوم لیتے۔

آج یہی طریقہ رائج ہے اگر اس کے خلاف کرے تو طواف نہیں ہوگا کیونکہ اس نے حضور علیہ السلام کا خلاف کیا۔ اسی طوافِ قدوم میں تین چکروں میں اسی طرح چلا جائے گا اگرچہ اس طرح جس سبب سے چلا گیا تھا وہ آج نہیں پایا جاتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا طریقہ اسی طرح قائم فرما دیا۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کا بھی یہی عالم ہے۔ آج مکہ مکرمہ میں پانی کی بہتات ہے مگر حضرتِ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا یہ طریقہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح

Marfat.com

قائم رکھا ہے اگر اس طرح سعی نہ کی جائے تو سعی نہ ہوگی۔

مقامِ ابراہیم علیہ السلام

طواف سے فارغ ہو کر سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے پاس تشریف لائے۔ زبانِ مبارک پر یہ آیت تھی:

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور ابراہیم علیہ السلام کی جگہ نماز پڑھو"

آپ نے وہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پہلی رکعت میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد پھر حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔

مقامِ ابراہیم ایک پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر کعبۃ اللہ کی تعمیر فرمائی تھی۔

ارشادِ الٰہی ہوتا ہے:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ط

"جب ابراہیم و اسماعیل کعبہ کی دیواریں بلند کر رہے تھے"

جس پتھر پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام پتھر لگا رہے تھے جوں جوں دیوار بلند ہوتی گئی وہ پتھر بھی بلند ہوتا گیا اور چاروں طرف پھرتا رہا۔ وہ پتھر کعبہ شریف کے سامنے رکھا ہوا ہے۔ طواف کے بعد اس جگہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل ادا فرمائے۔

سعی

اس سے فارغ ہو کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔ یعنی حضرت ہاجرہ کے عمل کو قیامت تک کے لیے تابندگی بخش دی گئی۔ جب صفا و مروہ کی دونوں پہاڑیوں کی چوٹی پر پہنچے تو یہ فرمایا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ

Marfat.com

اَلْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

یہ عمل آپ نے آتے ہی ادا فرمائے۔ گویا کعبۃ اللہ میں داخل ہوتے ہی ان کا ادا کرنا ضروری ہے طواف اور سعی۔

مِنٰی کو روانگی ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم صبح طلوعِ آفتاب کے بعد مِنٰی کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پانچ نمازیں ادا فرمائیں، ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر۔

ذوالحجہ کی نو تاریخ کو طلوعِ آفتاب کے بعد آپ مِنٰی سے عرفات پہنچے۔

عرفات مکہ شریف سے مِنٰی ۵ اور عرفات ۱۲ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے راستے میں مِنٰی سے دو میل آگے یعنی مکہ سے ، میل کے فاصلے پر مزدلفہ ہے، عرفات میں قیام کا نام حج ہے یعنی عرفات میں قیام حج کا رُکنِ اعظم ہے اگر یہاں قیام نہ ہوگا تو حج ادا نہیں ہوگا۔ اس عظیم میدان میں حضور علیہ السلام نے مسجد نمرہ کے پاس قیام فرمایا۔ یہیں سرورِ عالم نے وہ تاریخی اور عظیم الشان خطبہ دیا جو پچھلے اوراق میں درج ہو چکا ہے۔ یہ خطبہ دیتے وقت آپ قصویٰ نامی ایک اونٹنی پر سوار تھے۔

خطبہ دینے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اذان پڑھو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھی تو حضور نے نمازِ ظہر اور عصر دونوں ملا کر پڑھائیں۔ پھر آپ نے نہایت تضرع اور انکساری سے دُعا فرمائی۔ یہ دعا اتنی طویل تھی کہ سورج غروب ہو گیا۔

مُزدلفہ کو روانگی غروبِ آفتاب کے بعد آپ پھر اونٹنی پر سوار ہوئے اور واپس مزدلفہ تشریف لائے اور مغرب اور عشاء ملا کر پڑھیں۔ صبح کی نماز اول وقت میں ادا فرمائی اور مشعر الحرام کے پاس آکر دعا فرمائی حتیٰ کہ سورج نکلنے کے قریب ہو گیا۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ کنکریاں چُن لو۔ اس نے سات کنکریاں حضور کی خدمت میں پیش کیں۔

منیٰ کو واپسی واپس منیٰ میں پہنچے تو نشیب میں جمرۃ العقبیٰ کو کنکر مارنے کے لیے قیام فرمایا اور ایک ایک کر کے کنکریاں پھینکیں ۔ ہر کنکری مارتے وقت تکبیر پڑھتے ۔ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت بلال سے جو قریب حاضر تھے فرمایا : سیکھ لو شاید آئندہ سال میں حج نہ کر سکوں ۔ یہاں حضور علیہ السلام نے پھر ایک مرتبہ خطبہ دیا ، جس میں قربانی کے فضائل اور طریقہ بیان فرمایا ، ارشاد فرمایا :

" لوگو ! میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ جاؤ ۔ جان لو کہ جو شخص گناہ کرتا ہے اس کی جواب دہی اس کے ذمے ہے ۔ جو لوگ حاضر ہیں وہ ان لوگوں کو احکام بتائیں جو حاضر نہیں ہیں ۔ "

قربانی پھر آپ پہاڑ کے دامن میں تشریف لائے اور قربانی فرمائی ۔ ترسیٹھ[۶۳] اونٹ حاضر تھے ۔ حضرت علی سے فرمایا کہ کھال اور گوشت مساکین میں تقسیم کر دو ۔ پھر حجامت بنوائی ۔

صحابہ کا عشق اس وقت یہ عالم تھا کہ صحابہ کا بہت بڑا اجتماع تھا اور ہر ایک کی خواہش تھی کہ حضور علیہ السلام کے مبارک بالوں کا تبرک مجھے حاصل ہو ۔ ایک ایک بال بمشکل صحابہ کے حصے میں آیا ۔ یہ صحابہ کی محبت تھی ۔ حدیث پاک میں آتا ہے جب کبھی بھی حضور علیہ السلام وضو فرمایا کرتے تو صحابہ اس پانی کو زمین پر گرنے نہ دیتے جو آپ کے جسمِ پاک کے ساتھ مس کر کے نیچے آرہا ہوتا ۔ حضرت معمر بن عبداللہ جنہیں حجامت بنانے کی سعادت حاصل ہوتی تھی پھولے نہیں سماتے تھے اور ہر ایک سے مبارک وصول کر رہے تھے ۔

کعبہ میں واپسی یہاں سے فارغ ہو کر آپ واپس کعبۃ اللہ آئے اور طواف فرمایا ۔ اس کے بعد چاہِ زمزم پہ تشریف لائے اور پانی نوش فرمایا کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف توجہ فرما کر ۔ حضرت عباس کی اولاد پانی کھینچتی تھی ۔ آپ نے فرمایا اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگوں میں ہجوم بہت ہو جائے گا تو میں خود ڈول کھینچتا ۔

منیٰ کو دوبارہ روانگی پھر اسی وقت منیٰ کو تشریف لے گئے اور رات کو منیٰ میں قیام فرمایا۔ صبح اُٹھ کر زوال سے پہلے جمرۂ اولیٰ، جمرۂ وسطیٰ اور پھر جمرۂ عقبیٰ کو کنکریاں ماریں۔ یونہی تین دن تک عمل فرمایا۔

مکہ کو واپسی پھر مکہ شریف کو واپس آئے اور طوافِ وداع فرمایا اور اس طواف میں رمل نہیں فرمایا یعنی تین پہلے چکروں میں جلدی جلدی اور چھوٹے چھوٹے قدم نہیں اٹھائے۔ پھر صبح کی نماز کعبۃ اللہ میں ادا فرما کر واپس مدینہ منورہ کا ارادہ فرمایا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج فرمانے کا واقعہ مفصل طور پر اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ حج کا طریقہ مسلمانوں پر واضح ہو جائے اور وہ اسی طریقہ پر عمل کریں جسے خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

تمت بالخیر

بارہ تقریریں

مولانا محمد شریف نوری رحمۃ اللہ علیہ

گنج شکر اکیڈمی ۲۲ البرنی مزنگ چونگی لاہور

Marfat.com